

ام البنین

والدۃ گرامی حضرت ابوالفضل العباس بن علی علیہ السلام

PDFBOOKSFREE.PK

تألیف

علامہ سید ضمیر اختر نقوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُمُّ الْبَنِيْنَ ساکوئی ہوگا نہ نیک نام
فرزند جس کے چار ہوئے فدیٰ امام
(انیں)

زندگانی

حضرت اُمُّ الْبَنِيْنَ سلام اللہ علیہما
والدہ گرامی

حضرت ابوالفضل العباس

ابن علی علیہ السلام

تألیف

علامہ سید ضمیر اختر نقوی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : حضرت ام البنین سلام اللہ علیہ
 تالیف : علامہ ڈاکٹر سید ضیر اختر نقوی
 ناشر : مرکز علوم اسلامیہ

I-4 نعماں ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال بلاک-11، کراچی

فون: 4612868

مطبع	:	سید غلام اکبر 0300-2201665
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
سال اشاعت	:	2007ء (دوسرا یہ شن)
قیمت	:	Rs. 300/=

کتاب ملنے کا پتہ

مرکز علوم اسلامیہ

I-4 نعماں ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال بلاک-11، کراچی

فون: 4612868

ججۃ الاسلام روح الملکت مولانا سید علی ناصر سعید عبقاتی (مولانا آغاز روحی بھتو)

آغاز روحی عبقاتی ﴿۱﴾

تمنائے مشکل کشا، انتخاب حضرت عقیل، رتبہ شناسی سیدہ
عالیان سلام اللہ علیہا جناب امّ لہبین علیہا علی آلحکی سوانح نگاری
کا شرف خدائے بہتائے محترم ضمیر اختر صاحب کو عطا فرمایا۔
ضمیر صاحب کے لیے علامہ، محقق اور ڈاکٹر کے علاوہ بھی کئی
آداب والقب کا استعمال اس موقع پر نہ کرنا تحریر یعنی ہے کیونکہ اس
وقت وہ غلام ابن کنیز (یعنی غلام حضرت عباس علمدار ابن حضرت
امّ لہبین) کے عظیم ترین منصب پر فائز ہیں جو قسم قلم نے انہیں
عطافرما کر علم کے سامنے میں اس تخلیق کے توسط سے جو طول عمر کا
اعزاز بخش ہے وہی سب سے بڑا اعزاز ہے۔

جناب امیر المؤمنین علیہ السلام اس خدمت کو قبول فرمائیں۔

آمین یارب العجائب

کنش بردار عززاداران شہدائے کربلا علیہم السلام

علی ناصر سعید عبقاتی (آغاز روحی)

ریت الاول ۲۰۰۵ء ۲۰۰۵ء ۲۰۰۵ء یکشنبہ

وارد شہر حصہ بلاڈ کراچی

عباس نقوی:

حضرت اُمّ الہبینِ پر پہلی کتاب

زیرِ نظر کتاب حضرت اُمّ الہبینِ کی شخصیت پر علامہ ضمیر انتر نقوی صاحب کی ایک گران قد تحقیق ہے، جسے ۱۲۳ ابواب میں تقيیم کیا گیا ہے، جبکہ ۲۲۸ صفحات پر محیط موضوع میں علامہ صاحب نے والدہ حضرت ابو الفضل العباسؑ حضرت اُمّ الہبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت کے اہم ترین گوشوں پر روشنی ڈالی ہے، جبکہ موضوع کی مزید وضاحت کے لئے علامہ صاحب نے ان تقاریر میں حضرت ابو الفضل العباسؑ کی ذات والاصفات پر تاریخ کے گوشوں سے، عربی، فارسی و دیگر زبانوں میں موجود معلومات اکٹھا فرمائی ہیں۔ میں پورے یقین کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ لاتحداد کتب و اخبار کے مطالعے کے باوجود مجھے نہ صرف حضرت اُمّ الہبین بلکہ حضرت عباسؑ علمدار کی شخصیت پر مجموعی طور پر اس قدر علم حاصل نہ ہو سکا جتنا علامہ صاحب کی زیرِ نظر تقاریر کے نتیجے میں چند روز... یعنی اس تحقیقی کتاب کے مطالعے کے دوران حاصل ہوا، حالانکہ ۵ یا ۶ روز کے مطالعے کا مطلب کسی بھی تحقیقی کاوش کی صورت میں محض ظاہری اخذ و اكتساب قرار دیا جاسکتا ہے اصل و تحقیقی فائدے کے لئے بار بار کے مطالعے سے ایسی گرانقدر تحقیقات نئے نکات و نئے جہات کی سیر کرتی ہیں۔

علامہ صاحب کی تقاریر اور تصنیف اس لحاظ سے دنیا بھر میں شہرت رکھتی ہیں کہ آپ زیرِ نظر موضوع پر اس قدر مواد اکھنا کر دیتے ہیں کہ آپ کے عہد کے ذاکرین،

مقررین، شعراء، ادبیاء، سامع و ناظران میں موجود اگر محض چند تحقیقی نکات Research World بلکہ Research Work سے استفادہ کرنا چاہیں تو لاتعداد مضمایں تو پیش کر سکتے ہیں... علامہ کمال حیدر، ڈاکٹر ماجد رضا عبدالی، جناب غلی صادق صاحب ہوں یا مسیح عباس نقوی...! علامہ صاحب کے لئے ہوئے جواہر سے اخذ و اکتساب کرتے ہوئے مختلف شعبوں میں اپنے مقام و منزلت کے لئے کوشش ہیں۔

لیکن یہ تو محض چند وہ حضرات ہیں جو علی الاعلان علامہ صاحب سے اکتساب کا دعویٰ رکھتے ہیں... ان سے کئی گناہ زیادہ بڑی تعداد وہ ہے جو علامہ صاحب کے جواہرات سے لاتعداد جواہر چوری چھپے استعمال بھی کر رہے ہیں اور اقرار طالب علمی بھی نہیں کرتے... بلکہ بعض تو ایسے ایسے نہ ک خوار بھی ہیں کہ جو تمام ترمیٰ و علمی استفادے کے باوجود علامہ صاحب ہی کے منکر و کھانی دیتے ہیں... خدا آئیں کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا عرض کیا گیا کہ علامہ صاحب کی تقاریر منفرد معلومات و دلچسپ واقعات کے ساتھ ساتھ لاتعداد فلسفیہ نکات و نظریات کی حامل ہوتی ہیں، علامہ صاحب اپنی تقریر کے دوران اپنی برسوں کی تحقیق، مطالعے اور مشاہدے کے ماحصل نتائج کو ایک جملے میں اس قدر سلاست کے ساتھ سکھیتے ہیں اور اتنی ہی سادگی کے ساتھ، بغیر کسی غرور و تکبر سامع کے حوالے فرماتے ہیں کہ عمومی ذہنی سطح کا حامل سامع و ناظران کی خطابت سے نئی معلومات حاصل کرتا ہے تو نکتہ ہیں احباب ان جملوں سے اپنے Phd کے مقالے کا انتخاب کرتے ہیں۔ البتہ علامہ صاحب کے علم کدھ کے چند اصول ہیں۔

علامہ صاحب کی زیر پرستی کسی بھی موضوع پر مقالے کی تیاری کے دوران میں نے

مشابہہ کیا کہ ان کی تقدیم سخت ترین ہوتی ہے، یعنی یہ چھوٹے سے چھوٹے جھول کو بھی پسند نہیں کرتے، لیکن Projection بے انتہاد ہے ہیں۔

علامہ صاحب سے ہم گدایاں علم نے بھی سیکھا کہ کسی بھی موضوع کو نہایت سجاوٹ کے ساتھ پیش کیا جائے، اپنے اردو گرد کے مشابہہ اور مطالعے کو استعمال کیا جائے، اگر کسی کا ایک جملہ بھی کہیں سے اٹھایا جائے تو اس کا حوالہ ضرور دیا جائے... اور بحث میں موضوع سے مر بوط رہا جائے۔ زیرِ نظر مقامی میں علامہ صاحب ہی کے دیئے ہوئے علم اور بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ہوئے موضوع کو تجھیل تک پہنچانا چاہوں گا۔

دوسرے پارے میں سورۃ بقرۃ کی ۱۵۵ اویں آیت ہے جسے آیت ابتلاء بھی کہا جاتا ہے، یہ وہ آیت کریمہ ہے جو ہر مسلک و مذهب میں واقع کر بلکہ طرف مر بوط بتائی جاتی ہے... اللہ رب العزت فرماتا ہے... ۱

وَلَنْ يَلُوْنَكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخُوفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ
الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالشِّرْتَ بِشَرِّ الصَّابِرِينَ.
اور ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے خوف و بھوک پیاس میں اور مالوں
کے لئے میں اور جانوں اور بچوں کے نقصانات میں اور (آئے
رسول) خوشخبری دے دو صابرین کو۔

اس آیت میں مفسرین کے مطابق اللہ نے پانچ مختلف امتحانوں کا اعلان کیا ہے اور پھر ان امتحانوں سے سرخو گزرنے والوں کو خوشخبری بھی عطا فرمائی ہے۔ اس مقام پر ہمارے عمومی ذاکرین حضرات اس آیت کا اطلاق صرف کربلا میں موجود شخصیات تک ہی محدود رکھتے ہیں حالانکہ اگر یہ وہ کربلا بھی نگاہ رکھی جائے تو بعض محترم ہستیاں بشمول حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار، حضرت ام البنین علیہ السلام اور شہزادی صفراء علیہ الصلوٰۃ

واسلام جیسی شخصیات آیت میں بتائے گئے پانچ امتحانوں میں سے اکثریتی امتحانوں میں سرخ رو ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ چونکہ موضوع حضرت اُم البنینؓ سے متعلق ہے لہذا ان تک ہی بحث کو محدود رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت اُم البنینؓ واقعہ کربلا کے حوالے سے ایک منفرد جہت کا شکار دکھائی دیتی ہیں، اور وہ ہے خوفِ انتظار...! آپؐ نے مال قربان کیا، حضرت عباسؓ سمیت چار بیٹوں کی قربانی پیش فرمائی، جبکہ امام حسینؑ سے آپؐ کو حضرت عباسؓ سے کہیں زیادہ محبت تھی۔ اس طرح صرف بھوک و پیاس کے امتحان کے علاوہ تمام امتحانات سے سرخ رو گزریں، جبکہ آپؐ کے دو منفرد مصائب وہ ہیں کہ جیسا ذکر کیا گیا کیا یعنی ایک جانب حضرت زینبؓ و ام کلثومؓ کی طرح تمام تر مصائب کربلا سے باخبر تھیں اور ایسے میں امین راز کربلا ہوتے ہوئے۔ احرام لا ہجو ہجری اور اس کے بعد ”غم فراق“ کے ساتھ ساتھ ”غم انتظار“ سے بھی صبر کے ساتھ گزد ریں۔

کہادت مشہور ہے کہ ”مرجانے والے پر صبر آ جاتا ہے لیکن کھوئے ہوئے پر صبر نہیں آتا“۔ کیوں کہ ہر لحظہ، ہر لمحہ انتظار باقی رہتا ہے، کہادت سے ہی ظاہر ہے کہ اس ”غم انتظار“ کی کیفیت عمومی ”غم“ کے مقابلے میں انفرادیت کی حامل ہے اور دو مسنون رسیدگی میں اولاً کی شہادت کا سانحہ برداشت کیا... اور ساری عمر اسی ”غم“ میں گزار دی۔ ”غم عموماً بعد کربلا یا جملہ نہایت کثرت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کہ... چند بیویوں نے تمام عمر ”غم“ کربلا میں گزار دی لیکن دراصل ہم اس مفہوم کو مشاہدے میں ہونے کے باوجود درست طور پر نہیں سمجھ پاتے۔

میں نے اتفاقاً یہ مظاہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھا... یعنی کسی سن رسیدہ ماں کا اولاد کے ”غم“ میں بقیے زندگی گزار دینے کا مظاہرہ... اور یہہ منزل ہے کہ عرب میں عموماً کسی کو

نہایت برے وقت یا بڑی خبر و بدعا دینی ہوتی تو کہا جاتا... تیری ماں تیرے غم میں
روئے...!

اپنا مشاہدہ پیش کرتا ہو کہ میری نانی محترمہ حسینہ خاتون جو ایک مومن تھیں، عابدہ و
زاہدہ تھیں۔ ہر وقت یا نماز تھی یا ذکر حسین تھا۔ ان کی زندگی میں ہمارے ایک ماہوں
سید حسین نذرِ نقوی کا انتقال ہوا، جو نہایت مجلسی شخصیت اور عزادار تھے، انچوہی سوسائٹی
میں ۲۴ محرم کے قدیمی جلوس کے بانی تھے، جس میں ایک سال کی مجلس علامہ صاحب نے
بھی خطاب فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ ہماری نانی نے اپنی زندگی میں ان کی وفات کا
اس قدر اثر لیا کہ اس کے بعد جب تک زندہ رہیں آنکھیں متورم رہیں...، بات بات
پر روتی تھیں... کہتیں خدا نے مجھے یہ دن کیوں دکھایا...! اس دن سے پہلے میں کیوں نہ مر
گئی اور پھر عین المحرم کے روز ان کا انتقال ہوا۔ یہ اور اس قسم کے مشاہدات ہم سب کی
زندگیوں میں کافر مارنے تھے ہیں بس احساس کی بات ہے۔ البتہ واقعہ کربلا میں شریک
شخصیتوں کا جو مقام و منزلت ہے اس منزلت کو چھوٹا کرنا مقصد نہیں ہے لیکن ضروری ہے
کہ کربلا سے متعلق دیگر منفرد شخصیات کا بھی ذکر اسی جوش و جذبے کے ساتھ کیا جائے۔
علامہ صاحب کہ ان نکات پر نہایت غور و خوض اور تحقیق فرماتے ہیں لہذا ان کی تقاریر و
کتابیات میں نہ صرف واقعہ کربلا میں موجود شخصیات بلکہ پیروں کربلا شخصیات کی
زندگیوں پر بھی اگر انقدر معلومات ہم پہنچائی جاتی ہیں۔

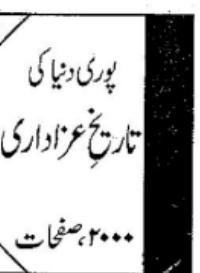
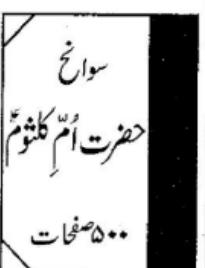
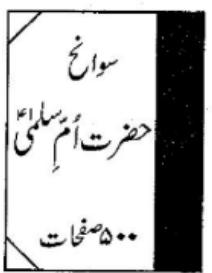
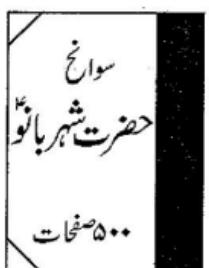
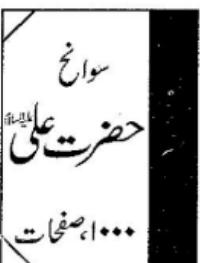
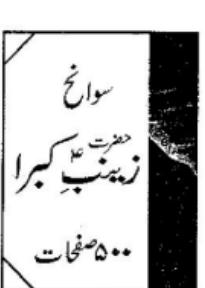
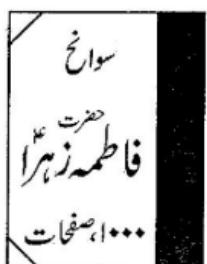
حضرت جعفر طیار کی شخصیت پر تواب سے بہت قبل علامہ صاحب کی گراں قدر
تحقیق مظہر عالم پر آچکی ہے۔ شہزادی صغریہ اللہ علیہا پر یقیناً اگلے وقت میں انشا اللہ
کوئی بھی شاہکار مظہر عالم پر آجائے گا۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں علامہ صاحب نے عورت کی عظمت سے موضوع کی ابتداء

فرمائی ہے اور پھر حضرت اُتم الہیں علیہ السلام کے خاندان، ولادت، شجرے، حضرت علی علیہ السلام کی دیگر ازواج مطہرہ سے موازنہ، شہزادی زہرا سے آپ کے اکتساب، تاریخی حیثیت، چاروں بیٹوں کی مختصر مگر جامع سوانح سیمت پتوں کا ذکر شامل حال رکھا ہے اور بحث کے آخر میں حضرت اُتم الہیں علیہ السلام کی عزائی کیفیت شامل عربی ادب و مراثی میں ان کے مرثیوں کے علاوہ میرا بیٹی، مرزاد بیبر، میر موئس، جناب وحید احسن باشی، جناب مسعود رضا خاکی اور محترم ماجدر رضا عابدی کے مرثیوں میں شہزادی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت فرمائی ہے۔

میرا اپنا تجزیہ ہے یا شائد جسارت کر رہا ہوں اس امید کے ساتھ کہ علامہ صاحب اس تصرف بے جا کو معاف فرمائیں گے کہ... علامہ صاحب یوں تو تمام انبیاء و ائمہ علیہم السلام کی تعلیمات سے استفادہ رکھتے ہیں لیکن لاشعوری طور پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت زیادہ اکتساب کرتے ہیں اور نہ صرف علم بلکہ ان کے اصولوں پر بھی مکمل نقین رکھتے ہوئے، نہ صرف ایک علم بلکہ کئی علوم... اور نہ صرف ایک شعبہ بلکہ لا تعداد شعبوں پر اپنے علم کدہ کو وسعت دیتے جا رہے ہیں اور اپنے علم، مشاہدے اور تجربے کی بدولت گزشتہ چودہ سو سال سے لکھے اور بولے جانے والے موضوعات پر جب قلم اٹھائیں یا گویا ہوں تو... ہمیشہ لا تعداد ان کی... بے سُنی... مگر انہائی مسند روایات کو زندہ رکھنے کا علم آفرین فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ علامہ صاحب کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین یا رب العالمین

علامہ خمیر اختر نقوی کی دیگر تصنیفات



اپنے بزرگوں، اپنے ماں پاپ، اپنے اجداد کا نام رکھدے
کھڑے کے لیے ان کتابوں کی اشاعت میں مالی امداد کیجئے

PDFBOOKSFREE.PK

حضرت
ام البنین

سلام اللہ علیہ

تألیف.....

(علّامہ) سید ضمیر اختر نقوی

انتساب

سادات گردیزی کی عظامتوں کے نام

جناب مخدوم سید محمد راجو شاہ گردیزی مظلہ العالی

سجادہ نشین

حضرت شاہ یوسف گردیز رضوان آب (ماتا)

جناب سید خورشید عباس گردیزی

جناب سید مصطفیٰ گردیزی

جناب سید جمیل عباس گردیزی

جناب سید ناصر زمان گردیزی

جناب سید ہاشم رضا گردیزی

جناب سید سلطان گردیزی

جناب سید زمزد گردیزی

جناب سید راہب گردیزی

جناب سید جاوید حیدر گردیزی

جناب سید خضر گردیزی

جناب سید حسین گردیزی

جناب سید آنتاب حیدر گردیزی

جناب سید عمران حیدر گردیزی

جناب سید حسین گردیزی

جناب سید روشن گردیزی

جناب ڈاکٹر علی اصغر گردیزی

جناب سید مجاهد رضا گردیزی

جناب سید قاسم گردیزی

علّامہ سید حمیرا خنزیر نقوی:

پیش لفظ

حضرت اُمّ الہینَیں صلواۃ اللہ علیہا حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی رفیقتہ زندگی، حضرت عباس علمدار جیسے عظیم فرزند کی والدہ گرامی ہیں، حضرت ابوطالب علیہ السلام اور حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کی بہو بن کراس عظیم گھرانے میں آئیں جہاں شہزادی کو نین حضرت فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کی ثانوی حیثیت پائی، اس کے علاوہ ایک یہ بھی فخر حاصل ہے کہ سردار جوانان جنت امام حسنؑ اور امام حسینؑ و حضرت زینتؑ و حضرت اُمّ کلثومؓ کے دہن مبارک سے آپ ماں کہہ کر پکاری گئیں۔

حضرت اُمّ الہینَیں کے حالاتِ زندگی کتابوں میں مذہونے کے برابر ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی بے مثال زندگی پر کوئی کتاب نہیں لکھی جاسکی، عربی میں دو تین مختصر کتابچے چھپے ہیں لیکن وہ ناکافی ہیں۔ ہم نے پہلی مرتبہ کوشش کی ہے کہ آپ کی زندگی کا ایک تفصیلی خاکہ پیش کریں۔

حضرت اُمّ الہینَیں کا نام فاطمہ و حیدر یہ کلام بیهقی تھا، آپ کے والدہ اُمّ اشراف عرب میں عمدہ ترین انسان تھے، ان کی شخصیت کے جو ہر ان کی شہامت اور شجاعت تھی، آپ بہت مہماں نواز تھے، آپ عرب میں نہایت قدر و ممتازت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور عقل مندی، ذریکی، بہادری و دلیری، شجاعت اور خوبصورتی آپ کی پہچان تھی، آپ

صحابی رسول بھی ہیں اور صحابی امیر المؤمنین علیہ السلام بھی ہیں۔

حضرت اُم الحنین کی والدہ شامہ خاتون بنت سہیل بن عامر تھیں۔ شامہ خاتون کو صحابیت رسول میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کا شمار عرب کی صاحب دانش خواتین میں ہوتا تھا۔ آپ ادیب بھی تھیں اور ارایہ بھی، زیرک و دانا خاتون تھیں۔ اُم الحنین کو آداب دین و شریعت آپ نے ہی تعلیم کئے تھے اور تربیت دی تھی، اس کے علاوہ شامہ خاتون نے اپنی بیٹی کو تمام اخلاقی پسندیدہ اور آداب حمیدہ بھی تعلیم کئے تھے۔ حضرت اُم الحنین کی نانی کے بھائی عامر بن طفیل تھے جو گھسان کی لڑائیوں میں عرب کے بہادر شہسواروں میں نظر آتے تھے، آپ کا نام سن کر عرب اور غیر عرب تھرا تے تھے۔

علام شیخ نعمت الساعدی نے حضرت اُم الحنین کے القابات میں آپ کا ایک لقب ”باب الحوانج“ بھی لکھا ہے۔ حضرت عباس عاملدار بھی ”باب الحوانج“ ہیں۔ اس طرح ماں اور بیٹے دونوں حاجتوں کو روکرنے والے ہیں۔ حضرت اُم الحنین سے مؤمنین کو توسل کرنا چاہیے اور کسی بھی مشکل گھری پر یہ کہنا چاہیے کہ ”اے اُم الحنین“، اپنی کرامت دکھائیے۔ مؤمنین میں آپ کے نام پر دستخوان اور لوگوں کو کھانا کھلانے کا رواج ہے اور یہ یقیناً مقبول عمل ہے جو آلی محمد کے سرور کا سبب ہے۔ آپ کے دستخوان پر مراد آتی ہے اور متن پوری ہوتی ہے اور خصوصیت سے مرض میں شفا اور بے اولاد کے لیے اولاد و رزق کا عطا یہ آپ کی عنایات خاصہ میں سے ہے۔ یہ باتیں علامہ رضا عبد الامیر انصاری اور علام شیخ نعمت الساعدی نے اپنی کتابوں میں خصوصیت کے لئے بھی ہیں۔

ہماری جو کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ ان میں ہماری کوشش یہ ہے کہ آئندہ مخصوصین

اور ان کے عظیم خاندان ان کے فرزندوں کے بارے میں بد عقیدہ دشمنان اہل بیت نے جو باتیں جھوٹی لکھی ہیں جس سے ان کی شان و وقار کو سبک کیا جائے کہ ہم ان جھوٹی روایات کی قائمی کھول دیں گے اور آل محمد کا دفاع ایک دلیل کی طرح کریں گے ہم نے یہ بات اپنے ایک نو تصنیف مرثیے میں بھی کہی ہے:-

بہتا ہے اشاروں پر مرسے علم کا دھارا ہر جھوٹی روایت کو میں کرتا ہوں دوپارا
منکر کی فنا ہے مرسے ابرو کا اشارا مخصوص کی عظمت میں کی کب ہے گوارا

خطبات کو دھارے مرسے لجھ سے ملے ہیں

کیا کیا سر گلزارِ ادب پھول کھلے ہیں

میں وہ ہوں ملا جس کو ہنزہ عشقِ علیٰ سے کافنوں کو بینایا گلی تر عشقِ علیٰ سے

اُبھرا ہے یہ الفت کا شجر عشقِ علیٰ سے مربوط جو ہے قلبِ دُنْظر عشقِ علیٰ سے

محشر میں بھی بخشش کا سبب عشقِ علیٰ ہے

فردوس نہیں میری طلب عشقِ علیٰ ہے

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد پاک کا دفاع میں تحریر و تقریر میں دم آخوند کرتا ہوں گا یہ مکتب مجھے کربلائے معلقی میں خواب میں آکر مولائے کائنات علی مرتفعی علیہ السلام نے خود عطا کیا ہے۔

میرا عقیدہ ہے کہ کسی امام کے فرزند سے بھی کوئی خط انہیں ہوئی۔ حضرت زید شہید جو امام بیکس و مظلوم قیدی شام و کوفہ حضرت امام زین العابدین کے عظیم فرزند ہیں ان کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا میں نے اپنی دس تقریروں میں اس کے جوابات دیئے ہیں اور ان پر میری ایک کتاب بھی عنقریب شائع ہو گی۔

اسی طرح حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے عظیم و پاکیزہ فرزند حضرت جعفر الدّیگر

ہیں جن کو دشمنانِ اہل بیت "توّاب" کہتے ہیں۔ جب انہوں نے کوئی خطا کی ہی نہیں تو توپہ کسی.....؟ وہ تو "مرتضیٰ" یعنی برگزیدہ تھے آیت اللہ آقاؑ مرحیٰ انھیں ہمیشہ عجز مرتضیٰ کے لقب سے اپنے فتوے میں یاد فرمایا کرتے تھے۔
کراچی اور لاہور میں بد عقیدہ مولویوں نے دین و شریعت کو بتاہ کرنے کے لیے مسلسل ستا پچھے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔
ابھی حال میں الحرمین پبلیشرز پاکستان کراچی سے ایک ۲۸۸ صفحات کا ستا پچھے شائع ہوا ہے جس کا نام ہے۔

"چالیس احادیث نماز جمود جماعت کے بارے میں"
کسی ذوالقدر علی زیدی کے نام سے اس کی اشاعت ہوئی ہے (اطلاع ملی ہے کہ بھلگوٹ کا کتب فروش ہے)۔ اس کتاب پچھے میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور آن سے عظیم صادر و زادبند حضرت عجز مرتضیٰ کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں وہ آپ بھی ملاحظہ کر جائیں:

"میں حیران رہ گیا کہ کیا کوئی جعفری بھی اس کتاب کو چھاپ سکتا ہے؟..... مگر اچاک مجھے یہ بھی یاد آیا کہ شیعوں کی تاریخ میں ایک جعفر کذاب بھی تو تھا اس کا سلسلہ بھی آگے چلا ہوگا"

اس بے ادب شخص کو یہ تک نہیں معلوم کہ جعفر ابن امام علی نقی علیہ السلام کی نسل میں تمام نقوی سادات ہیں۔ انھیں جعفر کی اولاد میں حضرت غفران اب رحمت اللہ علیہ بھی تھے جو نمازِ جمعہ کے لکھنؤ میں بانی ہیں۔ انھیں جعفر کی اولاد میں مولانا سید علی حیدر بھجوئے والے بھی ہیں۔ بڑے بڑے عظیم علماء کے جد اعلیٰ کو "کذاب" یعنی جھوٹا لکھنے والا بھی کیا سچا ہو سکتا ہے اور اس کی کتاب کو قابل اعتبار سمجھا جا سکتا ہے۔

ذوالفقار علی زیدی نے اسی کتاب پچھے میں لکھنؤ کے علاوے کرام کے بارے میں صفحہ
کے اپر ہرزہ سرائی کی ہے۔ حضرت غفرانہا ب اور آصف الدولہ کو ذوالفقار علی زیدی نے
کاذب لکھا ہے۔

ذوالفقار علی زیدی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت نواب آصف الدولہ رحمت اللہ علیہ
نے دنیا میں سب سے پہلی شیعوں کی نماز جمعہ کی بنیاد رکھی اور حضرت غفرانہا ب رحمۃ
اللہ علیہ نے ان کے حکم سے یہ نماز پڑھائی تھی۔ نمازِ جمعہ لکھنؤ کی ایجاد ہے اس لیے اس
کو ہم بھی بند نہیں ہونے دیں گے۔

ذوالفقار علی زیدی جو کہ کسی مقامی مسجد میں نماز جمعہ بھی پڑھاتا ہے اور کتاب کی
دوكان بھی لگاتا ہے اُس کو نواب آصف الدولہ کا احسان مند ہونا چاہیئے کہ ان کی وجہ
سے آج روزی سے لگا ہوا ہے۔ ہندوستان میں شیعہ پہلے سئی نماز جمعہ میں شرکت
کرتے تھے۔ نواب آصف الدولہ نے دنیا کی پہلی شیعہ جامع مسجد تیار کروائی اور
حکومت کی طرف سے پہلی نمازِ جمعہ کروائی تھی۔ دشمنانِ اہل بیت کی زبان شیعوں کو نہیں
بولتا چاہیئے۔ اپنادین اپنے ہاتھوں سے تباہ نہ کرو۔ آخرت میں حساب دینا ہوگا۔ جھوٹ
نہ بولو، حق پر عمل کرو، امام زادوں کی شان میں گستاخی بھی راس نہیں آئے گی۔

حضرت جعفر النّبّی وہ ہستی ہیں جنہوں نے حضرت امام عسکری علیہ السلام کی
شهادت کے بعد حضرت جنت علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ تفصیلات میری کتاب
”سوائی جعفر النّبّی“ میں ملاحظہ کریجئے۔

ایران کے دورِ حاضر کے جیتدعا علم اور علم الانساب حضرت آیت اللہ شہاب الدین
مرعشی شفیق رضوان اللہ حضرت جعفر النّبّی سے منسوب من گڑھت روایت کو غلط قرار
دیتے ہیں اور فرماتے ہیں تفرقہ و اختلاف پیدا کرنے کی خاطر دشمنان آل محمدؐ نے یہ

روایت پھیلائی ہے۔ آقائے آیت اللہ عرضی کی تحریر کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:-

”سید جعفر الدنیٰ سید جلیل نے کبھی بھی دعویٰ امامت نہیں کیا تھا اور کچھ دشمنان آلی رسول نے تفرقہ و اختلاف کی غرض سے ضعیف الاعتقاد شیعوں میں یہ افواہیں پھیلایا تھیں اور ناخیہ مقدسہ سے صادر ہونے والی توقیعات میں سے ایک توقع میں خود حضرت ولی عصر علیہ السلام فرماتے ہیں، میرے بچپا جعفر کے بارے میں اپنی زبانوں کو لگام دو کہ رعایا کو حق نہیں ہے کہ وہ مخصوصین کے فرزندوں کے سلسلے میں جسارت کرے کیوں کہ رسول اللہ اپنی اولاد کے سلسلے میں اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کوئی مسلمان ان کی اولاد کی توہین کرے کیونکہ ان کی اولاد کی توہین خود ان حضرات کی توہین ہے جس کی وہ اولاد ہیں“

ذوالقدر علی زیدی کو شرم آنی چاہیئے امام زمانہ کا یہ ارشاد پڑھ کر، میری اس تحریر کے بعد اسے دعاۓ توہہ پڑھ کر استغفار کرنا چاہیئے کہ بغیر تقدیم کوئی روایت نہیں لکھے گا اور قرآن کی اس آیت پر ہمیشہ عمل کرے گا:-

يَا يَهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بَنَّيَا فَتَبَيَّنُوا أَنَّ
تُحَسِّبُوا قَوْمًا بِجَهَّالٍ فَتُضْبَخُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ
نَدِيْمِيْنَ ۝ (سورہ ۳۹ سورہ حجرات آیت ۶)

ترجمہ:- ”ایمان والوگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم تک ناقیت میں پہنچ جاؤ اور اس کے

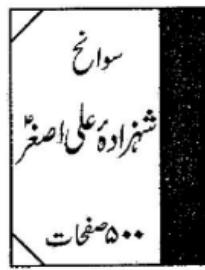
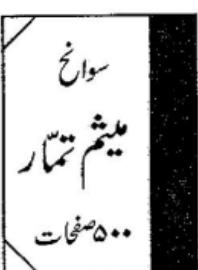
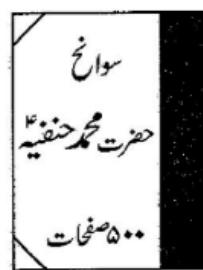
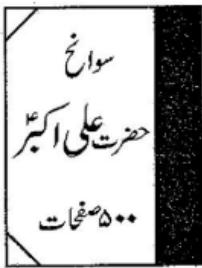
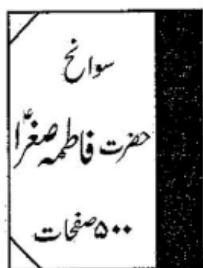
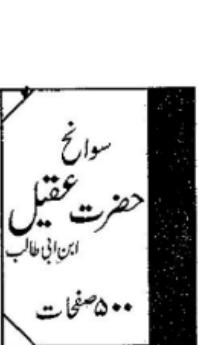
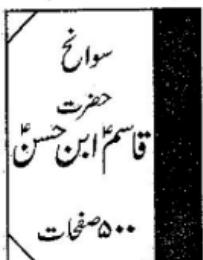
بعد اپنے اقدام پر شرمندہ ہونا پڑے“

ہم پاکستان و ہندوستان کے تمام علا اور خطیبوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ کسی بھی خبر کو سنتے کے بعد کہ فلاں خطیب نے مجلس میں یہ پڑھا،۔ پہلے راوی کی تصدیق کریں کہ وہ فاسق تو نہیں ہے۔ فاسق کی خبر جھوٹی ہوتی ہے۔

اگر ہماری اس تنبیہ کے بعد آپ نے عمل نہ کیا تو ہمیشہ آپ بارگاہ مخصوصین میں تو شرمندہ رہیں گے اور موسیین کے سامنے بھی شرمندگی اٹھاتے رہیں گے۔ کتاب پڑھتے اور رثواب میں داخل ہو جائیے۔ لفظ آئندہ کی کتاب میں پڑھیے۔
(علامہ) سید ضمیر اختر نقوی

PDFBOOKSFREE.PK

علامہ ضمیر اختر نقوی کی دیگر تصنیفات



اپنے بزرگوں، اپنے ماں باپ، اپنے اجداد کا نام رنگ
رکھنے کے لیے ان کتابوں کی اشاعت میں مالی امداد پیشے

فہرستِ مضمایں

باب ۱.....

- ۳۵ عورت کی عظمت، قرآن و محمد و آل محمد کی نظر میں
 ﴿ وہ گیارہ عورتیں جن کا ذکر قرآن میں ہے
 ۳۶ زوجہ عیفؑ صالح سعادت عظیم ہے

باب ۲.....

- ۴۹ حضرت علی علیہ السلام کی ازدواجی زندگی
 ۵۰ حضرت علی کی بیویوں کے نام
 ۵۳ اولاد حضرت علی علیہ السلام
 ۵۳ حضرت علی علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام
 ۵۶ حضرت علی علیہ السلام کی صاحبزادوں کے نام
 ۵۸ حضرت علی کے جو بیٹے کربلا میں شہید ہوئے

باب ۳.....

- ۵۹ حضرت اُمّ البنین تاریخ کی نظر میں
 ۶۰ خاندانی تربیت

بَابُ ۲.....

- حضرت اُمّ الْبَنِينَ کا نام اور کنیت
حضرت اُمّ الْبَنِينَ کی ولادت
حضرت اُمّ الْبَنِينَ کا نام
حضرت اُمّ الْبَنِينَ کی کنیت کی شہرت
حضرت اُمّ الْبَنِينَ نام رکھنے والی امہات
حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے لقب

بَابُ ۵.....

- حضرت اُمّ الْبَنِينَ کا خاندان
حضرت اُمّ الْبَنِينَ کی والدہ ثما مہ خاتون
حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے ابا و اجداد
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت با برکت میں
حضرت اُمّ الْبَنِينَ کا قبیلہ اور جنگوں خشین
انصارِ حسین میں خاندان اُمّ الْبَنِينَ کے افراد
حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے والدزاں کلابی
لسان حزام پر مدح مولائے کائنات

بَابُ ۶.....

- حضرت اُمّ الْبَنِينَ کا شجرہ نسب
فضیلت نسب و علم انساب
حضرت علی اور اُمّ الْبَنِينَ کا شجرہ

- ۸۶ حضرت اُم الحنین کا باپ کی طرف سے نسب نامہ
 ۸۶ حضرت اُم الحنین کا ماس کی طرف سے نسب نامہ

باب ۷

- ۸۸ حضرت اُم الحنین اور حضرت علی علیہ السلام کی شادی
 ۸۸ حضرت اُم الحنین کا خواب
 ۸۹ عقد حضرت اُم الحنین
 ۹۳ شادی مرزا دیر کے الہامی کلام میں
 ۱۰۹ بنت رسول کے بعد، حضرت علی کے عقد
 ۱۰۹ عقیل ابن ابی طالب سے حضرت علی کی فرماش
 ۱۱۰ حضرت علی اور جناب عقیل میں گفتگو
 ۱۱۲ حضرت اُم الحنین کی خواتینگاری کے لیے حضرت عقیل کا جانا
 ۱۱۳ حضرت اُم الحنین اور حرام میں گفتگو
 ۱۱۳ حضرت اُم الحنین خاتمة امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب میں
 ۱۲۰ خطبہ عقیدہ
 ۱۲۱ خاتمة امیر المؤمنین میں آمد پر چند کلمات کی ادائیگی

باب ۸

- حضرت اُم الحنین بحثیت زوجہ
 ۱۲۳ حضرت اُم الحنین اور شہادت حضرت علی علیہ السلام (مرزا دیر)
 ۱۲۵ علی کی شہادت میں حکومت شام کا ہاتھ
 ۱۲۷ حضرت علی کا دست امام حسین میں علمدار کر بلکہ ہاتھ دینا

- ۱۲۷ حضرت علیؑ کا اپنی اولاد کو وصیت فرماتا
- ۱۲۸ حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کے ہاتھ میں سب بیٹوں کے ہاتھ دیے
- ۱۲۸ جناب ام البنینؑ کا اضطراب
- ۱۲۸ حضرت علیؑ کا گریہ
- ۱۲۹ دست حسینؑ میں علمدار کا ہاتھ
- ۱۲۹ شہادت حضرت علیؑ پر جناب عباسؑ کا سرکرانا
- ۱۳۰ مرثیہ مرزا دیر و میرانش

باب ۹

حضرت ام البنینؑ بحیثیت ماں

- ۱۳۸ حضرت عباسؑ کی ولادت
- ۱۳۲ ولادت عباسؑ پر حضرت علیؑ، حضرت زینؑ اور حضرت ام البنینؑ کی گفتگو
- ۱۳۳ حضرت عباسؑ حسن اخلاقی، پاک سیرت، روشن ضمیر اور دل کش شہنشاہ کے مالک تھے
- ۱۳۸ حضرت عباسؑ اپنی والدہ ماجدہ کی نظر میں
- ۱۳۹ حضرت عباسؑ کے گلے میں تعویذ
- ۱۵۰ حضرت عباسؑ اپنے بھائی کی نظر میں
- ۱۵۱ حضرت ام البنینؑ کا صبر و استقلال
- ۱۵۲ قبل از ولادت حضرت عباسؑ رسول اللہ کی پیشگوئی
- ۱۵۳ زہرا علیؑ کی پر حضرت گفتگو

- ﴿ علمدار حسینی کی صفرتی میں جناب اُم البنین کا خواب ۱۵۵ ﴾
- ﴿ حضرت عباسؑ کی ولادت (مرزاویہ) ۱۵۶ ﴾
- ﴿ حضرت عباسؑ کی تاریخ ولادت کی تحقیق ۱۷۱ ﴾
- ﴿ حضرت علیؑ کی پیشانی سجدہ خالق میں ۱۷۳ ﴾
- ﴿ حضرت عباسؑ کی چہلی نظر چہرہ امام حسین علیہ السلام پر ۱۷۳ ﴾
- ﴿ زبان امام حسین وہیں عباسؑ میں ۱۷۳ ﴾
- ﴿ حضرت عباسؑ مسجد میں ۱۷۳ ﴾
- ﴿ حضرت عباسؑ کی شہادت کی خبر اور اُم البنینؑ کا گردیہ ۱۷۵ ﴾
- ﴿ حضرت عباسؑ کی رسم عقیدہ اور آپ کا نام ۱۷۶ ﴾
- ﴿ حضرت عباسؑ کا اسم گرامی اور لغات ۱۷۷ ﴾
- ﴿ حضرت عباسؑ کا عہد طفیلی اور معرفت باری ۱۷۸ ﴾
- ﴿ حضرت عباسؑ کا بچپن اور امام حسینؑ کی خدمت ۱۸۰ ﴾
- ﴿ حضرت اُم البنینؑ سے حضرت امام حسینؑ کی گفتگو (میرانیس) ۱۸۱ ﴾
- ﴿ میرانیس کے اشعار کی تفسیر ۱۸۷ ﴾

بَابٌ ۱۰۔

- ﴿ حضرت اُم البنینؑ کا شجاع بیٹا عباسؑ علمدار ۱۹۲ ﴾
- ﴿ شجاعت عباسؑ ۱۹۲ ﴾
- ﴿ باب کے زمانے میں شجاعت ۱۹۳ ﴾
- ﴿ صفين کا ایک واقعہ ۱۹۳ ﴾
- ﴿ ابن زیاد کی امان ۱۹۴ ﴾
- ﴿ جب پانی لینے کے ۱۹۴ ﴾

- ۱۹۳ فرات کے کنارے
- ۱۹۴ ایک ہاتھ سے جنگ
- ۱۹۵ بیس اصحاب
- ۱۹۵ شجاعت کی حد
- ۱۹۵ تعداد مقتولین
- ۱۹۵ دربار یزید میں تقریب زندگ
- ۱۹۶ اولاد عباس کی شجاعت
- ۱۹۶ شجاعت عباس حضرت امّ اہمین کی نظر میں

باب ۱۱.....

- ۱۹۸ حضرت امّ اہمین کے چار شجاع بیٹے
- ۱۹۸ برادران حضرت عباس
- ۱۹۹ حضرت عباس کے بھائیوں کی پیدائش
- ۱۹۹ عبد اللہ کی وجہ تسمیہ
- ۲۰۰ عمران کی وجہ تسمیہ
- ۲۰۰ جعفر کی وجہ تسمیہ
- ۲۰۰ کربلا میں حضرت امّ اہمین کے بیٹوں کی قربانیاں
- ۲۰۳ حضرت امّ اہمین کے دوسرے فرزند عبد اللہ ابن علی
- ۲۰۵ میدان جنگ کی طرف رہوئی اور جانازی
- ۲۰۵ حضرت عبد اللہ ابن علی کی شہادت
- ۲۰۶ حضرت عبد اللہ پر امام معصوم حضرت جنت کا سلام
- ۲۰۷ حضرت امّ اہمین کے تیسرے فرزند عمران ابن علی

- ۲۰۷ میدان جگ کی طرف رخصت اور جانبازی
- ۲۰۸ حضرت عمران بن علی کی شہادت
- ۲۰۹ جناب عمران پر امام مخصوص کا سلام
- ۲۱۰ حضرت امّ ابینین کے چوتھے فرزند حضرت علی علیہ السلام
- ۲۱۱ آپ کی میدان کی طرف رخصت اور جانبازی
- ۲۱۲ جناب حضرت بن علی کی شہادت
- ۲۱۳ جناب حضرت پر امام مخصوص حضرت جنت کا سلام
- ۲۱۴ سورخ طبری کی تائی نظری

ب) ۱۲.....

حضرت امّ ابینین اور میرا نیش کے مرثیے

ب) ۱۳.....

- حضرت امّ ابینین کی بہو (زوج حضرت عباس)
- حضرت عباس کی شادی (مرزادیر)
- حضرت امّ ابینین کی بہو (زوج حضرت عباس)
میرا نیش کی نظر میں

ب) ۱۴.....

- حضرت امّ ابینین اور اولاد فاطمہ زہرا کی محبت
- مدینے سے امام حسین کا سفر اور حضرت امّ ابینین کا اضطراب
- رجب ۲۰ کو اولاد کو وصیت

باب ۱۵.....

حضرت اُمّ الْبَنِينَ شرکی رشتہ دار نہیں تھیں

■ شمردی الجوش الشیابی

■ نب

■ حلیہ

■ بثارت امام ہمام

■ شمرکا پیش

■ خباشت و شقاوت

■ شمرکی موت

■ لامان نائے کی حقیقت

باب ۱۶.....

اولاً حضرت اُمّ الْبَنِينَ (بیٹی اور پوتے)

■ سب سے بڑے فرزند عباس

■ اُمّ الْبَنِينَ کے دوسرے فرزند

■ اُمّ الْبَنِينَ کے تیسرا فرزند

■ اُمّ الْبَنِينَ کے چوتھے فرزند

■ حضرت اُمّ الْبَنِينَ کی دختر خدیجہ بنت علیٰ

■ اُمّ الْبَنِينَ کے پوتے اور پروتے

■ فرک اور اولاد اُمّ الْبَنِينَ

■ حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے پوتے

۲۷۳

۲۷۳

۲۷۳

۲۷۵

۲۷۵

۲۷۶

۲۷۶

۲۷۸

۲۸۰

۲۸۰

۲۸۱

۲۸۲

۲۸۲

۲۸۳

۲۸۴

۲۸۵

- شہزادہ محمد بن عباس علمدار (شہید کربلا) ۲۸۶
- شہزادہ قاسم ابن عباس علمدار (شہید کربلا) ۲۹۱
- شہزادہ فضل ابن عباس علمدار و شہزادہ حسن ابن عباس علمدار ۲۹۳
- حضرت عبید اللہ ابن عباس علمدار ۲۹۵
- جناب حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار ۲۹۶
- فضل بن حسن بن عبید اللہ ابن عباس علمدار ۲۹۷
- ابوالعباس فضل بن محمد بن فضل بن حسن بن عبید اللہ بن عباس ۲۹۷
- جعفر ابن فضل ابن حسن ۲۹۸
- حزہ کبرا بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار ۲۹۸
- علی بن حزہ بن حسن ۲۹۹
- محمد بن علی بن حزہ ۳۰۰
- ابوعبید اللہ بن محمد ۳۰۲
- ابو محمد القاسم ۳۰۲
- ابو یعنی حزہ بن قاسم بن علی بن حزہ ۳۰۴
- حلے میں حزہ کارو ضہ ۳۰۸
- روشنے کی زیارت ۳۰۸
- امراہیم (جردق) بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار ۳۰۹
- علی بن ابراہیم ۳۰۹
- عبداللہ بن علی بن ابراہیم جردقہ ۳۱۰
- عباس (خطیب فتح) بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار ۳۱۰
- عبداللہ ابن عباس بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار ۳۱۰

- ابوطیب محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن عباس
 بن شہید بن ابوطیب محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن عباس بن حسن
 عبد اللہ (امیر مکہ) بن حسن بن عبد اللہ بن عباس علمدار
 ابراہیم بن محمد
 علی بن عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن عباس علمدار
 حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ
 عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ
 قاسم بن عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ
 برٹش میوزیم (لندن) میں اولاد حضرت امّ اہلبینیں پر کتاب

باب ۷۔۔۔۔۔

- حضرت امّ اہلبینیں، حضرت امام حسینؑ کی عزادار
 مدینے میں امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچنا اور
 حضرت امّ اہلبینیں کا قاصدے واقعہ کر بلان کر گری فرمانا
 امام حسین علیہ السلام سے حضرت امّ اہلبینیں کی والہانہ عقیدت
 حضرت امّ اہلبینیں اور حضرت امّ اہلبینیں

باب ۱۸.....

- حضرت امّ اہلبینیں پر واقعہ کر بلان کے اثرات
 شہادت کی خبر
 منحرات عصمت کا مدینے میں ورود اور
 حضرت امّ اہلبینیں کا اضطراب

- ﴿ عبداللہ ابن عباسؓ کا حضرت عباسؓ کے بارے میں سوال ۳۲۸
- ﴿ مدینے میں مجلسوں کا انعقاد ۳۲۹
- ﴿ ام البنینؓ اور حسینؑ کی جالس ۳۲۰
- ﴿ حضرت زینبؓ کا جناب ام البنینؓ کے گھر عید کے دن جانا ۳۲۲
- ﴿ دن کی دھوپ، رات کی اوں ۳۲۳

باب ﴿ ۱۹

- حضرت ام البنینؓ کے مرثیے ۳۲۵
- ﴿ عربی ادب میں مرثیہ ۳۲۵
- ﴿ حضرت ام البنینؓ جنتِ آفیع میں ۳۲۸
- ﴿ حضرت عباسؓ کے متعلق ام البنینؓ کے مرثیے ۳۵۱
- ﴿ حضرت عباسؓ پران کے پرپوتے فضل بن حسن کا مرثیہ ۳۵۲
- ﴿ حضرت ام البنینؓ حضرت عباسؓ کے ماتم میں ۳۵۹

باب ﴿ ۲۰

- حضرت ام البنینؓ کی وفات ۳۶۳
- ﴿ وفات کا سن اور تاریخ ۳۶۴
- ﴿ مدفن حضرت ام البنینؓ ۳۶۵

باب ﴿ ۲۱

- باب ام البنینؓ روضہ عباسؓ میں ۳۶۶
- ﴿ زیارت قبر حسینؑ اور ام البنینؓ ۳۶۶

باب ۲۲.....

عظمت حضرت اُمّ الْبَنِينَ

- ۳۶۷ تاریخ انبیاء اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۶۸ حضرت آدم اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۶۸ حضرت نوح اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۶۹ حضرت ابراہیم اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۶۹ حضرت موسیٰ اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۶۹ حضرت یعقوب اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۷۰ حضرت یوسف اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۷۱ ازواج انبیاء اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۷۱ حضرت حوا اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۷۱ حضرت هاجر اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۷۱ حضرت اُمّ موسیٰ اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۷۲ حضرت آسیداً اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۷۲ حضرت مریم اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ
- ۳۷۳ حضرت اُمّ الْبَنِينَ کی کرامات
- ۳۷۴ گشیدہ حقیقتیں
- ۳۷۸ جناب اُمّ الْبَنِینَ اور عبد جدید

باب ۲۳.....

زیارت اُمّ الْبَنِینَ

- ۳۷۹ زیارت اُمّ الْبَنِینَ اور اس کا اردو ترجمہ

۲۲.....
باب اردو مرشیہ اور حضرت امّ الہین

۳۹۰	میر طیق
۴۰۰	میر انس
۴۳۵	مرزا دیر
۴۵۸	میر موس
۴۸۲	وحید اکن ہاشمی
۴۹۸	مسعود رضا خاکی
۵۰۳	سردار نقوی
۵۰۸	شاہد نقوی
۵۱۰	سلام: — ماجد رضا عابدی

معراجِ خطابت

علامہ سید ضمیر اختر نقوی

کی شاہکار مجلس کے مجموعے

معراجِ خطابت جلد اول	عشرہ بعنوان قرآن اور عظمت فاطمہ زہرا
// جلد دوم	// حضرت علیؑ اور تاریخ اسلام
// جلد سوم	// ولایت علیؑ
// جلد چہارم	// محسین اسلام
// جلد پنجم	قرآن اور فلسفۃ قدم
// جلد ششم	عظمت صحابہ
// جلد هفتم	امامت اور امت
// جلد هشتم	کارنامہ مختار
// جلد نهم	احسان اور ایمان
// جلد دهم	ظهور امام مهدیؑ

ملئے کا پتہ

مرکزِ علوم اسلامیہ کراچی



باب ۱۔۔۔۔۔

عورت کی عظمت

قرآن و محمد و آل محمدؐ کی نظر میں

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ”علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر نک“۔ یعنی عرب کے غیر تہذیب یا فتح معاشرے میں صرف بنی ہاشم علم و ادراک کی ان اعلیٰ منزلوں پر فائز تھے کہ جہاں یہ شعور موجود ہو کہ ماں کی آغوش بچے کی پہلی درس گاہ ہے۔ حدیث عورت کے صاحب علم اور صاحب نظر ہونے کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

قرآن نے بھی عورت کی اہمیت اور اس کے معاشرے میں کارگر ہونے کو ضروری جانا ہے۔ یعنی تقویٰ اور حسن عمل کی منزل میں جہاں کالے، گورے، جوان، بوڑھے برابر ہیں وہیں اللہ نے عورت اور مرد کا ذکر بھی برابری کے درجے پر کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ احزاب میں ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْقَرِيبَاتِ وَالْقَرِيبَاتِ وَالصَّدِيقَاتِ وَالصَّدِيقَاتِ وَالصَّابِرَاتِ
وَالصَّابِرَاتِ وَالخَشِيعَاتِ وَالخَشِيعَاتِ وَالنَّاصِحَاتِ

وَالْمُتَصَدِّقِ بِهِ وَالصَّامِيْنَ وَالصَّيْمِيْنَ وَالْحَفِظِيْنَ
فَرِوْجَهُمْ وَالْحَفِظَتِ وَالذِّكْرِيْنَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالذِّكْرَاتِ
أَعْدَ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَاجْرًا عَظِيْمًا۔ (سورة الحج ٣٥)

ترجمہ:- پیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور خدا کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ اللہ نے صاف اور واضح الفاظ میں بتایا کہ عزت و ذلت اور سر بلندی و نگوں بختی کا معیار صلاح و تقویٰ اور سیرت و اخلاق ہے جو اس کسوٹی پر جتنا کھرا ثابت ہوگا اتنا ہی خدا کی نگاہ میں قابل قدر اور مستحق اکرام ہوگا۔

مَنْ عَمِلَ صَلِحًا مِنْ ذَكْرِ أَوْ أُنْشَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَآنْجِيْنَهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَآنْجِيْنَهُمْ أَجْرَهُمْ بِالْأَحْسَنِ
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (آلہ ۹۷)

ترجمہ:- جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو، ہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے اور انھیں ان اعمال سے بہتر جزا دیں گے جو وہ زندگی میں انجام دے

رہے تھے۔

قرآن نے تربیت کے معیارات بتائے ہیں اور چونکہ قرآن انسانوں کی رہنمائی کے لیے نازل ہوا اس لیے اللہ نے اپنے محبوب کو بخشی انسان قرآن کی تشریح کرنے کے لیے بھیجا کہ ہمارا نبی آئیں پڑھے گا اور اپنے عمل سے اس کی تشریح تفسیر بھی کرے گا۔ اس لیے نبی نے اپنے گھر میں ہی معاشرے کے سدھار کے لیے سیرتیں ترتیب دیں اور بتایا کہ اگر تم اچھی اولاد بننا چاہتے ہو تو حسینؑ کو دیکھو اور اگر تم اچھے باپ بننا چاہتے ہو تو مجھے دیکھو، اگر تم اچھے شوہر بننا چاہتے ہو تو علیؑ کو دیکھو اگر تم میں سے کوئی عورت اچھی زوج، اچھی بیٹی اور اچھی ماں بننا چاہتی ہے تو میری بیٹی فاطمہؓ کی سیرت پر عمل کرے۔ ایک اور معیار بھی حضرت علیؑ نے عام انسانوں کے لیے قائم کر کے بتا دیا۔ کیا علیؑ خود نہیں جانتے تھے کہ عرب میں سب سے بہادر، شجاع قبیلہ کون سا ہے؟

لیکن علیؑ کا اپنے بھائی عقیلؑ کو مخاطب کرنا اور یہ کہنا کہ بھائی میں چاہتا ہوں کہ عرب کے کسی شجاع ترین قبیلے کی خاتون سے شادی کروں تاکہ وہ فرزند پیدا ہو جو کہ بلا میں حسینؑ کے کام آئے، علیؑ کا جملہ دراصل عام انسانوں کے لیے پیغام ہے کہ ہمیشہ اپنے گھر میں ایسی خاتون بیاہ کے لانا جو تمہارے پیشوں کی پروردش ولایت علیؑ اور حسینؑ پر کرے۔ جب علیؑ جیسا امام اس بات کا اہتمام کر رہا ہے تو ہمارے لیے تو اس سیرت پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

اس لیے قرآن نے جا بجا اچھی عورتوں کی سیرت کا ذکر کیا اور ذکر کر کے بتایا کہ کائنات کی عورتیں ان اچھی عورتوں کی سیرت کو پانیں۔

وہ گیارہ عورتیں جن کا ذکر قرآن میں ہے:

پہلی عورت جو آپیں جو تمام مردوں کی ماں ہیں سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے آدم سے

خطاب کرتے ہوئے فرمایا "آدم اسکن انت و زوجك الجنة۔ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہائش اختیار کرو۔"

دوسری سارہ زوج حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورہ ذاریات میں فرماتا ہے۔

فَأَقْبَلَتْ أُمَّرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّ وَجْهَهَا وَقَالَ

عَجُوزٌ عَقِيمٌ

قالُوا كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۚ
نیکن کران کی زوجہ شور پیاری ہوئی آئیں اور انھوں نے منھ پیٹ لیا
کہ میں بڑھیا بنا بھجھ (یہ کیا بات ہے)۔ ۲۹

ان لوگوں نے کہا یہ ایسا ہی ہو گا یہ تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے۔ وہ
بڑی حکمت والا اور ہر چیز کا جانے والا ہے۔ ۳۰

"فرشتوں نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی۔ سارہ زوج ابراہیم چہرے پر تجوہ
سے طما نچے مارنے لگیں کہ میں بڑھی ہو چکی ہوں اولاد کیونکر پیدا کروں گی۔" - فرشتوں
نے کہا "ایسا ہی ہو گا یہ تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے۔ وہ حکیم و عالم ہے۔"
حسب وعدہ الہی اگلے سال معین وقت پر جناب سارہ کے یہاں فرزند کی ولادت
ہوئی، اُن کا نام اسحاق رکھا گیا۔

تمسی یا شیخ زوجہ ذکر یا علیہ السلام ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔

كَهِيْعَصَنْ يُنْكُرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ رَكَرِيَاً إِذْ نَادَى رَبَّهُ
نِدَاءَ حَقِيقَةً قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظَمُ مِنِي وَأَشْتَعَلَ
الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِذِعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَإِنِّي خَفْتُ

الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَآءِي وَكَانَتْ أُمَّةً أَتَى عَاقِرًا فَهُبْ لِي مِنْ
لِذِنْكَ وَلِئَا يَرْثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلٍ يَعْقُوبَ وَأَجْعَلَهُ رَبِّ
رَضِيَّا (سورة مریم)

ترجمہ:- کہیجس یہ ذکر یا کے ساتھ تمہارے پروردگار کی مہربانی کا ذکر ہے۔ جب انہوں نے اپنے پروردگار کو دھمکی آواز سے پکارا۔ کہا کہ پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میرا سر بڑھا پے کی آگ سے بھڑک اٹھا ہے اور میں تھے پکارنے سے کبھی محروم نہیں رہا ہوں۔ اور مجھے اپنے بعد اپنے خاندان والوں سے خطرہ ہے اور میری بیوی بانجھے ہے تو اب مجھے ایک ایسا ولی اور وارث عطا فرمادے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور پروردگار اسے اپنا پندیدہ بھی فرار دے۔

زوجہ ذکر یا ایشیع اور جناب ذکر یا کافی بوڑھے ہو چکے تھے جب حضرت جبریلؐ آئے اور انہوں نے اعلان کیا کہ اللہ نے تمہاری عبادت اور دعاویں کے صلے میں تمہیں ایک بیٹا دینے کا فیصلہ کیا ہے جس کا نام تھی ہو گا۔

چوتھی بالفیس زوجہ سلیمان ہیں سورہ محل میں خدا فرماتا ہے۔

إِنِّي وَجَدْتُ اُمَرْلَةً تَفْلِكُهُمْ وَأَتَيْتُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا
عَرْشٌ عَظِيمٌ۔ (سورة نحل آیت ۲۳)

ترجمہ:- ہدہ نے کہا میں نے ایک عورت کو ان لوگوں کی مالکہ دیکھا جس کو ہر چیز میسر ہے اور اس کا بہت بڑا ختنت ہے۔

پانچویں رحمہ بنت مراجم بن یوسف بن یعقوب زوج ایوب خداوند تعالیٰ سورة مص

میں فرماتا ہے۔

**وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةٌ مِّنَّا وَذِكْرٌ لِأُولَى
الْأَلْبَابِ۔** (سورہ مس آیت ۴۳)

ترجمہ:- ہم نے اس کی اہلیہ اور اس کے ساتھیوں کو بخشش عطا کی
اور یہ صاحبان عقل کے لیے نصیحت ہے۔

چھٹی، صفوراء، زوجہ موسیٰ بن عمران ہیں۔ سورہ القصص میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

**قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنَكِّحَ إِحْدَى أُبْنَتَيْ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ
تَأْجُرَنِي ثَيْنِي جِجِّ فَلَمَّا أَتَمْكَ عَشْرًا فَمِنْ
عِنْدِكَ۔** (سورہ القصص آیت ۲۶)

(حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا) میں چاہتا ہوں کہ تم سے
انپی ایک بیٹی کا عقد کروں تاکہ میرے پاس آٹھ سال رہو اگر دوں
سال رہو گے تو یہ تمہاری مرضی پر موقوف ہو گا۔

ساتویں زلیخا زوجہ یوسفؓ خداوند تعالیٰ سورہ یوسف میں فرماتا ہے۔

**وَقَالَ اللَّهُذِي أَشْتَرَاهُ مِنْ وَصْرَ لِأَمْرَأِهِ أَكْرِيمِي مَثْوَةً
عَسَى أَنْ يَنْفَعَنَا أُونَتَخْذَهُ وَلَدًا۔** (سورہ یوسف آیت ۲۱)

ترجمہ:- جس شخص نے مصر میں اپنی عورت کے لیے یوسف کو
خریدا۔ کہاں کی اچھی دیکھ بھال کر ممکن ہے یہ میں فائدہ دے اور
ہم اس کو اپنا بیٹا بنایں۔

اللہ تعالیٰ زلیخا کی زبانی حکایت نقل کرتا ہے۔ **الثُّنَّ حَضَّحَ الْحَقُّ أَنَا**

رَأَوْدَتُهُ عَنْ نَفْسِهِ (سورہ یوسف آیت ۱۵) اب مجھ پر حق واضح ہوا۔

بخار الانوار جلد ۵ بحوال علی الشراح امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ زیخانے یوسف علیہ السلام کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ نوکروں نے کہا ہمیں ڈر لگتا ہے کہ تمہیں یوسف کے پاس لے جائیں زیخانے کہا مجھے اس شخص سے کوئی ڈر نہیں الگتا جو خدا سے ڈرتا ہے زیخا یوسف کے پاس حاضر ہوئی۔

یوسف:- تیرا رنگ کیوں مگرزا گیا ہے؟

زیخا:- الحمد لله الذي جعل الملوك بمعصيتهم عبيداً وجعل العبيد بطاعتهم ملوكاً. خدا کا شکر ہے جس نے گناہوں کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام اور اطاعت کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔

یوسف:- تم اس قدر فریفتہ کیوں ہو گئی تھیں؟

زیخا:- حسن وجهک آپ کے خوبصورت چہرہ کی وجہ سے۔

یوسف:- حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا حالت ہوتی اگر تم پنجہر آندر زمان کو دیکھتیں جس کا نام محمد ہے۔ آپ مجھ سے زیادہ خوبصورت زیادہ با اخلاق، زیادہ نیک اور زیادہ تھیں؟

زیخا:- آپ نے سچ فرمایا۔

یوسف:- اس کا کیا ثبوت ہے کہ میں نے سچ کہا ہے؟

زیخا:- جب آپ نے محمد کا نام لیا ہے اس وقت آپ کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی ہے، خدا نے یوسف کو وحی کی زیخانی کہتی ہے چونکہ زیخا محمد کو دوست رکھتی ہے میں زیخا کو دوست رکھتا ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ زیخا سے شادی کرلو۔ آٹھویں آسیہ بنت مراحم زوجہ فرعون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورہ فصل میں فرماتا ہے۔

وَقَالَتِ اُمْرَأَكَ فِرْعَوْنَ قُوْكَ عَيْنِ لَى وَلَكَ لَا تَقْتُلُه
عَسَى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَخَذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ.

(سورہ لقہص آیت ۹)

ترجمہ :- فرعون کی عورت نے کہا موسیٰ کو قتل نہ کرو یہ میرے اور تمہارے آنکھوں کی خندک ہوں گے یا اس کو اپنا فرزند بنالیں گے اور وہ موسیٰ کو نبیں جانتے تھے۔

سورہ تحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ اتَّنَعَّمُوا أُمْرَأَكَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ
رَبِّ أُبْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِنِي مِنْ فِرْعَوْنَ
وَعَمَلِهِ وَنَجِنِي مِنْ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ۔ (سورہ تحریم آیت ۱۱)

ترجمہ :- خدا نے ایمان والوں سے فرعون کی عورت کی مثال بیان کی جس نے کہا پالنے والے میرے لیے جنت میں گھر بنا مجھے فرعون اور اس کے افعال سے نجات دے اور ظالم قوم سے نجات دے۔

خصال میں رسول اللہ سے روایت درج ہے آپ نے فرمایا۔ تین اشخاص نے ایک لمحے بھی کفر نہیں کیا۔ مومن الیتین۔ علی بن ابی طالب۔ آسیہ زوجہ فرعون۔ بخار جلد ۱ میں این بابویہ تی رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا چار عورتوں کی بہشت مشاتق ہے جناب مریم بنت عمران۔ جناب آسیہ زوجہ فرعون۔ خدیجہ بنت خوبیلہ اور حضرت فاطمہ بنت محمد۔

نویں :- مریم بنت عمران والدہ حضرت عیسیٰ خداوند عالم نے آپ کا قرآن میں چند مقامات پر ذکر کیا ہے واضح طور پر جہاں آپ کی مدح کی گئی ہے وہ سورہ آل عمران

کی آیات ہیں۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَرَكِ وَأَسْجَدَ لِكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ يَا مَرْيَمُ أَقْتُنْتِ لِرَبِّكِ
وَاسْجُدْيِ وَارْكُعْيِ مَعَ الرَّاكِعِينَ۔ (سورہ آل عمران آیت ۳۳)

فرشتوں نے مریم سے کھا خانے آپ کو برگزیدہ کیا اور پاک کیا۔
کائنات کی عورتوں سے برگزیدہ کیا اے مریم اپنے رب کے لیے
سجدہ کر کر کونے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

قرآن مجید میں صراحتاً مریم کے بعد کسی اور عورت کا نام نہیں لیا گیا۔

بحار میں طبری سے روایت درج ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا۔ اصطفاک
کے معنی اولاً انبیاء سے برگزیدہ کرنا ظہر ک پاک رکھنا۔ واصطفاک بغیر شوہر کے
معنی کو پیدا کرنا۔

رسوی:- خدیجہ بنت خویلدر زوج خاتم النبیین ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ
نے سورہ حجی میں فرمایا ہے۔ وو جدک عائلًا فاغنِي تمہیں فقیر پایا غنی کر دیا۔ معانی
الاخبار میں ابن عباس سے وجہ عائلہ کی تفسیر یوں ہے تم اپنی قوم کے نزدیک فقیر
تھے تمہارے پاس کوئی مال نہیں تھا خانے آپ کو خدیجہ کے مال سے تو نگر بنا دیا۔ آپ
وہ مندو مدد ہیں جو سب سے پہلے رسول اللہ پر ایمان لائیں۔

امالی طوی میں آنحضرتؐ سے روایت ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ
اور عورتوں میں خدیجہؓ آنحضرتؐ پر ایمان لاائیں۔

علم مجلسی ”بحار الانوار“ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب شب معراج میں آسمان سے زمین کی

طرف آنے لگا تو جبرائیل سے پوچھا تھے زمین پر کوئی کام ہے کہا خداوند تعالیٰ کا اور میرا خدیجہؓ کو سلام پہنچا دینا۔

گیارہویں:- حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں چند مقامات پر خداوند عالم نے آپ کی مدح فرمائی ہے۔ سورہ رحمان، سورہ قدر، سورہ کوثر اور سورہ حلّ الیٰ میں آپ کی تعریف ہے۔

بخار جلد ۱۰ میں مناقب سے منقول ہے کہ امام مویٰ کاظم علیہ السلام سے لوگوں نے سوال کیا کہ سورہ حلّ الیٰ میں بہشت کی تمام نعمتوں کا ذکر ہے مگر حوروں کا ذکر نہیں ہے فرمایا فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہما کے اجلال اور بزرگی کی خاطر۔ سورہ لیلۃ القدر کی تفسیر بھی آپ کی شان میں ہے چنانچہ بخار جلد ۱۰ تفسیر فرات بن ابراہیم (اس تفسیر کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے) سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا انا انزلناه فی لیلۃ القدر۔ لیل (رات) سے مراد فاطمہ۔ القدر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے فمن عرف فاطمة حق معرفتها فقد ادرك لیلۃ القدر جس نے فاطمہؓ کو پہچان لیا اس نے شب قدر کو پالیا۔ شاید اس روایت سے یہ مطلب اخذ ہو کہ فاطمہؓ شب قدر کی مانند ہیں۔“ جس طرح کسی شخص کو معلوم نہیں کہ شب قدر کی رات کون سی ہے اسی طرح فاطمہؓ کی جلالت القدر کو کوئی شخص کا ماحقہ نہیں سمجھ سکتا۔ شب مبارک کی تفسیر بھی سیدہ کوئین سلام اللہ علیہما ہیں۔

بخار الانوار کی گیارہویں جلد میں تحریر ہے کہ ایک یہودی نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے سوال کیا کہ حم والكتاب المبين انا انزلناه فی لیلۃ المبارکة کی باطنی تفسیر کیا ہے فرمایا حم سے مراد محمدؐ۔ کتاب میبن سے مراد امیر المؤمنین اور لیلۃ المبارک سے مراد فاطمہ زہرا ہیں۔

وَفِيهَا يُفَرِّقُ كُلُّ امْرِ حَكِيمٍ فَرِمَا يَا سَ - خَيْرٌ كِشْرَ جَارِيٌ هُوَ كَـا - فَرِجْلٌ حَكِيمٌ،
رَجْلٌ حَكِيمٌ رَجْلٌ حَكِيمٌ يَعْنِي قَاطِنٌ سَـ دَانَا آدَمِيٌّ پَيَادَاهُونَ گَـ

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكُوَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ
الْمِصْبَاحُ فِي رُجَاجَةِ الرُّجَاجَةِ كَانَهَا كَوْكَبٌ ذُرَىٰ تُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ
مُبَرَّكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضَىٰ وَلَوْلَمْ تَقْسِسْهُ
نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ
لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِ

”اللہ آسمانوں کو اور زمین کو روشن کرنے والا ہے، اس کے نور کی مثال اس روشنداں کی ہے، جس میں ایک زبردست چراغ ہو وہ چراغ ایسے شیخے کی قندیل میں ہو۔ وہ قندیل ایسی ہو جیسے ایک چکتا ہوا تارا زیتون کے مبارک درخت کے تل سے روشن ہو، جو شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تل خود بخوبی روشن ہو جائے، گواگ اس کو نہ چھوئے، وہ نور بالائے نور ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی راہ ملاد دیتا ہے۔“

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا مثَلُ نُورِهِ كَمِشْكُوَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ۔ خدا کے نور کی مثال اس طرح ہے، جس طرح چراغ فانوس میں ہو فرمایا فانوس سے مراد علم ہے جو نبی کے سینے میں ہے فِي زَجَاجَةٍ شیخے میں ہے، شیخے سے نبی کا سینہ مراد ہے، نبی کے سینے سے علم علی کے سینہ میں رسول کی تعلیم سے منتقل ہوا۔

كَانَهَا كَوْكَبٌ ذُرَىٰ تُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَرَّكَةٍ
وَهُوَ قَنْدِيلٌ أَيْسَىٰ هُوَ جَمِيعًا چَمَكَتَا ہوا تارا۔ زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہو۔

اس سے نور الحلم مراد ہے، جونہ شرقی ہے اور نہ آنی غربی، یعنی نصرانیت ہے اور نہ ہی یہودیت۔

يُكَادْ رَيْتُهَا يُضِئُ وَلَوْلَمْ تَمَسَّهَ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ
 قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخوروشن ہو جائے، آگ اس کو نہ چھوئے وہ نور
 بالائے توڑے ہے۔ فرمایا آل محمدؐ علم سوال کرنے سے پہلے بولنے لگ جاتا ہے۔

صادق آل محمد علیہ السلام نے اس آیت کی یوں تفسیر فرمائی۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثُلُ نُورِهِ كَمُشْكُوَةٍ فِيهَا مَصْبَاحٌ سے
 مرادِ امام حسنؑ ہیں، فی زجاجة سے حسینؑ کا انہا کوکب "ذری فاطمہؓ" ہیں، جو
 کائنات کی عورتوں میں کوکب دری ہیں۔ یوقد من شجرة مباركة سے مراد
 ابراہیمؑ لَا شرقیَّةً وَ لَا عَرَبِيَّةً سے مراد یہودیت اور نصرانیت کی لفظی ہے، یُكَادْ
 رَيْتُهَا لِفَنِي سے مراد ہے کہ درخت مبارک سے علم کا چشمہ پھوٹا ہے۔

إِنَّهَا لِإِحْدَى الْكُبُرِ (سورہ مدثر آیت ۳۵) کی تفسیر میں مراد فاطمہؓ ہیں۔

تفسیر فرات بن ابراہیم کوفی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے **إِنَّهَا لِإِحْدَى الْكُبُرِ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ** (سورہ مدثر ۳۵۔) وہ فاطمہؓ بڑوں میں ایک ہیں اور بشر کو
 ڈرانے والی ہیں۔ ابن عباس سے روایت منقول ہے۔ خدا نے یہ آیت نازل کی مرج
 البحرين یلتقيان دو موچیں مارتے ہوئے سمندر، خدا نے کہا میں نے دو سمندروں
 کو بھیجا ایک علیؑ ہیں جو علم کا سمندر ہیں دوسری فاطمہؓ ہیں جو نبوت کا سمندر ہیں آپس
 میں متصل ہوتے ہیں۔ میں خدا ہوں ان کے درمیان میں نے وصلت قرار دی ہے۔
 اے گروہ جن و انس اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت کی تکذیب کرتے ہوں ولایت علیؑ کی یا حاضر
 فاطمہ زہراؓ کی۔ لُؤْلُو سے مراد حسنؑ ہیں مرجان سے حسینؑ مراد ہیں۔ لُؤْلُو بڑا ہوتا ہے اور

مرجان چھوٹا ہوتا ہے۔

آیت مبائلہ میں ناسنا سے مراد فاطمہ زہرا ہیں۔

صاحب بخاری سے روایت نقل کرتے ہیں بالاتفاق ناسنا سے مراد فاطمہ زہرا ہیں۔ میدان مبائلہ میں علیؑ فاطمہ اور حسینؑ کے سوا کوئی شخص رسول اللہ کے ساتھ نہیں گیا تھا انفنا سے مراد امیر المؤمنینؑ ہیں جو نفس پیغمبرؐ ہیں۔

زوجہ عفیفہ صاحہ سعادت عظیمہ ہے:

فروع کافی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت منقول ہے کہ خداوند عالم حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میں اپنے بندے کے درمیان دنیا اور آخرت کی بھلائی کو جمع کروں تو میں اس کے دل کو خشوع کرنے والا۔ زبان کو خدا کی یاد کرنے والی اور اس کے بدن کو مصیبت پر صبر کرنے والا اس کو زوجہ صاحہ عطا کرتا ہوں جب اس کی طرف نظر کرے تو خوش ہو جائے جب وہ شخص گھر سے باہر چلا جائے تو اس کی جان اور مال کی حفاظت کرے عفت اور صلاحیت کے لحاظ سے عورتوں کے کئی ذریعے ہیں۔ علیؑ درجات کی وہ بیویاں ہیں جو عالمہ، عارف اور عفیفہ ہوں۔ یہ سعادت الٰل ہے۔ عصمت اور طہارت کوئی ہے۔

شرف ازل سے جواز واج مرتضی کو ملا

شرف ازل سے جواز واج مرتضی کو ملا
کہاں یہ مرتبہ ناموس اوصیا کو ملا
جو کچھ شرف تھا وہ سب اشرف النسا کو ملا
نہ ہاجرہ کو ملا اور نہ آسیا کو ملا
مگر یہ درجہ بھی ہے میں کس کے آیا ہے
جو بعدِ فاطمہ اُمّ ابین نے پایا ہے
نہ کیوں بتوں کی ہو ہم نشیں وہ عرض ڈو قار
وہ مال حسین کی یہ مادر علمبردار
کیا حسین کو امت پر فاطمہ نے ثار
حسین پر کئے قربان اُس نے بیٹے چار
امام فاطمہ کے نورِ عین کو سمجھی
حسن کو پیشو ، آقا حسین کو سمجھی
دم اخیر علی نے یہ اس کو دی تھی خبر
کہ ہوں گے فدیہ شہید تیرے چار پسر
یہ اپنے بیٹوں کی تعظیم کرتی تھیں اکثر
پسر جو پوچھتے کہتی تھیں ہوں فدام تم پر
نہ کیوں میں فخر کروں فخر والدین ہو تم
غلام فاطمہ ہو فدیہ حسین ہو تم
(مرزادیہ)

۲..... باب ﴿

حضرت علی ﷺ کی ازدواجی زندگی

عرب کے تاریخ نویس میں یہ رسم نہ تھی کہ پیدائش و حیات اور ازدواجی زندگی کے خصوصیات اور زندگانی کی دیگر ضروریات کے متعلق بحث کریں اسی وجہ سے اب تک تاریخ میں بہت سی مشکلات ہیں جو حل نہیں ہوئیں ان میں سے رسالت مامّہ کی قبل از بعثت والی روزمرہ کی زندگی کے حالات یا قبل از بعثت حضرت علیؓ کی زندگانی کے تمام واقعات نہیں ملتے۔

مختلف روایتوں کے پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ لکھتا ہے کہ جب تک حضرت فاطمہ علیہ السلام زندہ رہیں حضرت علیؓ نے کسی دوسرا زوج کا انتخاب نہیں فرمایا۔

لیکن جناب فاطمہؓ کی رحلت کے بعد بوجب وصیت حضرت سیدہ حضرت علیؓ نے امامہ و ختر زینت بنت ابی العاص سے جو حضرات حسینؑ اور جناب زینت و ام کلثومؓ سے حدود جمعت کرتی تھیں شادی کر لی اور ان کے بعد وہ اور عورتوں سے امیر المؤمنینؑ نے نکاح کیا جن کی تعداد گیارہ ہوتی ہے۔ روایتوں کے مطابق ان سب سے کم سے کم ۲۷،

اور زائد سے زائد ۳۶ تک اولاد ہوئیں۔ اخبارہ بیٹے اور اخبارہ بیٹیاں۔

حضرت علیؑ کی بیویوں کے نام:

- ۱۔ حضرت فاطمہ زہراؓ دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 - ۲۔ امامہ بنت ابی العاص دختر زینب بنت ہالہ (لے پاک حضرت خدیجہؓ)
 - ۳۔ خولہ بنت جعفر بن قیس حفیہ۔
 - ۴۔ اسماء بنت عمیس حشریہ۔
 - ۵۔ حضرت اُمّ ابینین بنت حرام ابن خالد کابی۔
 - ۶۔ لیلی بنت مسعود دارمیہ تمکیہ نہشانی
 - ۷۔ اُمّ سعید بنت عروہ بن مسعود تلقی۔ (حضرت اُمّ لیلی مادر حضرت علیؑ اکبر کی سگی پھوپھی)
 - ۸۔ اُمّ شعیب مخرزومیہ۔
 - ۹۔ حمیۃ دختر امراء القیس۔
 - ۱۰۔ صحہا (سبیہ) بنت عباد بن ربیعہ تقلیہ (کنیت:- اُمّ جبیب)
- حضرت فاطمہ زہراؓ کا نکاح کیم ذی الحجه ۲ھجری کو ہوا تھا۔
- حضرت فاطمہ زہراؓ کی شہادت کے چھ مینے کے بعد حضرت علیؑ نے امامہ بنت ابی العاص سے نکاح کیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب)
- دس خواتین گلی آپ کی زوجیت میں آئیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب)
- حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد چار ازواج زندہ رہیں اور انہوں نے عقد ثانی نہیں کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کسی پیغمبر غدا یا وصی رسولؐ کی ازواج کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے بعد کسی اور سے شادی کریں۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

۲۔ امامہ سے عقد کا سال

حضرت فاطرہ ہرماں کی شہادت کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے چند مہینے کے بعد ۱۱ھ میں امامہ بنتِ ابی العاص سے عقد کیا۔ امامہ سے ایک فرزند محمد اوسٹابن علی پیدا ہوئے جو کر بلا میں شہید ہوئے۔

۳۔ خولہ سے عقد کا سال

۱۲ھ میں صحابی رسول مالک بن نویرہ کو خالد بن ولید نے شہید کر دیا۔ اور قبیلہ کی عورتوں کو مدینے اسیر بنا کر لایا۔ خولہ بنت جعفر بن قیس حنفیہ بھی قید ہو کر قبر نبی پر آئیں، حضرت علی علیہ السلام نے ۱۲ھ میں خولہ سے عقد کر لیا۔ جن سے حضرت محمد حنفیہ کی ولادت ہوئی۔ ۱۵ھ میں محمد حنفیہ پیدا ہوئے اور محرم ۱۸ھ میں تقریباً ۲۵ سال میں وفات ہوئی۔

۴۔ اسماء بنت عمیس سے عقد کا سال

حضرت اسماء بنت عمیس ۱۲ھ رجماڈی الثانی ۱۳ھ کو دوبارہ ہو گئیں۔ چونکہ اسماء بنت عمیس کے بچوں کی پرورش حضرت علی علیہ السلام کے ذمے تھی اس لیے بعد ادت تقریباً ۱۴ھ میں حضرت علی سے اسماء بنت عمیس سے عقد کر لیا۔ اسماء بنت عمیس کے دو کمسن بچوں محمد ابن ابی بکر اور زین ابی کلثوم کی پرورش حضرت علی کے گھر میں ہوئی۔

حضرت علی سے اسماء بنت عمیس کے بیہاں دو بیٹے، سیدی اور عون پیدا ہوئے۔ سیدی نے بچپن میں وفات پائی۔ عون بن علی ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے ۳۶ برس کے سن میں روز عاشورہ کر بلا میں شہادت پائی۔

۳۸ھ میں محمد ابن ابی بکر بمقام مصڑیہ کر دیئے گئے۔ محمد ابن ابی بکر کا سر اتم حبیب

بنتِ ابوسفیان نے تھفتاً اسماء بنتِ عُمیس کو بھجوایا۔ اس وقت وہ جائے نماز پر تھیں خیر سنتے ہی اسماء بنتِ عُمیس کا سینہ پھٹ گیا اور خون جاری ہو گیا۔ جوان فرزند کی موت کے صدمے سے وفات ہو گئی۔

۵۔ صحبا (امم حبیب) کے عقد کا سال

صحبا بنتِ عباد بن ربيحہ بن میکی بن علقہ تغلبیہ۔ صحبا خاتون کی کنیت اُم حبیب یا اُم حبیبہ تھی۔ حضرت علیؑ نے جنگِ بیامہ یا عین المتر کے اسیروں میں سے آپ کو خرید فرمایا تھا۔ آپ اُم حجری میں فتح عین المتر کے بعد عقد میں آئیں۔ صحبا خاتون عرف اُم حبیب کے بطن سے عیسیٰ الاطرف اور جناب رقیہ جڑواں پیدا ہوئے۔

عیسیٰ الاطرف نے پچاسی برس کے سن میں وفات پائی اور رقیہ کبریٰ حضرت مسلم بن عقیل کی زوجیت میں تھیں۔ (تاریخ کامل ازا ابن اثیر۔ تاریخ طبری از علامہ ابن جریر طبری۔ تاریخ ابن خلدون)

۶۔ حضرت اُم ابین سے عقد کا سال

شبِ جمعہ ار رجب ۲۱ھ میں حضرت علیؑ نے حضرت اُم ابین سے عقد فرمایا۔ ایک سال کے بعد ۲۲ ربیعہ میں حضرت عباسؓ کی ولادت ہوئی وقت شہادت حضرت عباسؓ کا سن ۳۸ برس تھا۔

اکثر شیعہ و سنی موزخین نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی بیویوں میں وہ منکوحہ اور چند کنیزیں تھیں اور ان سے ۳۶، اولاد پیدا ہوئیں۔ (مروح الذہب مسعودی، جنات الخلوہ، منتخب الوارث، کامل ازا ابن اثیر، عمدة المطالب فی انساب آل ابی طالب، ناخ الوارث، روضۃ الصفا، حبیب المسیر، تاریخ طبری و مازکتب انساب)۔

ابن شہر آشوب کی روایت ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد چار بیویاں باقی

رہیں یعنی امامہ بنت ابی العاص، ام البنین، ملیٰ بنت مسحود اور خولد بنت جعفر (والدہ حضرت محمد حنفیہ) زندہ رہیں۔

شیخ شرف الدین نتاب نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی چہ اوالادان کی زندگی میں وفات پا گئیں اور تیرہ اولادیں باقی رہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس موڑخ کی نظر اولاد ذکور پر ہے جو بعد رحلت حضرت علیؑ زندہ تھیں۔

محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی نوبیویاں اور اٹھارہ کنیزیں تھیں جن سے اٹھارہ لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

اولاد حضرت علیؑ علیہ السلام:

حضرت فاطمہ زہراؓ کے بطن سے پانچ اولادیں تھیں۔ حسن، حسین، زینب، ام کلثوم، محسن۔

ام البنین کے بطن سے چار اولادیں تھیں۔ عباس، اکبر، جعفر، عبداللہ، عمران۔

ملیٰ کے بطن سے دو اولادیں:- محمد اصغر، عبید اللہ۔

اسماء کے بطن سے دو اولادیں:- محبکی، عون۔

ام سعید کے بطن سے دو اولادیں:- ام الحسن، رملہ۔

ضھیا (ام حبیب) کے بطن سے دو اولادیں:- رقیہ، غیر اطرف جو جڑواں تھے۔

ام ولد کے بطن سے دو اولادیں:- محمد، ابراہیم (نصر بن مژاہم کے عقیدہ کے مطابق)

خولد کے بطن سے جناب محمد اکبر (محمد حنفیہ)۔

ام شعیب کے بطن سے دو اولادیں۔

ان سب اولادوں کی تعداد ۲۳ ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ بارہ اولادیں اور بیان کی

جاتی ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:-

- (۱) نفیہ (۲) فاطمہ صفری (۳) اُم ہانی (۴) اُم کرام (۵) جمانہ
 (۶) امامہ (۷) اُم سلمہ (۸) میونہ (۹) خدیجہ (۱۰) تغیرہ
 (۱۱) عبداللہ اوسط (۱۲) محمد اوسط۔ ان بارہ اولاد کی ماڈل کے نام معلوم نہیں ہیں، یہ
 بات مسلم ہے کہ سات اولادیں قبل از شہادت حضرت علی وفات پا گئیں تھیں۔

حضرت امام حسن سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور عمر اصغر سب سے چھوٹے
 صاحبزادے تھے مگر انہوں نے سب سے زیادہ زندگی پائی اور ان ۸۵ سال زندہ رہے ان
 کی ماں صہباً تھیں۔

لڑکیوں میں فاطمہ بنت علی نے سب سے زیادہ عمر پائی اور ان کو حضرت امام جعفر
 صادق کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ کے صاحبزادوں کے نام:

- | | | | | |
|------------------------------|----------------------------------|------------------|------------------------------|------------------------------|
| ۱۔ حضرت حسن بن عتبہ | ۲۔ حضرت حسین بن سید الشہداء | ۳۔ حضرت حسن شہید | ۴۔ حضرت محمد حنفیہ | ۵۔ عیینی |
| از جناب خولہ بنت جعفر بن قیس | از حضرت فاطمہ زہرا علیہما السلام | | از جناب عباس اکبر قربنی ہاشم | ۶۔ عون |
| از اسماء بنت عمیس | | | | ۷۔ حضرت عباس اکبر قربنی ہاشم |
| از جناب اُم الحنین | | | | ۸۔ حضرت عبداللہ |
| | | | | ۹۔ حضرت عمران |
| | | | | ۱۰۔ حضرت جعفر |

از جناب اللہی بنت مسعود دارمیہ	۱۱۔ محمد اصغر
	۱۲۔ عبداللہ
	۱۳۔ عمر اطرف
از صہبہ تعلیمیہ (ام حبیب)	۱۴۔ عباس اصغر
	۱۵۔ محمد اصغر
	۱۶۔ ابراہیم
از امام شعیب	۱۷۔ عبداللہ اوسط
	۱۸۔ محمد اوسط
از امامہ بنت ابی العاص	
محیۃ بنت امراء القیم	۱۹۔ احمد

رواتیوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان ۱۹ صاحبزادوں سے چھ اپنے پدر بزرگوار کی زندگی
ہی میں فوت ہو گئے تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) حضرت حسن (۲) محمد اصغر از ام ولد (۳) محمد اصغر از علی دارمیہ
(۴) ابراہیم از ام ولد (ان کا نام بجز نصر بن مژاہم کے کسی مورخ نے نہیں لکھا)۔

(۵) عبداللہ اوسط (۶) محمد اوسط

حضرت علی کی نسل پانچ صاحبزادوں سے چلی۔

حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت محمد حقیقی، حضرت عباس علیدار،

حضرت عمر اطرف (ان کا نام زید بن علی بھی لکھا ہے)۔

حضرت علی، امام حسن، امام حسین نے اپنے بیٹوں کے نام۔ ابو بکر، عمر، عثمان، معاویہ

کبھی نہیں رکھے۔ یہ نام عقیل، سہیل، عمار، زید، سالم، عمران سے تبدیل کئے گئے ہیں۔

حضرت امام حسین کے علاوہ بارہ صاحبزادے کربلا میں شہید ہوئے یعنی قبر بنی هاشم

حضرت عباس، جتاب عبد اللہ، جتاب عمران اور جتاب جعفر پیران حضرت اُمّ المؤمنین عون پر اسماء اور عباس اصغر پر صہباء۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام میں سب سے افضل حضرت زینب بنت کبریٰ اور حضرت اُمّ کلثوم عرضیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی صاحزادیوں کے نام:

- | اولاد | صاحبزادیاں | شوہر کنام |
|-------|---------------------------------|--|
| | ۱۔ حضرت زینب بنت کبریٰ | حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار عون و محمد عبد اللہ و عباس |
| | ۲۔ حضرت اُمّ کلثوم | حضرت عون بن جعفر طیار قاسم بن عون (شہید کربلا) |
| | ۳۔ حضرت فاطمہ بنت علی | حضرت محمد بن ابو عیین بن عقیل سعید |
| | ۴۔ حضرت زینب صغیری | حضرت محمد بن عقیل عبد الرحمن و عبد اللہ |
| | ۵۔ حضرت رقیۃ (اُمّ کلثوم صغیری) | حضرت مسلم بن عقیل عبد اللہ، محمد اصغر محمد اکبر، ابراہیم |
| | ۶۔ اُمّ ہانی (فقيہہ) | حضرت عبد اللہ اکبر بن عقیل |
| ۷۔ | حضرت اُمّ سلما (ایمہ) | حضرت صلت اہن عبید اللہ بن توفیں بن حارث بن عبد المطلب |
| | ۸۔ حضرت اُمّ کرام (رحماء) | بچپن میں انتقال ہوا |
| | ۹۔ ہجاتہ (اُمّ جعفر) | بچپن میں انتقال ہوا |
| | ۱۰۔ حضرت میمونہ | حضرت عبد اللہ اصغر بن عقیل (عقیل بن عبد اللہ بن عقیل) |
| | ۱۱۔ حضرت خدیجہ | حضرت عبد الرحمن بن عقیل قاسم بن عبد الرحمن |

- ۱۲۔ حضرت نفیس (ام کلثوم اوسط) حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب
- حضرت جعدہ بن حمیرہ علی بن جعدہ
- ۱۳۔ اُم الحسن (گورنر خراسان)
- حضرت ابو الحیاچ بن عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب
- ۱۴۔ رملہ کبریٰ بچپن میں انتقال ہوا
- ۱۵۔ سکینہ بچپن میں انتقال ہوا
- ۱۶۔ زقیہ صغرا بچپن میں انتقال ہوا
- ۱۷۔ تقیہ بچپن میں انتقال ہوا
- ۱۸۔ رملہ صغیری حضرت جعفر بن عقیل

حضرت علیؑ کی بیٹیوں کی شادی حضرت علیؑ کے ساتھ بھائی حضرت عقیل اور جعفر طیار کے فرزندوں سے ہوئی۔ اور پھر حضرت علیؑ کے چچا زاد بھائی عبداللہ ابن عباس، عبیداللہ بن حارث بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹوں سے ہوئی، ایک بیٹی کی شادی حضرت علیؑ کے بھانجے جudeہ ابن حمیرہ سے ہوئی یہ حضرت علیؑ کی بہن اُم ہانی کے فرزند ہیں۔

بخاری انوار میں تحریر ہے کہ رسول اللہؐ نے اولاد علیؑ اور جعفر طیار کے فرزندوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لیے اور ہمارے بیٹیے ہماری بیٹیوں کے لیے ہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں اولاد فاطمہؓ علیؑ کا غیر سے نکاح ناجائز تصور ہو گا۔

حضرت اُم کلثومؓ کی شادی خطاب کے بیٹے سے ایک من گھڑت قصہ ہے۔ خطاب کا شجرہ بہت خراب تھا جو تاریخوں میں درج ہے۔

حضرت علیؑ کے جو بیٹے کر بلا میں شہید ہوئے:

کر بلا میں حضرت علیؑ کے بارہ فرزند شہید ہوئے۔ ان میں چار امام اعلیٰ کے گئے بیٹے تھے۔

- ۱۔ حضرت امام حسینؑ ۷۵ برس مقاصل و تاریخ اعیان الشیعہ
- ۲۔ حضرت عباسؑ اُم اعلیٰ ۳۸ برس اعیان الشیعہ
- ۳۔ حضرت عبداللہؑ اُم اعلیٰ ۳۰ برس اعیان الشیعہ
- ۴۔ حضرت عمرانؑ اُم اعلیٰ ۲۸ برس اعیان الشیعہ
- ۵۔ حضرت جعفرؑ اُم اعلیٰ ۲۶ برس اعیان الشیعہ
- ۶۔ محمد بن علیؑ بخار الانوار لیلی بنت مسعود
- ۷۔ عبید اللہ بن علیؑ بخار الانوار لیلی بنت مسعود
- ۸۔ ابراجیم بن علیؑ مقاصل الطالبین صہبا (اُم حبیب)
- ۹۔ عباسؑ اصغر تذكرة الحواس صہبا (اُم حبیب)
- ۱۰۔ محمد او سط بن علیؑ زیارت ناحیہ امامہ بنت ابی العاص
- ۱۱۔ عون بن علیؑ ابو الحفظ اسماء بنت عمیس
- ۱۲۔ غمیر بن علیؑ ابن شہر آشوب صہبا (اُم حبیب)

۳۰۔۔ باب ۶۷

حضرت اُمّ الْبَنِينَ

تاریخ کی نظر میں

یہ بات مسلم ہے کہ امامہ اور خولہ اور اسماء بنت عہدیس اور صہیبا (ام جیب) کے بعد حضرت علیؑ نے حضرت اُمّ الْبَنِينَ سے شادی کی۔ آپ کا نام فاطمہ وحیدیہ کا بھی تھا اور کنیت اُمّ الْبَنِينَ تھی۔ آپ وحید بن کعب اور کاب بن ربیعہ کے خاندان سے تھیں جو عرب کے مشہور بہادروں میں تھے۔

اکثر سنی و شیعہ مورخین نے لکھا ہے کہ ایک روز حضرت علیؑ نے اپنے بھائی عقیل کو جو عرب کے علم الانساب میں سب سے زیادہ ماہر تھے بلا یا اور آپ نے ان سے فرمایا کہ بھائی میرے لیے ایک ایسی بیوی کا انتخاب کیجئے جس سے ایک بہادر اور شہنشوار فرزند پیدا ہو۔ حضرت عقیلؑ نے اُمّ الْبَنِينَ کا نام پیش کیا اور کہا کہ تمام عرب میں کوئی شخص ان کے باپ اور دادا سے زیادہ شجاع اور دلیل نہیں ہے۔ (الاصابہ صفحہ ۵۷۷، جلد ۱، معارف ابن

قیمیہ صفحہ ۹۲ جلد ۳، آغازی صفحہ ۱۵ جلد ۵)

یہ بات تحقیقیں شدہ ہے کہ حضرت اُمّ الْبَنِينَ کی شادی ۲۰ھ میں ہوئی اور اکثر مورخین

کاس پر اتفاق ہے کہ حضرت عباسؓ کی عمر جنگ صفین کے وقت پدرہ اور سترہ برس کے درمیان تھی اور کربلا کے واقعہ کے وقت آپ کا سن مبارک ۳۲ اور ۳۸ سال کے درمیان تھا۔ حضرت عباسؓ کی ولادت ۲۲ھ میں ہوئی۔

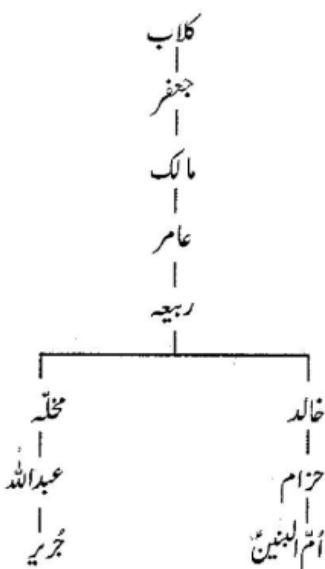
جنگ صفین حضرت علیؑ کی خلافت ظاہری کے دوسرے یا تیسرا سال واقع ہوئی جو مطابق ۳۷ و ۳۸ھ بھری ہوتی ہے حضرت عباسؓ کا سن اس جنگ کے وقت کسی مورخ نے ۱۵ اسال سے کم اور ۱۷ اسال سے زائد نہیں لکھا ہے، اس لیے آپ کا سن اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے وقت ۱۸ اسال اور کربلا میں ۳۸ اسال ہوتا ہے۔ ہماری اس تحقیق کی تائید احادیث اور روایات سے ہوتی ہے۔

خاندانی تربیت:

حضرت عباسؓ کی والدہ ماجدہ حضرت ام البنیّ کی تربیت بہت اچھی تھی، آپ علیؑ و اخلاقی اوصاف میں ممتاز تھیں اکثر علمائے شیعہ نے لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ نے اپنے پدر بزرگوار، مادر گرامی، بھائیوں اور بہنوں سے بہت سے علوم حاصل کیے۔ باپ، بھائیوں، بہنوں (حضرت زینبؓ و حضرت کلثومؓ) کی علیست کا مقام اظہر میں اشتمس ہے لیکن اس خبر سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہؓ بھی جو دنیا کے عالمی ترین بزرگ کی رفیقہ نہیات تھیں۔ علمی، اخلاقی، اور تربیتی امور میں کافی ملکہ رکھتی تھیں۔ جنت، السعادۃ اور روضۃ الشہداء میں روایت ہے کہ شمر نے جب وہ عبد اللہ ابن زیاد سے کوفہ میں حضرت امام حسینؑ کے قتل کرنے کی سازش کر رہا تھا اس قرابت کی بنا پر جو اس کو قبیلہ بنی کلاب سے تھی (شمر کا شجرہ بنی کلاب میں نہیں تھا وہ شجرہ خیش سے تعلق رکھتا تھا) اُس نے حضرت ام البنیّ کو رشتہ دار ثابت کرنے کے لیے ان کے چاروں بیٹوں کے لیے جن کو وہ اپنا بھاجنا بتاتا تھا اماں حاصل کی اور شبہ عشور ان کے تھیوں کے پیچھے آیا اور اماں

کی خبر سنائی۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی امان اُن سمیہ کی امان سے بہتر ہے۔ (تاریخ طبری صفحہ ۲۳۹ جلد ۲)

ابن اشیر کی روایت ہے کہ جریر ابن عبد اللہ بن ابی الحبلہ کلبی نے جو حضرت اُمّ لہبینؓ کا دور پار کا بھیجا تھا اور اس وقت جب عبید اللہ ابن زیاد نے پسر پیغمبرؐ کے قتل کا حکم صادر کیا اس کے دربار میں حاضر تھا اس سے حضرت عباسؓ اور ان کے بھائیوں کے لیے امان کا پروانہ حاصل کیا اور شمر کو جو اسی گروہ سے تھادے دیا۔
شجرے سے رشتے داری واضح ہو جاتی ہے:-



حضرت اُمّ لہبینؓ کے والد حرام کا پیچا زاد بھائی عبد اللہ تھا، عبد اللہ کا بیٹا جریر بن عبد اللہ تھا۔ ایک دور پار کے رشتے سے وہ حضرت اُمّ لہبینؓ کا پیچا زاد بھائی ہوتا تھا۔

بَابٌ ۲

حضرت اُمّہ البنین

کا نام اور کنیت

حضرت اُمّہ البنینؓ فاطمہ ذریت حرام کلابیہ کی ولادت ہجرت کے بعد ۵ ہجری میں
واقع ہوئی۔

ان کی وفات ۱۳ جمادی الثانی روز جمعہ ۲۳ ہجری حضرت امام حسین علیہ السلام کی
شہادت کے تین سال بعد ہوئی۔ اور جنت البقیع میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی
خواجگاہ اقدس کے نزدیک ان کا مدفن ہے۔ آپ کے شوہر حضرت علی علیہ السلام ہیں۔
ان کے بطن مبارک سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت عباس فرزند گرامی علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ روز ولادت ۲ شعبان
۲۲ ہجری اس حساب سے روز عاشورا ۲۱ھ آپ کی عمر ۳۸ سال تھی۔

۲۔ عبد اللہ ابن علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ واقعہ کربلا کے وقت ان کی عمر ۳۰
سال تھی۔

۳۔ عمران ابن علی بن ابی طالب واقعہ کربلا کے دوران ان کی عمر ۲۸ سال تھی۔

۳۔ جعفر بن علی اس ابی طالبؑ ان کی عمر شہادت کے وقت ۲۶ سال تھی۔

حضرت اُمّ الہینین کی ولادت:

پرانی اور نئی تاریخی کتابوں کے مطابعے سے پتہ چلتا ہے کہ جناب فاطمہ اُمّ الہینین کلامبیہ حسب و نسب اور طہارت و عفمت اور خاتمانی اوصاف کے لحاظ سے اپنوں کے درمیان منفرد حیثیت رکھتی تھیں۔ آپ کی ولادت تقریباً ۵ ہجری ہجرت کے بعد واقع ہوئی۔

کتب تواریخ میں انہائی جتو کے بعد اس کے سوا کوئی مستند تاریخ ولادت اور تضاد نظر نہیں آتا۔ (حیدر المرجانی)

حضرت اُمّ الہینین کا نام:

مرزا دیرنے کسی مقتل کے حوالے سے نام "جمیدہ" لکھا ہے۔

عدمہ الطالب میں آپ کا اسم گرامی فاطمہ درج کیا گیا ہے۔ تاریخ انھیں نے "والیسی" لکھا ہے۔ صفحہ ۳۱۔ لیکن آپ نے اُمّ الہینین کے لقب سے اس قدر شہرت حاصل کر لی ہے کہ اکثر مورخین کو آپ کا اسم گرامی معلوم ہی نہیں ہو سکا یا ان لوگوں نے اس کا ذکر ضروری نہیں سمجھا۔ چنانچہ حسب ذیل کتب تواریخ میں آپ کا تذکرہ اُمّ الہینین ہی کے نام سے کیا گیا ہے: کامل صفحہ ۴۰۰، مروج الذہب صفحہ ۲۲، الامامت والسیاست ۲ صفحہ ۷، مقتل خوارزمی ۲ صفحہ ۲۹، سبائق الذہب صفحہ ۷، طبری ۶ صفحہ ۳۶۹، الاخبار الطوال صفحہ ۲۶۹۔

واضح ہو کہ عربوں کے درمیان خواتین کے لیے فاطمہ کا نام بہترین اور پر برکت سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فخر کرتے ہوئے فرماتے تھے آنا بِنْ الْفَوَاطِمِ میں فواطم (لفظ فاطمہ کی جمع) کا بیٹا ہوں۔ جب حضرت اُمّ الہینین کا نام

فاطمہ کھاگیا اس زمانے میں فاطمہ نام کی تین خواتین موجود تھیں۔

۱۔ فاطمہ بنت اسد۔ والدہ گرامی حضرت علی علیہ السلام

۲۔ فاطمہ دختر حمزہ یا فاطمہ دختر ربیعہ

۳۔ فاطمۃ الزہرہ اسلام اللہ علیہا و ختر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(زوجہ حضرت علی علیہ السلام)

علامہ فیروز آبادی نے اپنے قاموس نامی کتاب میں میں تفریخ خواتین صحابیہ کا ذکر کیا ہے۔ جن کے نام فاطمہ تھے۔

مذکورہ فاطمہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں صحابیہ میں شمار تھیں مختلف مقامات اور خدمات انجام دینے میں شریک رہی ہیں۔ ان میں سے ایک جناب فاطمہ اُمُّ الہنینؓ تھیں۔ ان کو صحابیت کا شرف حاصل ہوا تھا اور عصر رسالت مابین میں موجود تھیں۔ اور دروس قرآن سے استفادہ کیا تھا اور احکام دین سے باخبر تھیں۔ اس لیے حضرت علی علیہ السلام نے ان کو اپنی زوجیت کے لیے انتخاب کیا ورنہ اور بھی خواتین اور صحابیہ موجود تھیں۔ ان کی تربیت و تعلیم حضرت علیؓ جیسے مدینۃ العلم کے گھر انے میں ہوئی۔ فاطمہ اُمُّ الہنینؓ کا دل نور علم و معرفت سے روشن ہوا۔ یہی وجہ ہے جو کوئی مادر حضرت عباس علیہ السلام سے متصل ہو تو اس کی حاجت پوری ہوئی اور کامیاب ہوا اور بیماریاں دور ہوئیں۔

اُمُّ الہنینؓ کے لیے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہمسری اور مادر حضرت عباس ہونے کا شرف و فضیلت ہی کافی ہے۔ ایسا دلاور فدا کار فرزند عباسؓ جن کو کہے ہوئے دو بازوؤں کے بد لے دو پر عطا کئے گئے وہ یوم آخرت کو جنت کی نعمات میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کریں گے اور اولین و آخرین ان کا یہ رب و درجہ کچھ کریں گے۔

تاریخ کے مطابعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں کے درمیان اُمّ الہبین کی کنیت سے بہت سی عورتیں مشہور تھیں۔ عرب کے درمیان رواج تھا کہ جس عورت کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے ہوں اُس عورت کو اُمّ الہبین کی کنیت سے پکارتے تھے۔ لایم جاہلیت اور اسلام کے بعد بھی عربوں کے درمیان یہی رسم و رواج رہا۔

بعض عرب نیک شگونی کے طور پر بچی کو بچپنے میں اُمّ الہبین کی کنیت سے اس لیے پکارتے تھے کہ یہ کسی دن صاحب اولاد ہوگی۔ اسی طرح اُمّ الحیر اور اُمّ المکارہ مکی کنیت رکھتے تھے تاکہ خبر و برکت اور اچھے اخلاق کی مالک ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ مرد اور خواتین کے اصل نام سے ان کے اسم علم غالب آئے جیسے اُمّ ایمن، اُمّ سلمہ، اُمّ کلثوم ابو الحسن وغیرہ۔

حضرت اُمّ الہبینؓ کی کنیت کی شہرت:

کتب انساب و تواریخ، عورتوں کے دائرة المعارف، مشہور خواتین اور مردوں کے سوانح عمری میں اور گذشتہ بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر دور میں اُمّ الہبین کنیت رکھنے والی عورتیں بے شمار گزر چکی ہیں۔ جن کو امہات الہبین کی فہرست میں تلاش کرنا پڑتا ہے۔ ان امہات میں سب سے زیادہ معروف فاطمہ اُمّ الہبین مادر گرامی حضرت عباس علیہ السلام ہیں۔

اگر شرافت و فضیلت کا کوئی آخر ہے تو زوج علی بن ابی طالبؑ اور مادر عباسؓ کا خطاب ہے یہ شرافت و کرامت کا آخری نقطہ ہے۔

اگر خاندانی شرافت کو بلوٹناظر رکھنا چاہیے تو اُمّ الہبین کے والد حزام ابن خالد ابن ربیع ابن کعب ابن عامر الوجید ابن کلاب ہیں۔ عربوں کے درمیان خاندان کلاب بہت مشہور و معروف تھا۔ اس زمانے میں قبائل عرب کے درمیان دوقبیلوں کا نام کلاب

قہا۔ اور یہ دونوں قبیلے عرب میں بہت مشہور تھے۔

۱۔ کلاب ابن رؤا ابن کعب

۲۔ کلاب امّ اہبین کے دادا (جد)

امّ اہبین کی والدہ شمامہ و خضریہ بیٹی بن عامر ابن مالک ابن جعفر ابن کلاب تھیں۔ اس زمانے میں بنی کلاب بادشاہوں کی طرح جاہ و جلال کے مالک تھے۔ اور قبائل عرب کے سردار تھے۔

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عباس کی مادر گرامی کا نام فاطمہ کا بیہ تھا۔ اور کنیت امّ اہبین تھی۔ لیکن اس امر میں فی الجملہ اختلاف ہے کہ آپ کی کنیت امّ اہبین (بیٹوں کی ماں) کب سے قرار پائی۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت عباس اور عبداللہ و حضرت پیدا ہوئے تو آپ کی کنیت امّ اہبین قرار دی گئی علامہ سنتوری کہتے ہیں کہ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ امّ اہبین کی نسبت مادر جناب عباس کی ہے کہ ان کے ماں باپ نے بطور فالی نیک کے اس سے نام نہاد کیا تھا۔ اُن کا مطلب یہ تھا کہ خدا اس دختر کو صاحب اولاد پسری کرے۔ ایسا ہی ہوا کہ چار بیٹے ہوئے اور چاروں اپنے امام پر شمار ہو گئے یعنی امّ اہبین کی ماں ملائی بنت شہید (شمامہ خاتون) اور باپ حزام بن خالد نے پہلے ہی آپ کی کنیت امّ اہبین قرار دی تھی۔ یعنی ٹھگوں کے طور پر آپ کو بیٹوں کی ماں کیا تھا۔ تاکہ اس سے اس بات کا مظاہرہ ہو کہ ہم لوگوں کے دل میں تمنائیں ہیں کہ خدا اسے صاحب اولاد اور بیٹوں کی ماں قرار دے۔ (ماہینہ سنتوری صفحہ ۳۷۰) میرے خیال میں دونوں صورتیں قرین قیاس ہیں۔

وہ وقت کتنا حسین اور سہانا تھا جب مطلع وفا پر بنی ہاشم کا چاند طلوع ہو رہا تھا دنیا نے ایسا رجگھا رہتی تھی۔ کائنات مجبت کی رونق دو بالا ہو رہی تھی۔ امّ اہبین کی گود

رشک وادی ایکن بنی ہوئی تھی اور مولاۓ کائنات کا گھر منزل چراغ طور تھا۔ آپ کی عمر مبارک میں سے اتنا لیس سال تک لکھی گئی ہے، جنگ صفين میں آپ کی عمر پندرہ سے سترہ سال کے درمیان تھی اور حضرت زینبؑ آپ سے میں سال بڑی تھیں۔ اس حساب سے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ حضرت عباسؓ کی عمر پیشیس سال سے کم اور اڑتیس سال سے زیادہ تھی اور آپ کی مادر گرامی کا حضرت علیؑ سے رشتہ ازدواج ۲۲ ہجری سے قبل قائم نہیں ہوا تھا۔

اس بنا پر والد گرامی کی شہادت کے وقت آپ انہارہ سال کے تھے اور کربلا میں پیشیس سال کے تھے۔ روایت سے بھی ہماری اس تحقیق کی تائید ہوتی ہے۔

(قریٰ ہاشم صفحہ ۳۹، سروار کربلا صفحہ ۶۷ از علامہ عباس اساعیلی بیزوی)

بہر حال آپ کی ولادت کا سال ۲۲ ہجری تسلیم کرنا پڑے گا۔

علامہ عبد الرزاق مقرم نے علامہ السيد محمد عبدالحسین بن السيد محمد عبد الہادی الجعفری کی ”انیں الشیعہ“ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادة کی تاریخ ۲۷ ربیع الاول ہے۔

مولانا نجم الحسن کراروی نے مختلف حوالوں سے مختلف تاریخیں درج کی ہیں۔

۱۔ ۱۹ ربیع الاول یا ۸ ارجب بحوالہ بجوہ رزا ہر قلمی

۲۔ ۲۶ جمادی الثانی مولانا سید جردنی بحوالہ محرق الغوار۔

۳۔ ۱۸ ارجب بحوالہ آئینہ تقوف طبع رام پور ۱۴۱۴ھ۔

۴۔ ربیع الاول کی روایت انیں الشیعہ کی ہے جسے اُس کے مؤلف نے کم شعبان ۱۴۳۳ھ کو سلطان فتح علی شاہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ یعنی اُس کا زمانہ تالیف تیرہ ہویں صدی ہجری کے نصف سے پہلے کا ہے اس لیے ان مآخذ میں اس

کتاب کو ادبیت کا درجہ حاصل ہے اور وہ نہ تنی زیادہ معتبر کہی جاسکتی ہے۔
اس کے علاوہ قدیم مآخذ میں ذکر نہ ہونے کی بنا پر یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ ان میں
سے کسی بزرگ نے بھی کوئی قول کسی کتاب سے اخذ کیا ہوگا۔

زیادہ احتمال یہی ہے کہ یہ سب امور بطور علم سینہ منتقل ہوئے تھے۔ اور علم سینہ میں
ان روایات کی قدر و تیمت زیادہ ہے جن کا تعلق اس مقدس سرزمین سے ہو جہاں یہ
ماہتاب و فاروش و تابندہ ہوا تھا۔

نجف اشرف وغیرہ میں ولادت کی تاریخ ۳ شعبان ہی مانی جاتی ہے اس لیے
احتمال قریب یہی ہے کہ یہ قول مطابق واقع ہو۔ اس کی ایک معنوی مناسبت بھی ہے جو
اہتمام قدرت کے لحاظ سے زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ تیسرا شعبان کو
امام حسینؑ کی ولادت ہوئی ہے تو بہت ممکن ہے کہ چوتھی شعبان کو حضرت عباسؑ کی تاریخ
ولادت کے لیے منتخب کیا گیا ہو۔ تاکہ میر کاروان آگے آگے رہے اور وفا شاعر ”تاریخی
اعتبار سے“ اس کے قدم پر چلتا ہے۔

ام البنین نام رکھنے والی امہات:

گذشتہ تفصیلی بیان کے علاوہ کتب تواریخ میں سات ام البنین مزید پائی جاتی ہیں۔

۱۔ ام البنین والدہ گرامی حضرت عباس علیہ السلام

۲۔ ام البنین والدہ گرامی حضرت امام رضا علیہ السلام، ان کا اصلی نام شکر (نجہ)
تھا۔ ان کی جلالت و عصمت اور شرافت کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ان کے
نام پر کنیت غالب آنے کی وجہ سے ام البنین کہہ کر پکارتے تھے۔ چنانچہ علامہ مخلصی
بخار الانوار کی بارہویں جلد میں علامہ طبری نے اعلام الورا میں اور اردیلی نے کشف
الغمہ میں اور حرالعامی نے اعیان میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ اُمُّ الْبَنِينَ لیلیٰ کلابیہ دختر عمر وابن عاصم ابن فارس الصعید۔

۴۔ وہ اُمُّ الْبَنِينَ جو صہبہ الکتابیہ کے نام سے مشہور ہیں، ان کا نام بھی فاطمہ تھا۔
یہ جناب عقیل ابن ابی طالب کی زوج تھیں چنانچہ بطل الحلقہ میں علامہ مظفری نے ذکر
کیا ہے اور ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اُمُّ الْبَنِينَ
کلابیہ (زوج حضرت عقیل) کے بطن سے چار فرزند ہوئے۔

۵۔ ابوسعید (یزید) مشہور بہ متکلم (آپ کی شادی فاطمہ بنت علی علیہ السلام ہوئی)

۶۔ عبدالرحمن بن عقیل

۷۔ حمزہ بن عقیل

۸۔ جعفر بن عقیل (شوہر اُمِّ احسان دختر گرامی حضرت علی علیہ السلام)۔
ابوسعید متکلم اور جعفر بن عقیل ابن ابی طالب حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے
سامنے کربلا میں روز عاشورہ شہید ہو گئے۔

۹۔ اُمُّ الْبَنِينَ عابدہ دختر محمد ابن عبد اللہ یہ خاتون بہت عبادت گزار تھیں۔ اذی
القعدہ وفات پائی۔

۱۰۔ اُمُّ الْبَنِينَ بنت مالک بن خالد بن ریح بن عاصم بن صعصعہ بن بکر بن
ہوازن۔ (یہ زوج حضرت عقیل اُمِّ الْبَنِینَ صہبہ کلابیہ کی نانی تھیں)
۱۱۔ اُمُّ الْبَنِینَ الخنساء۔ اس کا نام سیدہ تناضر الخنساء تھا وہ عمر و بن شرید سلیمانی کی
بیٹی اور مشہور ترین شاعروں میں شمار ہوتی تھی۔ دوران حکومت معاویہ دنیا سے چل بی۔

حضرت اُمِّ الْبَنِینَ کے لقب:

آپ کا ایک لقب "ام الكرامات" ہے۔

"باب الحوائج" بھی ہے آپ کا لقب۔ اور ام الشہداء اربعہ بھی۔

باب ۵

حضرت اُمّ الْبَنِينَ

کاخاندان

انسانی زندگی کے امتیازات میں ایک اہم کردار یہ بھی ہے کہ ماں کا ناتھ نے فطرت بشر میں کچھ ایسے جذبات بھی دو دیت کر دیئے ہیں جن سے انسان سلسلہ نسل کو صرف وقیٰ جذبات کی تسلیم نہیں سمجھتا..... بلکہ اس کی پشت پر بے پناہ احسانات و رحمانات کی کارفرمائی کا بھی تصور رکھتا ہے۔

خواہش اولاد... جذبہ اخوت.... احترام نسب یہ وہ جذبات ہیں جو ایک انسان کو سلسلہ نسب کی ترتیب پر مجبور کرتے ہیں اور ان کے نتیجہ میں انسان اپنے کو ایک رشتہ کی زنجیر میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔

جو انی نسل میں حلال و حرام کا گزر نہیں ہوتا..... اُس کے جنسی رابطہ میں شعور و اور اک کا دخل نہیں ہے۔ اس لیے وہ تسلیم جذبات کے لیے حسن انتخاب کا بھی قائل نہیں ہے۔

اُس کی زندگی ”رزق سرراہ“ پر گزرتی ہے۔ وہ نہ کسب معاش کا قائل ہے نہ تسلیم

جدبات کا..... سرراہ افتادہ خدا کیس اس کے معاشرات کا حل ہیں۔ اور غیر شعوری
تکمیل اس کے جذبات باطن کا علاج۔

انسانی زندگی اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس کے بیہاء جذبات و احساسات بھی ہیں
اور رشتہ و فرابت کے خیالات بھی۔ وہ نسل و نسب کا بھی قائل ہے اور سماجی جگہ بند کا بھی۔
وہ زندگی کے راہ و چاہ سے بھی باخبر ہے..... اور نسلی اثرات کی کارفرمائی سے
بھی..... اسی لیے ہر حسن و فتح کے پس منظر میں اس کی جڑیں تلاش کرنے کا عادی ہے
اور ظاہر سے باطن کا سراغ لگانا اس کا طریقہ امتیاز ہے۔ شجرہ نسب کی اہمیت بھی انھیں
انسانی جذبات کا نتیجہ ہے۔ انسانی ذہن میں ”نسلی اثرات“ اس حد تک راخ ہیں کہ
ایک زمانہ میں انسان جانوروں تک کا شجرہ مرتب کیا کرتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اس
نسل کا جانور اصیل ہوتا ہے اور اس نسل کا غیر اصیل۔

ظاہر ہے کہ جب حیوانی زندگی میں نسلی اثرات ظاہر ہو سکتے ہیں..... تو انسانی
حیات تو بہر حال ان تنائج کی پابند ہے اور اس میں ان حالات کا پیدا ہو جانا بہر صورت
ناگزیر ہے۔

مولائے کائنات نے جناب عقیل سے گفتگو کے دوران انھیں ”نسلی اثرات“ کی
اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایک بہادر خاندان کی عورت سے عقد
کرنا چاہتا ہوں اور جناب عقیل نے اسی نکتہ کی تائید کی تھی کہ عرب میں ام البنین کے
بزرگوں سے زیادہ بہادر اور مردی میان کوئی قبلہ نہیں ہے۔

ام البنین..... فاطمہ بنت حرام بن خالد بن ربیعہ بن عامر معروف بـ الوحید بن
کعب بن عامر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن زید بن جعفر بن ہوازن،
جن کا آبائی سلسلہ حرام سے شروع ہو کر ہوازن تک پہنچتا ہے اور مادری سلسلہ میں

حسب ذیل نام آتے ہیں۔ آپ کی والدہ..... شامہ بنت سہیل بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب۔

آن کی والدہ..... عمرہ بنت اطفیل (فارس قرزل) بن مالک الازمام (رئیس ہوازن) بن جعفر بن کلاب۔

آن کی والدہ..... کبشد بنت عروہ الرحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب۔

آن کی والدہ..... ام الحنفہ بنت ابی اسد فارس الہرار (شہسوار ہوازن) بن عبادہ بن عقل بن کلاب بن ریحہ بن عامر بن صعصعہ۔

آن کی والدہ..... فاطمہ بنت جعفر بن کلاب۔

آن کی والدہ..... عاتکہ بنت عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی۔

آن کی والدہ..... آمنہ بنت وہب بن عیسری بن انصیر بن قعنین بن الحمرث بن قلبہ بن ذو دان بن اسد بن خزیم۔

آن کی والدہ..... بنت حجر بن ضعیع الاغرب بن قیس بن شعبان بن عکاہ ابن صعب بن زید بن بکر بن واکل بن ولیعہ بن نزار۔

آن کی والدہ..... بنت ملک بن قیس بن شعبان۔

آن کی والدہ..... بنت ذی الراسین خشین بن ابی عصم بن سحیج بن فزارہ۔

آن کی والدہ: بنت عیسری بن حرمہ بن عوف بن سعد بن ذینیان بن یغیض بن الريث بن غطفان۔

آپ کے ناہمی بزرگوں میں عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب۔ ”ملاءعہ اللائمه“ کے لقب سے مشہور تھے اور آن کی شجاعت کی وہ دھاک پیٹھی ہوئی تھی کہ آن کو ”نیزوں سے کھیلنے والا“ کہا جاتا تھا۔ آپ کی نانی کے بھائی عامر بن اطفیل بن مالک

بھی ”شیع عرب“ تھے۔ ان کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ قیصر روم کے پاس جب بھی کوئی عرب آتا تھا تو وہ پہلا سوال یہ کرتا تھا کہ تمہارا عالم سے کیا رشتہ ہے؟ اگر کوئی رشتہ نکل آتا تھا تو بے حد احترام کرتا تھا۔ ورنہ قابل توجہ بھی نہیں سمجھتا تھا۔ آپ کے بزرگوں میں ایک نام ”عروہ رحال“ کا بھی آتا ہے۔ جنہیں رحال اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ اکثر ویژت آن کی آمد و رفت سلطانیں اور اسراء کے پاس رہا کرتی تھی اور بادشاہان وقت ان کا کافی احترام کیا کرتے تھے۔ انہیں بزرگوں میں طفل کا نام بھی ہے جو ”لاعب النساء“ کے بھائی اور شجاعت و جوانمردی میں شہرہ آفاق تھے۔

لبید شاعر نے انہیں بزرگوں کی مدح میں وہ اشعار کے ہیں جن کو سن کر فرمان کو خاموش ہونا پڑا اور دنیا سے عرب میں کسی کو اعتراض کرنے کی جاگہ نہ ہو سکی۔

(مقاتل الطالبين ابو الفرج اصفہانی، ناخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۷۰۳)

حضرت اُمّ الہین کے والدہ کا نام حرام یا حرام ہے، حرام کے معنی لغت میں ”پوڑے سینے والا“۔ (صبح اللغات صفحہ ۱۵)

حضرت اُمّ الہین کی والدہ کا نام بعض موئیین نے غمامہ لکھا ہے۔ لغت میں اس لفظ کے معنی خوبصورت خود و پھول یا خوبصورت گھاس جوانی نہیں ہوتی ہے۔

(صبح اللغات صفحہ ۹۶)

بعض موئیین نے حضرت اُمّ الہین کی والدہ کا نام غمامہ لکھا ہے جس کے معنی لغت میں تالاب کا پانی یا شربت کا جھاگ ہیں۔ (صبح اللغات صفحہ ۹۶)

کامل السقید میں آپ کا اسم گرامی بیانی درج کیا گیا ہے۔ جو عمدۃ الطالب کے نقل کی بناء پر آپ کی والدہ کا اسم گرامی تھا۔ آپ کے پدر بزرگوار کے نام کے بارے میں بھی موئیین میں ایک طرح کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ کامل اہن اثیر۔ الامامة والسياسة

اور مردوج الذهب نے حرام "ر" سے نقل کیا ہے۔ (لیکن علامہ مقرم نے کامل کو حرام کے حوالہ نقل کیا ہے۔ میں نے طبع پر ووت میں بھی یونہی دیکھا ہے۔ باقی موزخین نے حرام "ر" سے نقل کیا ہے۔ عمدة الطالب کے قلمی نسخ میں "حرام"، "ر" سے درج کیا گیا ہے۔ یہ نسخ خدا بخش لا بصری میں موجود ہے۔

حضرت اُمّ الْبَنِينَؓ کی والدہ شما مہ خاتون:

حضرت اُمّ الْبَنِينَؓ اپنی والدہ شما مہ اور والدہ حرام کی طرف سے خاندانی وقار اور اپنے نسب کی مالک تھیں، وہ طرفہ اچھے خاندان سے تعلق نے اُمّ الْبَنِينَؓ کو نہ صرف شجاعت کا مالک بنا یا تھا بلکہ ادب اور فضیلت، عبر و شکر بھی آپ کو وراثت میں ملے تھے۔ اُمّ الْبَنِينَؓ علم و اخلاق، رہ و تقویٰ کے بلند ترین مقام پر فائز تھیں۔ اپنی ان ہی فضیلتوں کے سبب شادی سے قبل بھی شهرت و وقار کی مالک تھیں۔

کلباسی بخشی نے الخصائص العباسیہ میں لکھا ہے کہ اُمّ الْبَنِينَؓ کی والدہ کا نام شما مہ بنت سہیل بن عامر تھا۔ شما مہ خاتون کا شمار عرب کی صاحب و انش خواتین میں ہوتا تھا۔ شما مہ خاتون اور یہ بھی تھیں اور اریبہ بھی۔ زیرک و دانا خاتون تھیں۔ اُمّ الْبَنِينَؓ کو آداب عرب آپ نے ہی تعلیم کیے تھے۔ اور وہ تربیت دی تھی جس کی ایک موقب اور مہذب دفتر سزا اور اورائل تھیں۔ اور شما مہ خاتون ہی نے اُمّ الْبَنِينَؓ کو تمام اخلاقی پسندیدہ اور آداب حمیدہ تعلیم کیے تھے۔

حضرت اُمّ الْبَنِينَؓ کے آباء و اجداد

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت با برکت میں: ابو براء عامر بن مالک کلبی کا استقنا کا مرض تھا انہوں نے بیدر بن ربیعہ کو پہلایا اور تھائف کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا آپ نے ان کے

ہدیے تو قبول نہیں کئے لیکن آپ نے زمین سے ایک مٹھی مٹھی الٹھائی اور اس میں اپنا لعاب گرا کر لبید سے کھا اسے پانی میں ملا کر ابو راء کو پلا دوانہیں تجھ بھی ہو اگر پیتے ہی شفاعة ہو گئی۔ (ام البنین علیہ السلام۔ محمد رضا عبد اللہ امیر انصاری۔ ص ۸۰۔ بحوار الکتبی والا لاقاب۔ شیخ عباس قمی۔ ج ۱۔ ص ۱۵ اور ادب الطف۔ شیراز۔ ج ۱۔ ص ۲۷)

عامر بن طفیل کی ملاقات بصورت و فدر رسول اکرم صلن اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی انہوں نے آپ سے عرض کی میں ایک شرط پر اسلام لاوڑا گا اگر آپ مجھے اپنے بعد اسلام اور امت کا امیر مقرر کر دیں آپ مسکرائے اور فرمایا "یا مر میرے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے"

(ام البنین علیہ السلام سیدۃ النساء العرب۔ سید مهدی سوتھ الحکیم۔ ص ۲۳)

حضرت ام البنین کا قبیلہ اور جنگ حنین:

حضرت ام البنین کا قبیلہ کسی جنگ میں شریک ہوتا تھا تو اسے فتح مندی اور اقبال مندی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا قدرت کا انتظام دیکھنے کے حضرت عباسؓ کا خیال رسول اکرمؐ سے جنگ کرنے نہیں آیا۔ یہ بھی حضرت عباسؓ اور ان کی مادر گرامی ام البنین کے لیے باعث شکر ثابت ہوا۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۰۶)

جنگ حنین میں حضرت ام البنین کا قبیلہ بنی کلاب اور بنی کعب دونوں شریک نہیں ہوئے تھے۔ درید بن الصمدہ بنی جوشم کا سردار اور رئیس تھا وہ بوڑھا اور ناپیش ہو گیا تھا اس نے جب سُنا کہ قبیلہ بنی کلاب ہوازن کے ساتھ شریک نہیں ہے تو اس نے کہا کہ:-

"خوش نصیبی اور فتح مندی اس لشکر سے دور ہو بچی۔ اگر سعادت و

سازگی ہوتی تو یہ دونوں قبیلے ان سے علیحدہ نہ رہتے۔ اور بنی ہوازن

یہ جنگ رسول اللہ سے ہار گئے۔ (حیات القلوب صفحہ ۲۰۶)

النصارٰ حسینؑ میں خاندانِ اُمّۃ البَنیّنؑ کے افراد:

النصارٰ حسینؑ علیہ السلام میں شبیب بن جراد بن طھیہ بن ربعة بن وحید جناب اُمّۃ البَنیّنؑ علیہما السلام کے نھیاںی خاندان کے تھے۔

(اُمّۃ البَنیّنؑ علیہما السلام سیدۃ النساء العرب۔۔۔ سید مهدی سوچ الخطیب۔ ص ۳۶)

حضرت اُمّۃ البَنیّنؑ کے والد حزام کلامی:

آپ کے والد حزام بن خالد بن ربیعہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھے ایک جگہ شب کے قیام میں خواب دیکھا کہ آپ ایک سربرزی میں پر بیٹھے ہیں کہ ایک جانب سے ایک قطرہ ہاتھ پر گرا اور دُڑ بن گیا اور وہ اس کی صفا اور چمک پر متوجہ ہوئے کہ ایسے میں ایک سوار آیا اور اس نے بعد تجھے وسلام کے اس دُڑ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کیا آپ اسے فروخت کریں گے؟ تو حزام نے کہا میں اس کی قیمت نہیں جانتا لیکن کیا آپ اسے خریدیں گے۔ سوار نے کہا کہ میں بھی اسکے حقیقی مول کی معرفت نہیں رکھتا لیکن میں آپ سے یہ خواہش کرتا ہوں کہ آپ یہ دُڑ اس کو ہدیہ کر دیں جو اس کا اہل ہے اور اس کا حقدار ہے کہ یہ اس کو تھنڈہ میں دیا جائے۔ اور میں آپ کو یہ ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے پاس آپ کے لئے جو ہے وہ درہم و دینار سے کہیں اعلیٰ ہے۔

حزام۔۔۔ وہ کیا شے ہے جو درہم و دینار سے اعلیٰ ہے؟

سوار۔۔۔ میں آپ کو ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے اہل کے پاس جو ہے آپ کے لئے ایک مرتبہ اور درجہ خاص اسکی طرف سے اور ابد الہاد کے لئے شرف اور بزرگی کبھی نہ ختم ہونے والی۔۔۔

حزام۔۔۔ کیا آپ ضمانت لیتے ہیں۔۔۔

سوار۔ یقیناً میں اسکی ضمانت لیتا ہوں۔

حزام۔ اور آپ اسکے لئے واسطہ اور کفیل بھی بنتے ہیں؟

سوار۔ بالکل، تمام عزم کے ساتھ میں اس کا کفیل اور واسطہ ہونے کو تیار ہوں اگر؟

آپ یہ معاملہ مجھے تقویض کرتے ہیں۔

تو حزام نے یہ معاملہ انگلے پر دکرویا۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے ہم نشینوں کو یہ خواب سنایا جس پر ایک صاحب نظر نے یہ تعبیر دی کہ اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہارے بیہاں ایک بیٹی پیدا ہوگی۔ اور کائنات کے عظیم لوگوں میں سے ایک اسکی خواستگاری کرے گا اور اسی کے سبب سے تم وہ شرف پاؤ گے جو ابدی ہے۔ پھر جب سفر سے واپسی پر آپ کے بیہاں ولادت کے آثار پیدا ہوئے تو آپ نے کہا کہ میں اپنے خواب کو تحقیق پایا۔ (الخصائص العابیہ۔ الحافظ محمد ابراهیم الکعبی مختصر ص ۲۶۷)

لسانِ حزام پر مدح مولائے کائنات:

جب جناب عقیل کی آمد پر حزام اپنی زوجہ کے پاس یہ خبر لے کر گئے کہ اُمّ المُنْتَنِينَ کے لئے رشتہ آیا ہے۔

زوجہ، کس کا رشتہ؟

حزام۔ ”لَفَلَلِ الْكَتَائِبِ، وَمَظْهَرِ الْعَجَائِبِ، فَارِسِ الْمَشَارِقِ وَ

الْمَغَارِبِ، أَسْدِ اللَّهِ الْغَالِبِ، عَلَى ابْنِ ابْيَطَالِبٍ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)“

”تَوَارُوْنَ كُوكُنْدَ كُوكُنْدَ يَدِيْنَ وَالْعَالَمَ كَاشِيرٌ عَلَى ابْنِ ابْيَطَالِبٍ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)“

سوار، غالب آجائے والا اللہ کاشیر علی ابی طالب (علیہ السلام)،

بَاب ۶۰

حضرت اُمّ الْبَنِينَ کا شجرہ نسب

فضیلت نسب و علم انساب:

روئے ارض پر مختلف قوموں نے متنوع علوم کے حصول پر نازکیا ہے۔ اہل روم کے پاس علم طب تھا، اہل یونان نے حکمت و منطق پر فخر کیا اہل ہند بحوم و شاریات کے علم پر نازکرتے تھے فارس والے آداب و اخلاق و نفس کے علم میں آگے بڑھ گئے اہل چین صنائع یعنی صنعتوں کے علم سے پہچانے گئے اور اہل عرب کو علم الامثال اور علم الانساب میں اہمیت حاصل تھی اور اسے وہ لپی لیے شرف کا باعث سمجھتے تھے۔

روم و یونان و فارس و ترک و ہند میں نہیں تھا کہ وہ اپنے شجروں کی حفاظت کرتے اور ایک دوسرے کے نسب سے واقف ہوتے مگر عرب اپنے شجرے محفوظ کرتے تھے۔ بیہاں تک کہ حضرت آدم تک عربوں کے شجرے محفوظ تھے۔ اور ان شجروں کو بڑی جائی پر کھکھ کے ساتھ اور توک پلک سنوار کر رکھتے اور جس کا نسب تکرم و محترم ہوتا اُس شخصیت کے احترام کو پانی فرض سمجھتے۔

جب اسلام آیا تو رعایت علم نسب اور اس کی معرفت کی تاکید کی گئی اور اسلام نے اپنی شریعت میں کئی احکامات کی بنیاد علم الانساب پر رکھی۔ اگر علم انساب نہ ہوتا تو میراث اور عاقلہ کے احکام کی کوئی حیثیت نہ ہوتی اسی طرح اگر نسب کی معرفت نہ ہوتا تو خس و زکوٰۃ کے احکامات بھی قابل عمل نہیں رہتے۔

جب عرب مناسک حج و عمرہ سے فارغ ہوتے تو عکاظ کے بازار میں اپنے اپنے شجرے اور فضیلت نسب حاضرین پر پیش کرتے اور اسے (یعنی اس رسم کو) تمام رسوم حج و عمرہ پر فوقيت حاصل تھی۔

جب قرآن نازل ہوا تو آیت آئی۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۰۔

”پس جب تم مناسک حج بجالا چکو تو ذکر خدا کرو اس طرح جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرو بلکہ اُس سے زیادہ“۔

گویا جہاں ایک طرف اسلام نے فضیلت نسب کے اظہار کی مرد جو رسم پر پابندی نہیں لگائی وہیں دوسری طرف اسے پسند بھی کیا کہ ہاں یہ اچھا طریقہ ہے اسی طرح ذکر خدا بھی کرو۔

ہوازن کا ایک وندر رسول اکرمؐ کے پاس آیا دوران گفتگو آپؐ نے سوال کیا کہ تم مال کو اختیار کرتے ہو یا اولاد کو، انہوں نے (اہل ہوازن نے) کہا یا رسول اللہ اگر ہمیں مال اور نسب میں اختیار دیا جائے تو ہم نسب کو اختیار کریں گے اور پسند کریں گے۔ رسول اکرمؐ نے ان کی اس بات کو پسند فرمایا۔

حضرت ختمی مرتبتؐ کی حدیث ہے۔

”اعرفو انسابکم تصلو بہ ارحامکم“

اپنے نب اور شجروں کو پہچانوں اور معرفت حاصل کروتا کہ اس طرح تم صدر جم کر سکو۔

ایک اور حدیث میں رسولؐ اکرم فرماتے ہیں۔

”تَعْلَمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصْلُونَ بِهِ إِرْحَامُكُمْ فَإِنَّ صَلَةَ الرَّحْمِ

مُحْبَتٍ فِي الْأَهْلِ، مُثْرَأةٌ فِي الْمَالِ، نِسَاءٌ فِي الْأَثْرِ۔“

”اپنے شجروں کی تعلیم دو اور حاصل کروتا کہ صدر جم کر سکو یونکہ صدر جم خاندان میں

محبت کا باعث ہے اور مال کی زیادتی اور اپنے آثار اور سنت کی حفاظت کا سبب ہے۔“

(أشجر الوافي في سلسلة الموسوي، جلد اسیت علی ابوسعید)

محقق سید مهدی رجائی کتاب شجرۃ المبارکہ ”غیر الرازی“ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں

کہ ”ارشاد پروردگار ہے سورہ انساء کی یہی آیت میں۔“

”اے انسانوں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور

اُس سے اس کی زوج کو خلق کیا اور ان دونوں سے بہت مردوں کو اور عورتوں کو، اور اُس

اللہ سے ذر و جس کے واسطے سے تم سوال کرتے ہو اور صدر جمی کرو، اس آیت کی تفسیر علم

انساب کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں۔“

اس کے بعد سید مهدی رجائی کہتے ہیں کہ اسی طرح آیت مودت

قل لا اسئلکم

کہواے جیب کر میں تم سے کوئی سوال نہیں کرتا مگر صرف قربی کی مودت اجر

رسالت میں چاہتا ہوں۔“

کی رو سے رسولؐ اکرم کے شجرے کی معرفت حاصل کرنا اجب نہیں اوجب ہے

اس لیے کہ جب شجرہ رسالت کی معرفت ہی نہ ہوگی تو مودت کیونکر کی جائے اور کس

سے کی جائے کہ قربی کون ہیں۔

امیر المؤمنین نے فتح البلاغ خطبہ ۹۳ میں رسول اکرم کی مدح کرتے ہوئے فرمایا

ہے۔

”کہ آپ کا قبیلہ بہترین قبیلہ، آپ کی عترت بہترین عترت، اور آپ کا شجرہ بہترین شجرہ ہے (کیا کہنے اس شجرے کے) جو حرم میں پھول اچلا اور کرمِ الہی کے سامنے میں پروان چڑھا۔“

ابن ابی الحدید مختزلی نے شرح میں اس خطبہ کی پیغامبر اسلام کی متعدد احادیث جو بنی ہاشم کی شان میں ہیں درج کی ہیں۔

ان احادیث میں سے چند یہ ہیں۔

اس حدیث کو ذخیرہ عقیلی میں محبت الدین طبری نے عائشہ کی روایت سے لکھا اس کو ہیچقی نے دلائل میں، طبرانی نے اوسط میں اور ابن حجر نے امامی میں اس فرق سے لکھا ہے کہ (آپ کے آباء میں ہاشم سے کسی کو افضل نہیں پایا)۔

رسول اکرم فرماتے ہیں کہ جریئل نے مجھ سے کہاے محمد میں نے روئے ارض پر آپ سے زیادہ سکرمت کی کوئی نہیں پایا اور نہ کسی خاندان کو سکرمت پایا سامنے نبی ہاشم کے نہ شرق میں نہ غرب میں۔“

فرمایا رسول اکرم نے ”اہل محشر کے سید و سردار بھی وہی ہو گئے جو دنیا میں سید و سردار ہیں اور وہ میں ہوں، علیٰ ہیں، حسن و حسین ہیں، حمزہ ہیں اور جعفر ہیں۔“
رسول اللہ فرمایا کرتے تھے۔

انـا النـبـي لـا كـذـبـ

اـور مـیـں عـبـدـالـمـطـلبـ

مـیـں نـبـی ہـوـں کـهـجـیـہـیـہـ

کـاـبـیـثـاـہـوـں

اور آپؐ ہی نے فرمایا کہ ”انا ابن الاکرمین“
میں کریم اشخاص (کی اولاد ہوں) کا بیٹا ہوں
ایک اور حدیث یہ ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی)
”اے بنی ہاشم نبیؐ بعض رکھتا تم سے کوئی مگر یہ کہ میں اُسے جہنم کی پتی میں اونٹھے منہ
چھینک دوں گا۔“

رسولؐ اکرم فرماتے ہیں۔

گھلیا لوگ ہیں جو یہ مگان کرتے ہیں کہ میری قرابت فائدہ نہیں دیتی، یقیناً میری
قرابت لفج بخش ہے اور با تحقیق میرے اہل سے کوئی بعض نہیں رکھے گا مگر یہ کہ اس پر
اللہ نے جنت کو حرام کر دیا۔“

یہ وہ احادیث تحسیں جنہیں ابن ابی الحدید نے شرح نجح البلاغ خطہ ۹۳ کے ضمن میں
صفحہ ۱۸۱ پر تحریر کیا ہے جلد ۲۔

اسی طرح رسولؐ اکرم کا یہی ارشاد ہے کہ آپؐ نے فخر کرتے ہوئے فرمایا۔

”انا ابن الذیحین“

میں دو ذیحیوں کا بیٹا ہوں (ایک ذیح اللہ اسماعیل اور دوسرا ذیح اللہ عبد اللہ)

حدیث:- ”انا ابن العواتک والفواطم“

میں عاتکاوس کا بیٹا ہوں میں فاطماوس کا بیٹا ہوں۔

”کلہن طاهرات سیدات“

اور وہ سب کی سب پاک و پاکیزہ اور سید انیاں ہیں۔

یہ رسولؐ اکرم کا اپنے نسب پر فخر اور ناز تھا۔

جناب ہاشم کی والدہ کا اسم گرامی عاتکہ، جناب وہب کی والدہ عاتکہ، جناب

عبد مناف کی والدہ عاتکہ اسی طرح رسول اکرم کی جذہ گرامی یعنی جناب عبداللہ اور ابو طالب کی والدہ کا اسم گرامی، فاطمہ تھا جناب قصیٰ کی والدہ فاطمہ تھیں، جناب آمنہ کی والدہ فاطمہ تھیں، جناب خدیجہ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا، جناب حمزہ کی بیٹی فاطمہ تھیں رسول اکرم کی دختر فاطمہ تھیں، جناب امیر کی والدہ فاطمہ تھیں، امام حسین اور امام حسن کی بیٹیوں کے نام فاطمہ تھے اور پھر بعد تک ہر امام کی بیٹی کا نام فاطمہ۔
ماوس کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے یہ رسول کا شجرہ سب سے بلند اور ارفع و اعلیٰ شجرہ نسب ہے اسی لیے آپ نے فرمایا:-

”کُلُّ حُسْبٍ وَ نَسِبٍ يَنْقُطُعُ فِي الْقِيَامَةِ إِلَهٌ حَسْبُنِي وَ نَسْبُكَ“
”هر حسب و نسب قیامت میں منقطع ہو جائے گا سوائے میرے حسب و نسب کے“
حسب و نسب کی یہ بلندی نہ کسی اور گھرانے نے پائی اور اللہ نے کسی کو عطا کی کہ صرف رسول کی نسبت اور نسب کا یہ احترام اور عظمت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جس نے اولاد عبدالمطلب میں سے کسی پر احسان کیا اور روز محشر اگر اس کے پاس پروانہ جنت نہ ہو تو میں اسے پرداش جنت عطا کروں گا۔“

(صاحب و سیف الدین انجاۃ فرنگی مجلہ صفحہ ۵۵ لکھنؤ)

اسی نسبی احترام اور عظمت کے سلسلے میں ایک اور حدیث رسول ہے کہ جو میری اولاد میں قیامت تک گناہ گار ہیں ان کا احترام میری وجہ سے کردا اور جو حقیقی ہیں ان کا احترام خدا کی وجہ سے کرہو۔

نہ صرف یہ کہ احترام اور تعظیم بلکہ اپنی معاشرت میں خاندان رسول اور افراد بنی ہاشم کو مقدم کرنا اور ترجیح دینا بھی حکم رسول ہے۔

محبت الدین طبری نے ذخیر عقلي صفحہ ۲۵ پر زید بن اسلم سے اس نے اپنے باپ

سے اس نے عمر ابن خطاب سے کہا:-

ابن خطاب نے کہا زیر سے (زیر بن عوام) کہ حسن ابن علی علیل ہیں کیا تم نے
عیادت کی زیر نے غدر ظاہر کیا تو عمر ابن خطاب نے کہا کہ:- بنی ہاشم کی عیادت
فریضہ ہے اور زیارت نافلہ یعنی مستحب یا سنت ہے۔

قرآن مجید نے آل رسولؐ کو خواہ مخصوص یا غیر مخصوص سب کو مصطفیٰ کہا ہے اور آئندہ
علیہم السلام سے خصوصاً امام رضا علیہ السلام سے، امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور
امام زین العابدین علیہ السلام سے سورۃ فاطر کی آیت ۳۲ کی تغیری میں تین احادیث ہم
تک پہنچی ہیں جن میں آپ نے فرمایا اس آیت کا مصدق سادات ہیں آل رسولؐ^۱
ہیں۔ آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

سورۃ فاطر آیت ۳۲

”پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان بندوں کو بنایا ہے جنھیں ہم نے مصطفیٰ کیا ہے
ان میں سے بعض ظالم الغسل ہیں، بعض میانہ رو ہیں اور بعض نیکوں میں سبقت کرنے
والے ہیں یہ اللہ کا بہت بر افضل ہے یہ لوگ جنت عدن میں جائیں گے۔ الاخر۔

امام نے فرمایا خالق المفسر (یعنی اپنے فنون پر ڈلم کرنے والے ہوئے) سے مراد
گنہگار ہیں، میانہ رو سے مراد متفقی ہیں اور سابقِ بالغیرات سے مراد آئندہ مخصوصین ہیں۔
یہ سب اولاً در رسولؐ اور سادات ہیں۔

رسولؐ اکرم نے فرمایا:-

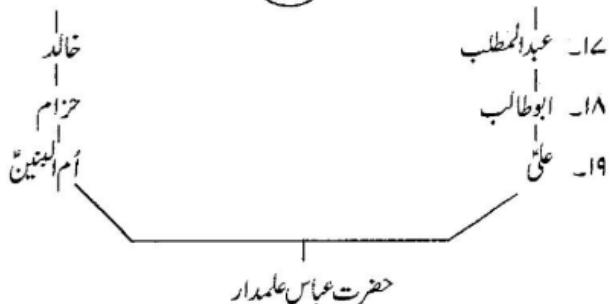
”جس نے قیامت تک میری اولاد کے کسی فرد سید کے ہاتھ کو بوسہ دیا گویا اُس نے
میرے ہاتھ پر بوسادیا۔“

حضرت علی اور ام البنین کا شجرہ:

حضرت ابراہیم۔ اسٹھیل۔ قیدار۔ نبت۔ سلامان۔ ہمسع۔

السع۔ عود۔ عدنان معد۔ نزار۔ مصر

قیس	۱۔ الیاس
غیلان	۲۔ مدرک
علیہ	۳۔ خوییہ
منصور	۴۔ کنانہ
ہوازن	۵۔ نظر
جعفر	۶۔ مالک
زید	۷۔ فہر
صعصع	۸۔ غالب
عامر	۹۔ لوی
ربیعہ	۱۰۔ کعب
عامر	۱۱۔ عدی
کلب	۱۲۔ مرہ
عامر	۱۳۔ کلب
کعب	۱۴۔ قصیٰ
عامر معروف بن الوجید	۱۵۔ عبد مناف
ربیعہ	۱۶۔ ہاشم



جناب اُمّ البنین کا باپ کی طرف سے نسب نامہ:

مورخین کا بیان ہے کہ اُمّ البنین یعنی فاطمہ کا باپ کا نسب نامہ یوں ہے:- فاطمہ بنت حرام ابن خالد ابن ربیعہ بن عامر المعروف بالوحیدہ بن کعب ابن عامر بن کلاب بن عامر بن ربیعہ ابن عامر بن صعصہ بن زید بن کبرہ بن ہوازن (تحفہ سینیہ جلد اصفہ ۱۷۸۔ مقتل عوام صفحہ ۹۳ ناخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۸۔ عمدة الطالب صفحہ ۳۲۴۔ البصار اعین صفحہ ۲۶۔ مطالب السؤال صفحہ ۲۱۵۔ ابن الہدید جلد ۱۔ صفحہ ۵۰۶۔ تشقیق المقال طبع ایران ۱۲۶۷ھ)

جناب اُمّ البنین کا ماں کی طرف سے نسب نامہ:

صاحب ”البصار اعین“، لکھتے ہیں کہ اُمّ البنین کی ماں شامہ بنت سہیل بن عامر بن مالک ابن جعفر بن کلاب تھیں۔ اور شامہ کی ماں عمرہ بنت طفیل (فارس قرزل) ابن مالک الاخزم بن جعفر ابن کلاب (رمیس الہوازن) تھیں۔ اور عمرہ کی ماں کبیشہ بنت عروة الرجال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب تھیں۔ اور کبیشہ کی ماں اُمّ الخشن بنت فارسی ہوازن بن عبادہ بن عقیل بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصہ تھیں۔ اور اُمّ الخشن کی ماں فاطمہ بنت جعفر بن کلاب تھیں اور فاطمہ کی ماں عائشہ بنت عبد شمس بن عبد

مناف ابن قصی ابین کلاب تھیں۔ اور عاتکہ کی ماں آمنہ بنت وہب بن غیر بن نصیر بن قعین بن حرث بن شعبہ بن ذو داون بن اسد بن حزیم تھیں۔ اور آمنہ کی ماں دختر جدر بن ضمیحہ الاغرب بن قیس بن شعبہ بن عکاشہ بن صصحہ بن زید بن بکر بن واکل بن ربهیہ بن نزار تھیں اور ان کی والدہ دختر مالک بن قیس بن شعبہ تھیں۔ اور ان کی ماں دختر ذوالراسین خشین بن ابی عصم ابین شیخ بن فزارہ تھیں اور ان کی ماں دختر عمرو بن حرمہ بن عوف بن سعد بن زیبان بن پغیل بن الريث ابین غطفان تھیں (نائج الموارف خجز سمبھی ۳۰۷۔ طبع امریان) علامہ کنتوری لکھتے ہیں۔

”حضرت اُم المُمْنِين“ کا نسب نہایت ہی عمدہ اور آپ نہایت ہی شریف خانوادے سے ایک شریف انسن اور انتہائی پاک و پاکیزہ خاتون تھیں“ (ماکین صفحہ ۲۳۰)

بَاب ۷

اُمّ الْبَنِينَ اور حضرت علی ﷺ

کی شادی

حضرت اُمّ الْبَنِينَ کا خواب:

فاطمہ اُمّ الْبَنِينَ صلوٰۃ اللہ علیہا کسی دن صحیح سورے اپنی ماں مُحَمَّد و خُطبہ سہیل کتابی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی میں نے رات خواب میں ایک خوبصورت جوان کو دیکھا ہے۔ والدہ نے کہا تمہارے لیے خیر ہو۔ یہ اچھا خواب ہے۔ فاطمہ نے مزید عرض کی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ آسمان سے چاند اور تین ستارے میری گود میں نازل ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو اپنے سینے سے لگایا۔ جس سے مجھے خوشی محسوس ہو رہی تھی امیسے میں خواب سے اچانک بیدار ہوئی تو دامن میں کوئی چیز نہیں پائی جس سے میں غمگین ہوئی۔

میری ماں نے فرمایا چلو میرے ساتھ تاکہ کسی سے اس کی تعمیر دریافت کر لیں۔ اپنے قبیلے کے کسی بزرگ سے پوچھا کہ اس خواب کی تعمیر کیا ہو سکتی ہے اس نے جواب

دیا تیرے لیے اور بیٹی کے لیے خوشخبری ہے کہ اس لڑکی کا ایک شریف و عظیم ذات سے جلد رشتہ ہو گا۔ اس کے بطن سے چار بیٹے پیدا ہوں گے۔ سب سے بڑا بیٹا تیرے قبیلے کے درمیان ایسا نامیاں اور ممتاز ہو گا جیسے کہ ستاروں کے درمیان چمکنے والا قمر ہوتا ہے۔ جب تعبیر کرنے والے سے یہ خوشخبری سنی تو والدہ شامہ کابینی نے اپنی بیٹی کو غور سے دیکھا اور فاطمہ کابینی نے شرم و حیاء سے سر پنجے جھکا دیا۔ اور اپنے گھر کی طرف روان ہو گئیں جب ماں اور بیٹی گھر پنجے اور ابھی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی، دیکھا تو جناب عقیل ہیں کہ حضرت علیؑ کی طرف سے مٹکنی کے لیے شریف لائے ہیں۔ حالانکہ اس وقت بڑے بڑے خاندان اور قبیلے کے سرداروں کے گھروں میں بہت عورتیں رشتے کے قابل موجود تھیں۔ جیسے قبیلہ رجیع۔ بنی تمیم بنی عطوفان اور بنی حوازن وغیرہ۔ اور عقیل خود انساب عرب کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے رشتے کا انتخاب بنی کلاب سے کیا۔ (حیدر المرجانی)

عقد جناب اُمّ المُنِينٌ:

افسوں کی بات ہے کہ قدیم ترین مورخین نے بہت سے اہم تاریخی واقعات کے ساتھ اس عقد کے تذکرہ کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کی "انفرادی"، "نوعیت" کا تقاضا تھا کہ اُس کے حالات نقل کئے جاتے اور یہ بتایا جاتا کہ امیر المؤمنین نے ایک "محضیں" فرزند کی تھیں جس عقد کا اہتمام کیا تھا اُس کا انداز کیا تھا..... اور اس عقد کے کیفیات کیا تھے؟۔

بعض فارسی مقالیں نے کسی قدر تفصیل بیان کی ہے۔ صاحب بصیرت انسان حالات و مقدمات کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ جناب امیرؐ نے اس عقد کے لیے کیا اہتمام کیا ہو گا اور جناب اُمّ المُنِينٌ کا اس مقدس گھر میں کیا کروار ہا ہو گا۔

حالات و کیفیات پر نظر رکھنے والا انسان اس واقعہ کی تصدیق کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ”جناب اُمّ الہینَیْنَ“ نے مولائے کائنات کے بیت الشرف میں قدم رکھتے ہی آستان مبارک کو بوسہ دیا اور شہزادوں کی خدمت میں عرض کی ”میں تمہاری ماں بن کر نہیں آئی ہوں بلکہ ایک خادمہ کی حیثیت سے آئی ہوں۔“

اس واقعہ کا عرفانی ثبوت یہ ہے کہ جناب اُمّ الہینَیْنَ مولائے کائنات کے علاوہ صدیقہ طاہرہؓ کی عظمت سے بھی باخبر تھیں۔ انھیں یہ معلوم تھا کہ فاطمہ زہراؓ اسی جلیل القدر خاتون کا نام ہے جس کے عقد کا اہتمام خاتم کائنات نے بالائے عرش کیا تھا اور جس سے شادی کی ہر خواہش کو سرکار دو عالم نے رد کرتے ہوئے وہی کا یہ فیصلہ سنایا تھا کہ ”اگر علیؑ نہ ہوتے تو میری بیٹی فاطمہؓ کا کوئی کفونہ ہوتا۔“

ایسے مقدس گھرانے میں قدم رکھتے ہوئے حضرت اُمّ الہینَیْنَ کو یہ احساس ہوتا ناممکن ہے کہ میں فاطمہؓ زہراؓ کی طرح علیؑ کی ایک زوجہ ہوں۔ یا مجھے واقعاً مدرس بسطیں کہے جانے کا حق حاصل ہے۔ حاشا کلام۔

جناب اُمّ الہینَیْنَ کی بلندی نفس کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ ان کے ذہن میں صرف بھی احساس رہا ہو گا کہ اسلام کو ایک محابرہ خدا کی ضرورت ہے اور اس ضرورت نے مجھے اس آستانہ مقدس تک پہنچا دیا ہے۔ درنہ کہاں میں اور کہاں بیتیز ہر گز؟

حضرت اُمّ الہینَیْنَ کو یہ بھی معلوم تھا کہ مالک کائنات نے شہزادی کو نینِ کو یہ بھی شرف عطا کیا ہے کہ ان کی موجودگی میں مولائے کائنات نے دوسرا عقد نہیں فرمایا اور یہ شرف تاریخ میں صرف دو ہی خواتین کو عطا ہوا ہے ایک جناب فاطمہؓ اور ایک ان کی والدہ گرامی جناب خدیجہ۔

سرورِ کائنات نے جناب خدیجہؓ کی حیات تک کسی خاتون سے عقد نہیں فرمایا۔ اور مولائے کائنات نے صدقۃ طاہرہؓ کی زندگی بھر عقدِ ثانی نہیں فرمایا۔ الٰہی مصالح کے علاوہ اس کی ایک وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسلام نے عقدِ ثانی کو ”عدالت“ سے مشروط کیا ہے اور یہ قانون بنادیا ہے کہ جب تک تمام ازدواج میں عدالت و انصاف ممکن نہ ہو ایک عقد کے بعد وہ سر اعقد کرنا جائز نہیں ہے۔

عدالت کے حدود کے بارے میں روایات میں جو اشارے ملتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری سلوک کی برابری تو بہر حال ضروری ہے۔ حتیٰ الامکان یہ سی بھی ہوئی چاہیئے کہ قبلی رجحان میں بھی فرق نہ آنے پائے..... یہ بات صرف ان حدود تک معاف کی جاسکتی ہے جہاں تک اسلام کے احترام فضائل و مکالات کے قوانین اجازت دیتے ہوں۔ اس کے بعد زوجیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا۔ ورنہ گھر کا سہانا ماحول ”وحشت کدہ“ میں تبدیل ہو جائے گا۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ سرکار و دعالمؐ کسی بھی قیمت پر دیگر ازدواج کو جناب خدیجہؓ کے برابر نہیں قرار دے سکتے تھے۔ خدیجہ صرف زوج رسولؐ نہیں تھیں کہ انھیں دیگر ازدواج کے برابر قرار دے دیا جائے۔ ان کو کچھ الگ امتیازات حاصل تھے۔ ان کے عقد کی ایک انفرادی شان تھی جس کے بعد یہ ناممکن تھا کہ ان کے ساتھ عام خواتین جیسا برداش کیا جائے۔ یہ عدم مساوات کا اندریشہ معاذ اللہ نفس رسولؐ کی کمزوری کی بناء پر نہیں تھا کہ اس کے مقابلے میں عصمت کو لایا جاسکے۔ اُس کی بنیاد فضائل و مکالات کا امتیاز تھا جسے کسی منزل پر نہیں مٹایا جاسکتا تھا۔

خود سرورِ کائنات نے بھی اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ جب حضرت عائشہؓ نے ٹوکا کر آپ ایک ضعیف عورت کو برابر یاد کئے جا رہے ہیں، مالک نے آپ کو اس سے

بہتر از واجع عطا کر دی ہیں..... تو آپ نے غصناک ہو کر فرمایا۔ خدیجہ کے برابر کون ہو سکتا ہے۔ وہ اس وقت ایمان لائیں جب کوئی ایمان لانے والا نہ تھا..... انہوں نے اُس وقت میری تصدیق کی اور اپنے اموال سے میری مدد کی جب کوئی سہارا دینے والا نہ تھا..... ان کے ذریعہ مالک نے مجھے اُس وقت صاحب اولاد بنایا۔ جب لوگ ابتر کے طفندے رہے تھے، کسی اور خاتون کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔

خدیجہ بنیاد کوثر ہیں۔ خدیجہ جواب طعنہ ابتر ہیں..... خدیجہ کے ازدواج میں کسی مصلحت و سیاست کا امکان نہیں ہے۔ خدیجہ کی زندگی پر کسی حرص و طمع کا الزام نہیں ہے..... خدیجہ نے سماجی بندھنوں کو توڑ کر عقد کیا ہے..... خدیجہ نے رسم و رواج پر ضرب کاری لگا کر پیغمبری مشن کو تقویت پہنچائی ہے، خدیجہ نے دولت کو فضائل کا احترام سکھایا ہے۔ خدیجہ نے مال و علم کی قدر و قیمت کو واضح کیا ہے۔

خدیجہ کے علاوہ کسی خاتون کے عقد کو یہ امتیازات حاصل نہیں ہیں۔ قدرت نے بھی نہیں چاہا کہ خدیجہ کی انفرادی شخصیت پر حرف آنے پائے اس لیے اُس وقت تک اپنے حبیب کو دوسرے عقد کی اجازت نہیں دی جب تک خدیجہ کو اس دنیا سے انٹا نہیں لیا۔

جناب فاطمہ زہرا کے عقد کی مصلحت اور بھی زیادہ واضح ہے کہ جب قدرت خدیجہ جیسی غیر معصومہ ہستی کی صحبت میں دوسری خاتون کو شریک نہیں بناسکتی اور اُس کے مراتب و مناقب کا اس انداز سے تحفظ کرنا چاہتی ہے تو فاطمہ توہر حال معصومہ ہیں۔

آن کے مقابلہ میں کسی دوسری خاتون کے آنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ کائنات کا اول و آخر عقد ہے جو اس نوعیت سے واقع ہوا ہے..... درستہ ہر عقد میں ایک ہی فریق مخصوص ہوا ہے اور دوسرے فریق کو درجہ عصمت حاصل نہیں رہا ہے۔

صرف عقد ہر اعلیٰ کا امتیاز ہے کہ شہر بھی مخصوص ہے اور زوجہ بھی مخصوص۔

اور شائد بھی وجہ ہے کہ کائنات کا ہر عقد روئے زمین پر ہوا ہے لیکن عقد زہر اعرش
اعظم پر کیا گیا ہے..... کہ غیر معصوم کا عقد زمین پر ہو گا تو جب طرفین معصوم ہوں گے تو
عقد کا انتہام بھی مالک کائنات کی طرف سے کیا جائے گا۔

ایسے حالات کو پیش نظر کھنے کے بعد جناب اُمّ الہینَیں کے بارے میں یہ تصور بھی
نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے کو ”روجیت“ کے اعتبار سے جناب فاطمہؓ کے برابر بھتی
ہوں اور زہر امر خاص کے بیت الشرف کو اپنا ”خانہ روجیت“ تصور کرتی ہوں
یا ان کے شہزادوں کے لیے اپنے کو ماں کا درجہ دیتی ہوں۔

اُمّ الہینَیں عرفانِ کامل کی منزل پر فائز تھیں۔ ان سے عقد ایک اہم مصلحت کے
تحت ہوا تھا۔ ان کے بارے میں اعزاز و احترام بیت رسالت کا جو تصور بھی قائم کیا
جائے وہ کم ہے۔ تاریخ کے واقعات ان واقعات کی شہادت دیں یا خاموش رہ
جائیں۔ حقیقت خود اپنی ایک زبان رکھتی ہے۔ (قرآنی پاکم از علماء سید زیشان حیدر جوادی)

حضرت علیؑ اور حضرت اُمّ الہینَیںؓ کی شادی

مرزا دیر کے الہامی کلام میں:

مرزا دیر کی زندگی کا آخری مرثیہ ہے:-

انجیل مسیح لب شیر ہیں عباس

یہ مرثیہ ابھی ۸۱ بند تک پہنچا تھا کہ مرزا دیر کا انتقال ہو گیا۔ مرثیے کے ابتدائی ۲۲
بند حضرت عباسؓ کے مناقب و فضائل میں ہیں پچیسویں بند سے مولائے کائنات
امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب سے حضرت اُمّ الہینَیںؓ کے عقد کی روایت نظم کی ہے۔
تمیں بند شادی کی تفصیلات و منظرنگاری کو بیان کرتے ہیں۔ مرزا دیر نے اس عقد کی
تاریخ کے ارجب لکھی ہے۔

﴿١﴾

القصہ عزیزوں میں ہوا شوق یہ سب کو
 شادی ہو شب بخدرہم ماہ رجب کو
 پیغام تقرر کا گیا شاہ عرب کو
 زوجہ نے کیا یاں طلب اُس خیر طلب کو
 پوچھا مرا داماد پیغمبر کا وصی ہے
 یہ بولا کہ ہاں نام خدا نام علی ہے

﴿۲﴾

اور نگہ نشین ہل الی اور خواجہ قنبر
 مراج گزین فلک دوش پیغمبر
 سب ان کے ہیں حکوم چہ خاقان چہ قیصر
 سب زیر نگیں ہیں چہ سلیمان چہ سکندر
 ہے یہ برکت نام مبارک میں اُسی کے
 گرتے ہوئے نظم جاتے ہیں کہنے سے علی کے

﴿۳﴾

بولی وہ عفیفہ میں ہوئی شاد خوشا حال
 اے شکر یہ شادی ہے خداداد خوشا حال
 کی فاطمہ کی روح نے امداد خوشا حال
 داماد خدیجہ میرا داماد خوشا حال
 دھیان اُن کو ہے لوٹڑی کی غربی کا جناں میں
 لوٹڑی بیہی تو دم بھرتی ہے بی بی کا جہاں میں

۴۳

تحیٰ دختر پاک اُس کی مسے حمیدہ
 بسم اللہ جموجوہ اوصاف حمیدہ
 تقویٰ و طہارت کے جریدے میں جریدہ
 دل روزِ ازل سے تھا مگر درد رسیدہ
 سقائے سکینہ کی وہ مظلومہ جو ماں تحیٰ
 اک نہر فرات آنکھوں سے ہر وقت روائ تحیٰ

۴۵

ہاجر ادب و سارا نسب آمنہ ایمان
 حور ارم و زہد و درع مریم دوران
 پوشک بدن پرداہ ستاری یزدان
 دامان تھا سجادہ بلقیس سلیمان
 رُخ اپنے ہی پر تو کا جو بر قع میں نہاں تھا
 خورشید صفت کتبہ میں مخفی و عیاں تھا

۶

جرے میں حمیدہ کے جو ماں اُس کی در آئی
 فانوس میں اک شمع درخشان نظر آئی
 لینے کو بلا کیں جو وہ نزدیک تر آئی
 چکے سے کہا لے مری امید بر آئی
 اب فخر عرب قوم ہماری ہوئی بیٹا
 نسبت شہر مرداں سے تمہاری ہوئی بیٹا

﴿7﴾

نگاہ وہ شام آئی کہ جو صبح سے لے باج
 غازہ رخ عیدین کا نوروز کی سرتاج
 ہسن شب قدر و شب بدر و شب معراج
 تھی رات بھی نازاں کے علی کی ہے برات آج
 کثرت وہ ستاروں کی شب جلوہ گلن پر
 مشاطوں کا جھرمٹ تھا شب عقد دلہن پر

﴿8﴾

چ دھج تھی عروس شب شادی کی زیارتی
 پھولی شفق شام کے لالے کی جو لالی
 ہلکی سی لب بام فلک اُس نے جمالی
 پازیب بھی اور کان کے بندے بھی ہلکی
 موباف زری لفم کیا کاہ کشاں کو
 مضمون بھی چوٹی کا ملا اہل زہان کو

﴿9﴾

ایوان مبارک سے برآمد ہوئے حیدر
 جس طرح محل سے شب معراج پیغمبر
 عرشی فلکی فوج پر فوج آئی زمیں پر
 ملبوں بدن عطر سے جنت کے معطر
 تھا ساتھ ہر اک وقت خدا اپنے ولی کے
 آتی تھی ندا ہم بھی براتی ہیں علی کے

﴿١٠﴾

دارم کے قبائل میں گیا نور کا آیا
 اس قبلہ کے لینے کو قبیلہ وہ سب آیا
 ایک ایک نے آنکھوں کو سر را بچایا
 یوں دوڑ کے قدموں پر گرے جیسے کہ سایا
 جتنے تھے براتی وہ رہے راہ گذر میں
 تھا یہ در علم گیا بیاہ کے گھر میں

﴿١١﴾

جلے میں حضور آئے کہ داخل ہوئی رحمت
 پردے میں دہن دولہا پر نازل ہوئی رحمت
 سب ہٹ گئے رحمت کے مقابل ہوئی رحمت
 ہر حال حمیدہ کے یہ شامل ہوئی رحمت
 جملے میں عجب نور کی ششی نظر آئی
 آراستہ پوشک بہشتی نظر آئی

﴿١٢﴾

وہ تافہ و سندس و استبرق جنت
 تھا بافتہ رشتہ نور یہ قدرت
 سنجاف کی جا گرد قم آئی رحمت
 دیکھا جو حمیدہ نے سرپا ہوئی حیرت
 فرمان خدا سے یہ منادی نے خدا کی
 لے زوجہ حیدر یہ عنایت ہے خدا کی

﴿١٣﴾

لکھتا ہوں میں ایجاد و قبول طرفین اب
 رو رو کے ہوئے نورہ زناں اسرار رب
 واللہ کہ اس عقد میں عمدہ ہے یہ مطلب
 ہو دفتر افواج خدا جلد مرتب
 شبیر ہے عباس خوش اطوار نہیں ہے
 سردار ہے دنیا میں علمدار نہیں ہے

.... ﴿١٤﴾ ..

اک دن میرے شبیر سے پھر جائیں گے سب ہائے
 دوپھر میں لٹ جائے گا گھر ہائے غصب ہائے
 نینب پر رہے گا چھ مینے یہ تعب ہائے
 دربار میں دن گزرے گا زندان میں شب ہائے

ہم ماتم شبیر پر امداد کریں گے
 زہرا بھی اسی غم میں موئیں ہم بھی مریں گے

.... ﴿١٥﴾ ..

اس عقد میں یہ عہد یہ پیالا ہیں ہمارے
 بخشے گا تجھے رب علا چار ستارے
 یہ ہوئیں گے پیارے کہ بنی فاطمہ پیارے
 یہ فرش کے تارے ہیں وہ ہیں عرش کے تارے

چاہے گی زیادہ کے بیشون میں علیٰ کے
 عباس کو اپنے کہ نواسوں کو نبیٰ کے

﴿١٦﴾

اُبڑا میرا گھر مر گئیں خاتون خوش اطوار
 دو بیٹیاں بن ماں کی ہیں دو بیٹے دل فگار
 ہوگا میرا شیبیر مصیبت میں گرفتار
 پیرب میں نہ کعبہ میں اماں دیں گے جناکار
 پر ماریہ کی صح غضب شام غضب ہے
 عاشور کی ظہرین کا انجام غضب ہے

﴿۱۷﴾....

اُس روز میرے کنپنے کا دھیان کرے گی
 پوتوں کے تو سہرے کا نہ ارمان کرے گی
 مجھ پر میرے اللہ پر احسان کرے گی
 فرزندوں کو شیبیر پر قربان کرے گی
 پہلے تیرے بیٹوں پر روائی ستم ہو
 پھر یوسہ گہر احمد مختار قلم ہو

﴿۱۸﴾

یہ سنتے ہی جملہ میں ہوا شیوں و ماتم
 وہ بیاہ کا گھر تعریزیہ خانوں سے نہ تھا کم
 گھوٹکھٹ میں حمیدہ کو ہوا سکتے کا عالم
 گوندھا ہوا سرکھوں کے زانو پر کیا خم
 ایمان پکارا یہ نہیں وقت جیا کا
 اقرار کرو شاہ شہیدان کی دلا کا

﴿١٩﴾

چلائی حضور آپ جو فرمائیں میں راضی
 بیٹے میرے شبیر کے کام آئیں میں راضی
 بابا سے میرے آپ یہ لکھوائیں میں راضی
 سب کنے کی مہریں ابھی ہو جائیں میں راضی
 طاعت نہ کروں میں جو حسین ابن علیؑ کی
 لوقدی نہ خدا کی نہ تمہاری نہ نبیؑ کی

﴿۲۰﴾

حضرت نے کہا اجر و جزادے تجھے غفار
 بی بی ترے منون ہوئے احمدؐ مختار
 شبیر پتھے فاطمہ زہراؓ کے یوں ہی پیار
 حاجت نہیں لکھنے کی تو ہے صادق الاقرار
 جنت سے پیغمبرؐ کی ندا آئی میں شاہد
 اور عرش سے آواز خدا آئی میں شاہد

﴿۲۱﴾

لکھتا ہوں باب آیات اور اخبار سے یہ عقد
 باندھا گیا اس رشتہ اقرار سے یہ عقد
 خالق نے پڑھا عرش پر کس پیار سے یہ عقد
 قدسی پڑھلا عالم اسرار سے یہ عقد
 کوئین میں دولت تھی جو تسلیم و رضا کی
 اسباب جیزیؓ میں انہیں حق نے عطا کی

﴿٢٢﴾

اُنہم کی چراغاں ابھی باقی تھی جہاں میں
 جو نوبتِ رخصت کا ہوا شورِ مکاں میں
 بے رنگ ہوا جلہ چون جیسے خزان میں
 ماں باپِ دلوہن کے ہوئے مشغول فناں میں
 باہر سے مخالفہ جو گیا بیاہ کے گھر میں
 سیاروں نے پھر گشت نہ کی راہ گذر میں

﴿٢٣﴾

نازل جو مخالفہ میں ہوئی آیتِ رحمت
 پھر بختِ کنیزوں کے ٹھکلےِ حل کی صورت
 ہاتھ آئی مخالفہ کے اٹھانے کی جو دولت
 کاندھوں پر فرشتوں کے ملا پائی رفت
 درجے میں ملائک کے مقابل قہیں کنیزیں
 بالائے زمیں عرش کی حامل قہیں کنیزیں

﴿٢٤﴾

القصہ بدلتی ہوئیں کاندھا دم رفقار
 پہنچیں عقب در جو کنیزان خوش اطوار
 چلانی محددار خبردار خبردار
 پردہ میں اٹھاتی ہوں اُدھر کون ہے ہشیار
 باہر سے ندا دی ملک و حور نے ہم ہیں
 سب حلقة گوشائ شہنشاہ ام ہیں

﴿٢٥﴾

ہم تالع فرمان علی ہیں دل و جاں سے
آئے ہیں حافے کو اٹھانے کو جناں سے
یہ کہہ کے پڑھا سورہ اخلاص زباں سے
کامنہ ہے پھافے کو لیا شوکت و شاں سے
اندھیر تھا مشعل کا دھواں چشم ملک میں
روشن تھے چراغ آنکھوں کے قانوں پلک میں

﴿٢٦﴾

تحی شب کو حافے میں وہ بلقیس زمانی
یا سورہ واللیل میں خورشید معانی
یاں خواہش تقدیر پہ دل ہوتا ہے پانی
آنی تحی جو پیرب میں بہتر کی سنانی
دروازے یہ نعلین بھی چادر بھی پڑی تحی
انہوں میں سر نگے بھی بی بی کھڑی تحی

﴿٢٧﴾

القصہ کنیزوں نے حمیدہ کی سواری
بیت الشرف شاہ ولایت میں اُتاری
دیران محل دیکھ کے رقت ہوئی تاری
زینب کو کلیج سے لگایا کئی باری
کیا دونوں کی آداب شناسی کا بیان ہو
یہ کہتی تھیں لوٹڈی ہوں وہ فرماتی تھیں ماں ہو

﴿۲۸﴾

نگاہ ہوا خانہ خورشید صو اگن
 لوح فلک سبز پ کھا خط روشن
 کیا دیکھتے ہیں شاہ نجف نائب ذوالمن
 بازوئے حمیدہ پ ہے اک لوح مرتین
 نقش اس پ ہے باریک مگر خط سے جلی ہے
 یہ دستخط خاص تدیر ازی ہے

﴿۲۹﴾

پوچھا جو علیٰ نے تو یہ بولی وہ خوش ایماں
 اے نقطہ بائے سر بسم اللہ قرآن
 پیدا ہوئی جس شب یہ کنیر شہ مرداں
 اماں کو ندا آئی کہ ہشیار و ٹکھبیاں
 ایں بدر شہستان شیر بدر و حین است
 ایں مادر عباس علمدار حسین است

﴿۳۰﴾

فرمایا علیٰ نے کہ ہماری تھی وہ آواز
 کی عرض سنا آج یہ اے قبلہ اعجاز
 خالق نے کیا عہد ولادت سے سرافراز
 پالیں کے تلے مل گئی یہ لوح خدا ساز
 اللہ کرے لوح جبیں پر یہ لکھا ہو
 شبیر پ لونڈی مع اولاد فدا ہو
 (مرزاد بیر)

مرزاد سے کہتے ہیں:-

حضرت اُمّ الہنین کے والدگرائی حرام کلابی کے بیہاں جب حضرت علی علیہ السلام کا پیغام پہنچا، حضرت اُمّ الہنین کی والدہ شمامہ کلابی نے خوشی کے عالم میں اپنے شوہر سے پوچھا کیا رسول اللہؐ کا دادا اور وصی میرا دادا بنے گا۔

حرام نے کہا:- مبارک ہو، ہاں علیٰ اب ہمارے دادا ہوں گے۔
وہ علیٰ جو شاہ ہاں آئی ہیں، خواجہ تھیر ہیں، دو شیخیہ پر، جن کو معراج ہوئی ہے، دنیا کے عظیم شہنشاہ سلیمان، سکندر، خاقان و قیصر ان کے مجموع ہیں۔
نام علیٰ میں ایسی برکت ہے کہ گرتے ہوئے انسان بھی منجل جاتے ہیں۔
ے ارجب عقد اُمّ الہنین کی تاریخ طے پائی۔

شمامہ کلابی نے عالم مسرت میں کہا:-

میری بیٹی ایک عظیم گھرانے میں بیاہ کر جائے گی یہ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی امداد ہے۔

حضرت بی بی خدیجہ کا دادا میرا دادا ہوگا۔ جناب سیدۃ النساء نے جنت میں مجھے اور میرے گھر کو یاد رکھا۔ اسی لیے میں شہزادی کی مودت کا دم بھرتی ہوں۔
حضرت اُمّ الہنین کا نام حمیدہ تھا۔ وہ مجھوہ اوصاف حمیدہ تھیں۔ تقویٰ و طہارت میں انتخاب تھیں۔ مگر دل میں درد بھرا ہوا تھا۔ اللہ نے ان کو ہاتھ بی بی جیسا دل عطا کیا تھا جس میں صبر ہی صبر تھا۔ ان کا نسب بی بی سارہ کے نسب کی طرح پا کیزہ تھا۔ دل میں جناب آمنہ کے ایمان کی طرح ایمان کا چراغ روشن تھا۔ زہد و خوف الہی حضرت مریم کی طرح تھا۔ سر کی چادر کا آنچل ایسا تھا کہ جناب بلقیس کے بحدے کا سجادہ تھا۔

جناب اُمّ الہنین پردے کی پاپند تھیں گھر کے افراد کے علاوہ کسی نے انھیں بغیر بر قع

مُقْعَدِ كَنْبَسْ وَيَكْحَا تَخَاهَ.

مولائے کائنات کا رشتہ کیا آیا مامد کلا بیہ ما در ام الہینہن پھو لنبیں ساری تھیں،
حضرت ام الہینہن کے مجرے میں آکر بیٹی کی بلا کیں لے کر چکے سے کہا بیٹی تیرنی نسبت
فاخت نجیر سے ہو گئی آج ہماری قوم ہمارا قبیلہ فخر عرب ہو گیا، ملک عرب میں ہم عزت
دارین پا گئے۔

عقد کی شام آتی

وہ شام کہ جو دو عیدوں کی سرخی لیے ہوئے آئی، وہ شام جس نے صبح سے خراج
وصول کیا، وہ شام جس میں شب قدر کا جلوہ تھا، چودھویں کے چاند والی رات کا پرتو تھا،
شب مراج کا حسن تھا۔ علیؑ کی برات چلی شام بستے رات ہو گئی۔
ام الہینہن کے گھر پر مہمانوں کا جھوم ستاروں کا جھرمٹ معلوم ہوتا تھا، دو لمحن کو
سجائے کے لیے سہیلیوں نے دو لمحن کو اپنے حلقوں میں لے لیا تھا۔

شادی کی شب کی رنگارنگی زرالی تھی آسمان نے شفق کا سرخ جوڑا پہنا، اور مدنی آسمان
کے کافیں کا گوشوارہ اور پاؤں کی پازیب بنا ہوا تھا، اور کہکشاں یوں معلوم ہو رہی تھی کہ
جیسے آسمانوں کے بالوں کی چوٹی گندھی ہو۔

حضرت علیؑ دولت کدے سے برآمد ہوئے اور اس شان سے برآمد ہوئے جیسے
شب مراج اپنے گھر سے پیغمبرؐ برآمد ہوئے تھے اور عرش کی تمام مخلوقات جنت کے عطر
کپڑوں میں لگا کر زمین کی طرف اترنے لگے اور اللہ بھی یہ کہتا ہوا اپنے ولی کے ساتھ
تحاکہ تم بھی علیؑ کے برآتی ہیں۔

وہ علیؑ جو اللہ کے نور کی آیت ہے قبیلہ بنی دارم کی طرف برات لے کر گئے جیسے ہی،
برات کو دیکھا قبیلہ بنی دارم نے آنکھیں فرشی راہ کیں اور اس طرح قدم بوسی کی جیسے

سایہ قدموں سے جڑا رہتا ہے۔ تمام براتی رکے اور علیٰ جو باب شہر علم ہیں وہ جناب اُم
ائین کے گھر میں تھا داخل ہوئے۔

حضرت علیٰ شادی کے گھر میں رحمت کی طرح داخل ہوئے اور دو لہذاں رحمتوں
کے سامنے میں آگئے چاروں طرف رحمت ہی رحمت تھی اور جملہ عروی میں چاروں
طرف نور برستا کھائی دیا حضرت علیٰ کا لباس جنت کے دھاؤں سے بنایا تھا۔ تافہ
سندس اور استبرق کے کپڑوں کا لباس حضرت علیٰ کے زیب بدن تھا اور اس لباس کا ہر
تار دستِ قدرت نے بنا تھا اور کپڑوں پر آیات قرآنی کی بیلیں تھیں یہ لباس دیکھ کر
حضرت حمیدہ خاتون کو حیرت ہوئی اور اسی عالمِ حیرت میں صدائے قدرت آئی کہ اے
علیٰ کی زوجہ یہ تم پر خدا کی عنایت و کرم ہے۔

دونوں طرف سے ایجاد و قبول ہوا اور علیٰ نے اس عقد کا سبب بیان کیا اور یہ سبب
بیان کرتے ہوئے علیٰ کی آنکھوں میں آنسو آگئے علیٰ نے کہا کہ اس عقد کا سبب یہ ہے کہ
اللہ کی فوجِ مکمل ہو جائے کیونکہ اللہ کی فوج کا سردار حسینؑ کی شکل میں تو موجود ہے لیکن
عباسؓ جیسا علمدار نہیں ہے۔ ایک دن وہ آئے گا کہ میرے حسینؓ سے زمانہ برگشته
ہو جائے گا، ایک دن میں سارا گھر لٹ جائے گا اور میری بیٹی زینبؓ چھ مہینے مصائب و
آلام میں اس طرح دن گزارے گی کہ کبھی ظالم کے دربار میں جانا ہو گا کبھی زندان کو
بسانا ہو گا۔

حضرت علیٰ جناب حمیدہ سے فرمائے ہیں کہ تمھیں اللہ چار بیٹے عطا کرے گا،
فاطمہ کے بیٹے عرش کے تارے ہیں اور تمہارے بیٹے فرش کے تارے یہ بتاؤ کہ تم نبی
کے نواسوں کو زیادہ چاہو گی یا اپنے بیٹے عباسؓ کو زیادہ چاہو گی۔
فاطمہ زہراؓ کی شہادت کیا ہوئی میرا گھر ہی اجزگیا میرے گھر میں دو بیٹے حسنؓ اور

حسین اور دو بیٹیاں زینت و ام کلثوم، ان مان کے بچے ہیں۔

میرا حسین بنا اور مصیبت میں گرفتار ہو گا، اس کو لوگ نہ تو کبھی میں رہنے دیں گے
ندمیتے میں چین لینے دیں گے کہ بلا میں عاشور کی نظہر کو میرے حسین پر قیامت گذر
جائے گی۔

اے حمیدہ! اس دن تم مجھ پر یہ احسان کرنا کہ اپنے پتوں کی خوشیوں کو فراموش کر
کے میرے حسین پر اپنے بیٹوں کو قربان کر دینا اور یہ اہتمام رہے کہ پہلے تھارے بیٹوں
کے سر جدا ہوں بعد میں حسین کا سرت سن سے جدا ہوں۔

علیٰ کے ان جملوں سے دہن کے مجرمے میں شیوں و ماتم شروع ہو گیا اور وہ شادی
کا گھر تعریف خانہ بن گیا، جناب حمیدہ کو یہ سن کر سکتے ہو گیا اور پھر سر کے بال کھول کے سر
کو جھکا لیا اور کہا اسے میرے والی جو بھی آپ فرمائیں میں اس پر راضی ہوں، میرے
بیٹے حسین پر سے قربان، میں کیا میرے بابا اور میرے تمام گھروالے راضی ہیں اور
خادمہ کا کام ہی ہے کہ مالک کے ہر حکم کو بجا لائے۔ آپ میرے مالک ہیں اور میں
آپ کی اور آپ کے بچوں کی خادمہ ہوں۔

مولانا علیٰ نے جناب حمیدہ کو دعا میں دیں کہ اس قربانی کا اجر تھیں خدادے گا اور
اے حمیدہ جنت میں رسول اللہ تھمارے شریگدار ہیں اور فاطمہ زہرا بھی اسی طرح حسین
کو ہر شے سے عزیز بمحظی تھیں، مجھے معلوم ہے کہ جو وعدہ تم نے کیا ہے اس کو پورا کرو گی
علیٰ کی اس بات پر جنت سے رسول اللہ کی آواز آئی کہ اے علیٰ میں ام اہلین کے
 وعدے کا گواہ ہوں اور عرش سے اللہ نے کہا میں بھی اس عہد کا شاہد ہوں۔

اللہ نے عرش سے علیٰ و ام اہلین کا عقد پڑھا، تمام قدسی اس عقد میں موجود تھے اور
معبدوں نے زمین و آسمان کی دولت۔ ام اہلین کو جہیز میں عطا کر دی۔

امبھی شب تمام نہیں ہوئی تھی کہ جناب حمیدہ کی رخصت کا وقت آگیا اور وہی جعلہ جو ابھی بقید نور بنا ہوا تھا خزانِ رسیدہ چمن کی طرح ہو گیا اور دہن کے ماں باپ بیٹی کی جدائی پر رونے لگے۔ دہن کو لینے کے لیے پاکی گھر میں پہنچی گئی، اس مجائے میں دہن آئیتِ رحمت کی طرح نازل ہوئی، جس طرح قرآن کے لیے حل کھلتی ہے اسی طرح کنیروں کی قسمت بھی کھلی، اور کنیروں نے دہن کی پاکی کو کاندھے پر اٹھایا تو اس وقت فرشتوں کے مرتبے کنیروں کو حاصل ہوئے اس لیے کہ یہ پاکی نہیں تھی گویا فرش پر کنیروں نے عرش کو اٹھایا ہوا تھا۔

غرض کہ کاندھا بدلتے ہوئے کنیروں دہن کے مجائے کو درستک لائیں ایک مرتبہ ایک کنیر پاکاری کر دوسرا طرف کوں ہے ہٹ جائے اس لیے کہ دہن کے مجائے کا پردہ ہٹایا جا رہا ہے تاکہ دہن سوار ہو تو دوسرا طرف سے آواز آئی کہ ہم جنت کے ملائکہ اور حوریں ہیں اور ہم سب علیٰ کے حلقہ بگوشوں میں ہیں۔ ہم علیٰ کے حکم کے غلام ہیں اور ہم جنت سے اس پاکی کے اٹھانے کو آئے ہیں اور سورہ قلن هو اللہ پڑھ کے حوروں نے اور ملائکہ نے پاکی کو کاندھے پر اٹھایا راستے میں مشعل کی نہیں بلکہ حور و ملائکہ کی آنکھوں کی روشنی تھی۔

جناب حمیدہ مجائے میں رات کو حضرت بالقیس کی صورت جلوہ گر تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے قرآن کے سورہ والیل میں آناتب چک رہا ہو۔ ایک یہ وقت تھا اور ایک وہ وقت کہ جب مدینے میں حسینؑ بن علیؑ کے قتل کی خبر پہنچی تو یہی بی بی یعنی جناب حمیدہ بغیر غلیں اور چادر کے دوڑتی ہوئی اس مجھ میں پہنچیں۔ جہاں حسینؑ بن علیؑ کے قتل کی خبر سنائی جا رہی تھی۔

الغرض کنیروں نے جناب حمیدہ کی سواری کو علیؑ شاہ ولایت کے دولت کدے میں

اتارا۔ بی بی حمیدہ نے گھر کی دیکھی بڑھ کے جناب زینبؓ کو کلیج سے لگایا۔ اور اس وقت جناب زینبؓ اور جناب حمیدہ کی گفتگو کیا بیان کی جائے کہ جناب حمیدہ اپنے کو جناب زینبؓ کی کنیز کہتی تھیں اور جناب زینبؓ جناب حمیدہ کو مان کہتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی نظر جناب حمیدہ کے بازو پر پڑی تو دیکھا ایک نورانی لوح جناب حمیدہ کے بازو پر بندھی ہے اور اس پر پاریک اور واضح نقش سے قدرت کے دستخط تحریر تھے۔ حضرت علیؓ نے جناب حمیدہ سے پوچھا تھیں معلوم ہے یہ کیا ہے۔ جناب حمیدہ نے فرمایا کہ مولا جس شب یا آپ کی کنیز پیدا ہوئی اسی شب میری ماں کو یہ آواز آئی کہ ہاں خبردار ہو جاؤ کہ تمہاری یہ بیٹی علیؓ کے گھر کا چاند بنے گی یہ بیٹی حسینؓ کے عاملدار کی ماں بنے گی۔

تو حضرت علیؓ نے کہا کہ وہ ہماری آواز تھی۔ جناب حمیدہ نے خوش ہو کے کہا کہ یہ راز آج مجھ پر ٹھلا کر دے آپ کی آواز تھی۔ اللہ نے ولادت کے وقت ہی ایک وعدے سے ممتاز فرمایا اور یہ لوح میرے سر ہانے سے دستیاب ہوئی۔ اور اب میری یہ دعا ہے کہ میری پیشانی پر تحریر بھی لکھی ہو کہ یہ کنیز حسینؓ ابن علیؓ پر اپنی اولاد کے ساتھ قربان ہو جائے۔

بنت رسولؐ کے بعد، حضرت علیؓ کے عقد:

امامہ کے بعد خولہ بنت جعفر پھر اسما بنت عمیس اور ایک روایت کے مطابق اُم حبیب بنت عباد بن رہیمہ بن حیکم بن علقہ تغلبیہ سے جگ یمامہ یا عین المتر کے بعد عقد ہوا، یہ بی بی عمری اطرف اور رقتیہ بنت علیؓ کی والدہ ہیں۔ حضرت اُم الحینیؓ سے حضرت علیؓ کا پانچواں یا چھٹا عقد تھا۔

عقیل ابن ابی طالبؓ سے حضرت علیؓ کی فرماش:

حضرت علی علیہ السلام نے عقیل سے فرمایا *إختَرْ لِي إِمْرَأَةً مِّنْ ذُوِ الْبَيْوتِ*

وَالشُّجَاعَةُ لَا تَرْجُهَا الْعَلَى اللَّهُ أَن يَزْرُقَنِي مِنْهَا وَلَدًا

میرے لیے ایک ایسی عورت کا انتخاب کرو جو اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو۔ اور اس گھرانے کے فراد شجاعت اور دیری میں انتخاب ہوں۔ میں ایسے خاندان کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے مجھے ایک شجاع فرزند عطا کرے۔ اس میں تک نہیں کہ جناب عقیل اس زمانے میں انساب عرب کے عالم تھے اور حالات سے باخبر تھے۔ رشتہ کی تلاش کے لیے جناب عقیل جیسی شخصیت کا انتخاب دو طرح کی حکمت عملی پرپنی تھا۔

۱۔ جناب اُمِّ الْمُتَّهِرَینَ کی فضیلت کا اظہار ہو۔

۲۔ لوگوں کو یہ بات بتانے کے لیے کہ رشتہ کا انتخاب صالح عورت اور صالح مرد ہونا چاہیئے۔

تاریخ کی ورق گردانی کرنے والے جانتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور تمنا سے حضرت یحییٰ پیدا ہوئے (قرآن مجید سورہ مريم و نفس اُمہوم صفحہ ۲۳۶ طبع نجف اشرف و توپنگ المقادِر بہائی صفحہ اطیع بسمی ۱۳۵۱ھ) اور حضرت فاطمہ بنت اسد کی دعا اور تمنا سے حضرت علی متول ہوئے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد اطیع بسمی) اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کی دعا اور تمنا سے علمدار کر بلہ حضرت عباس علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت علیٰ اور جناب عقیلؑ میں گفتگو:

یہ ظاہر ہے کہ فرزند رسول اُلْثَقَلِينَ امام حسینؑ پر حتمی واقع ہونے والے حداد کر بلہ حضرت علی علیہ السلام بخوبی واقف تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اس نازک دور میں میرا وجود نہ رہے گا کہ میں اپنے نور نظر کی امداد کر سکوں۔ آپ کو اس موقع پر نہ ہونے کا

افوس اور اپنے فرزند کی مصیبت میں ظاہرا بھی شریک نہ ہونے کا رخ تھا۔ تفکر تھے ہی کہ دل کی گہرائی میں اک جوش تمنا پیدا ہوا۔ منہ سے لکلا۔ اے کاش! میری کوئی ایسی اولاد وہ تو جو حسینؑ کے آڑے وقت میں کام آتی۔

دل میں تمنا کا پیدا ہونا تھا کہ آپ نے اپنے بھائی حضرت عقیلؑ کو طلب فرمایا اور ان سے کہا کہ اے بھائی مجھے واقعہ کر بلکہ تفصیلات معلوم ہیں۔ میرا دل بے چین ہے میں چاہتا ہوں کہ:

”انظر الى امراهٖ فد ولدتها الفحولة من العرب لا
تزوجها فتلدى غلاماً فارساً يكون هونا ولدى
الحسين في كربلا تنفيح المقال مامقاني باب العباس صفحه
٢٨، طبع ایران: اسرار الشہادۃ صفحہ ۳۱۹ طبع ایران ۱۴۲۹ھ و شرح شاقيہ الی نواس و

عدمة الطالب صفحہ ۳۵۲۔ و محدث ساکب صفحہ ۳۳ و مذاخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۵۳

”آپ عرب کی کسی ایسی عورت کو تلاش کیجئے کہ جو بہادروں کی نسل سے ہوتا کہ میں اس سے عقد کروں اور اس کے بطن سے ایسا بہادر لڑکا پیدا ہو، جو رزمگاہ کربلا میں میرے فرزند حسینؑ کی کمال انہیاں اور توجہ و جانشناشی سے مدد کرے۔

حضرت عقیل جواناب عرب سے واقف تھے۔ حضرت علیؑ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے بولے: بام البنین الكلابیہ اے علی آپ ام البنین کلابیہ کے ساتھ عقد کر لیں لیں فی العرب اشجع من آباء ها ولا افوس اس لیے کہ اس کے آبا و اجداد سے زیادہ شجاع اور بہادر کوئی نہیں لقد کان لبید يقول فیهم شعر لبید شاعر نے ان کے خاندان کی نسبی بلندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

”نحن خير عامت بن صعصعه“ ہم ہی خاندان عامر بن صعصعہ ہیں۔ بڑی عزت و منزلت کے مالک ہیں۔ جس سے کوئی عرب کا باشندہ انتشار نہیں کر سکتا اور اسے بھائی علی سنوامن قومہا ملاعوب الاسنة ابوبراء۔ اُم البنین کے خاندان ہی سے ابو البراء بھی تھے۔ جن کو ملاعوب الاسنة یعنی نیزوں سے کھینے والا کہا جاتا تھا۔

الذى لم يعرف فى العرب مثله فى الشجاعة۔ جس سے برا شجاع سرزین عرب نے آج تک پیدا نہیں کیا۔ (تفصیل القال صفحہ ۱۲۸ طبع ایران)

جتاب اُم البنین کی خواستگاری کے لیے حضرت عقیل کا جانا:

حضرت عقیل نے حضرت علیؑ سے جتاب اُم البنین کی کمال مدح و شاکرنے کے بعد کہا۔ اگر اجازت دیں تو میں خواستگاری کے لیے جاؤں۔ حضرت عقیل کو کیل بنا کر کثیر مہر دے کر فقیلہ کا ب کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت عقیل خانہ حرام میں جا پہنچے۔ آپ کو صدر مجلس میں جگد دی گئی۔ اداۓ مراسم کے بعد جتاب اُم البنین کے والد حرام سے اُم البنین کے لیے سلسہ جنبانی شروع کی۔ حرام نے پوچھا میری لخت جگر کس کے لیے چاہتے ہو؟۔ فرمایا:

اذ چہت خورشید پہر امامت، جشید سریر کرامت۔ واقف معارج لا ہوت۔ عارف
مدارج ناسوت ناشر نا موس ہدایۃ۔ کا سر ناقوس۔ غولیۃ۔ خطیب منبر سلوانی۔ وارث
رتبہ ہارونی، نور جمالی از لی شعاع بے مثال لم یزلي۔ حضرت علی ولی علیہ السلام برادر
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی میں تاجدارِ مملکت کمالات حضرت علیؑ برادر مخبر اسلام علیہ السلام کے لیے خواستگاری کی خاطر آیا ہوں یعنی کر حرام فرط مسرت سے بخود ہو گئے اور فوراً یہ کہتے ہوئے داخل خانہ ہوئے کہ میں ابھی ابھی عرض کرتا ہوں۔

جناب اُمّ الْمُنْبِتَنَّ اور حزام میں گفتگو:

حزام نے گھر میں جا کر جناب اُمّ الْمُنْبِتَنَّ سے کہا کہ عقیل بن ابی طالب آئے ہیں اور علی بن ابی طالب تیرے خواستگار ہیں۔ بیٹی! تیری کیا رائے ہے؟ اُمّ الْمُنْبِتَنَ نے جب یہ سنا۔ بے انتہا خوش ہوئیں اور کہا۔ بابا جان آپ کو اختیار ہے البتہ اتنا عرض کیے دیتی ہوں کہ میرے دل میں پہلے سے تمنا تھی کہ میرا شوہر بے مثل و بے نظیر اور یکتا و بے ہمتا ہو۔ خوش انصیب کہ ولی مراد برآنے کے اس باب پیدا ہو گئے۔ میں بالکل راضی ہوں اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔

حزام گھر سے باہر آئے۔ حضرت عقیل نے پوچھا۔ ”حزام کیا کہتے ہو؟“ عرض کیا ”جِعْلُكَ فَدَاكَ“ میں آپ کے قربان، کہنا کیا ہے علی سے رشته قائم کرنا عین سعادت ہے۔ اس سلسلہ میں علی کو فروع نہ ہوگا بلکہ ”شرف و افتخار ماباشد“ میری خوش قسمتی کا باعث ہے۔ عقیل! جب دن تاریخ درست سمجھو میری نور نظر لخت جگر کو علی کی خدمت گزاری کے لیے لے جاؤ۔“ جناب عقیل نے واپس آ کر صورت حال حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت علیؑ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ فتو رو جہا امیر المؤمنین۔ اور اُمّ الْمُنْبِتَنَ کے ساتھ عقد کر لیا۔ پھر چند عروتوں کو خانہ حزام میں بھیجا گیا۔ کوہاں سے اُمّ الْمُنْبِتَنَ کو لے آئیں۔

جناب اُمّ الْمُنْبِتَنَ خانہ امیر المؤمنین میں:

عورتیں گئیں اور جناب اُمّ الْمُنْبِتَنَ کو آراستہ و پیراستہ کر کے لے آئیں اور حضرت علیؑ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ اُمّ الْمُنْبِتَنَ فرماتی ہیں کہ میں ساری دنیا کی عورتوں پر اس بارے میں فخر کیا کرتی تھی کہ: ”کینز حضرت زہرا دزوجہ شاہم“ میں فاطمہ زہرا کی کنیز اور تاجدار عالم کی زوجہ ہوں۔

علامہ قزوینی رقطراز ہیں:-

”کہ حضرت اُم الحنین نے حضرت علیؑ کے گھر میں داخل ہوتے ہی ذیوڑھی کو بوسہ دیا اور داخل جگہ ہو کر سب سے پہلے حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کو جو بیمار تھے اٹھا کر بٹھالیا۔ اور دونوں کے گرد تین دفعہ قربان ہوئیں پھر منہ چوما۔ (لفش سوگھیں) اور روکر عرض کی، اے میرے آقا اور میرے آقا زادو۔ مجھے اپنی کنیزی میں قبول کرو میں تم پر شار۔ میں تمہاری خدمت کے لیے آئیں ہوں تمہارے کپڑے دھوؤں گی اور بدل و جان تمہاری خدمت کروں گی۔ تم مجھے اپنی خدمت کے لیے قبول کرو۔ (ریاض القدس جلد ۲)

ناظرین کرام اجنب اُم الحنینؑ کے اس طرز عمل سے حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ روح فاطمہ زہراؑ بھی مسرور ہو گئی اس لیے کہ ان کی دلی تھنا بھی تھی کہ میرے بعد علیؑ جو بھی عورت لائیں وہ میرے بیچوں کی صحیح مگرال ہو۔

مولانا اطہر حسن زیدی مرحوم نے شادی کا منظراں طرح پیش کیا ہے:-
ایک دن امیر المؤمنینؑ نے اپنے بڑے بھائی حضرت عقیلؑ کو بلایا..... عقیل آئے..... علیؑ تعظیم کو اٹھئے..... اور عقیل کہتے ہیں۔

”یا علیؑ! تم امام زادہ ہو..... تم میری تعظیم نہ کرو.....“ مولانے فرمایا۔ ”عقیل بھائی! میں نے بھیت امام نہیں بلایا..... بلکہ بھائی کی حیثیت سے آپ کو بلایا ہے..... آپ بڑے بھائی ہیں..... اور بڑا بھائی باپ کے برابر ہوتا ہے..... میں آج آپ سے خاص بات کہنا چاہتا ہوں.....“ عقیل نے پوچھا ”یا علیؑ! کون سی بات؟“ مولانے فرمایا۔ ”عقیل بھائی! میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ عرب کے تمام خاندانوں سے

واقف ہیں..... کسی ایسے خاندان میں میر عقد کرادیں جو عرب بھر میں بہادری میں مانا ہوا خاندان ہو..... میں ایک بہادر خاندان کی بہادر لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہوں تاکہ اُس لڑکی کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو..... وہ میری شجاعت کا وارث ہو..... عقیل نے کہا۔ ”ٹھیک ہے..... میں رات بھر غور کروں گا۔ کل صبح بتاؤں گا۔“ اگلے دن صبح عقیل تشریف لائے اور کہنے لگے۔ ”یا علی! میں نے وہ خاندان ڈھونڈ لیا ہے..... جہاں تمہاری شادی کرنا ہے.....“ مولانے پوچھا ”کون سا خاندان.....؟ تو جناب عقیل نے فرمایا ”بنی کلاب“..... عرب کا مانا ہوا بہادر خاندان ہے..... لوگ اُس خاندان کے آدمیوں کے نام اپنی تکواروں پر ”کنڈہ“ کر لیتے ہیں..... علی! اس خاندان میں تمہارا عقد ہوگا.....“

خاندان ”بنی کلاب“ نیمیوں میں رہتا تھا..... اتفاق سے (بنی کلاب) مدینے سے دس، بارہ میل کے فاصلے پر خیسے ڈالے ہوئے تھے..... آپ نے کہا ”علی! وہ آئے ہوئے ہیں..... میں ابھی وہاں تمہاری خواتینگاری کے لیے جاتا ہوں.....“ چنانچہ عقیل خود جل کے قبیلہ ”بنی کلاب“ کے پاس پہنچے..... اور قبیلہ کے سردار سے ملنے۔ جس کا نام تھا ”حزام“ قبیلہ کے سردار نے پوچھا آپ کون ہیں؟، جناب عقیل نے جواب دیا ”میں عقیل ہوں،“ ”کون عقیل.....؟“ ”ابو طالب کا بڑا بیٹا.....“

اب جو سردار نے یہ سنا کہ ابو طالب کا بڑا بیٹا میرے سامنے کھڑا ہے تو اُس نے عقیل کے پیروں پر اپنا سر کھو دیا اور کہنے لگا ”اے بیٹہ البلد کے بیٹے! سید العرب کے بیٹے! امیر القوم کے بیٹے! ابو طالب“ کے بڑے فرزند! آپ یہاں کہاں خبر گئے..... ہم خادموں کے گھر جو موجود ہیں.....“

چنانچہ تمام قبیلہ استقبال کر کے عقیل کو اپنے قبیلے میں لے گیا..... ایک بہترین خیے

میں نہ ہرایا..... تین دن تک جب فرائض مہماں ختم ہو گے..... تو سردار قبیلہ عرض کرتا ہے۔
 ”اے امیر العرب کے بیٹے! آپ نے کیوں زحمت فرمائی..... آپ حکم فرمائیں....
 ہمارے لیے کیا حکم ہے.....؟“

جناب عقیل کہتے ہیں ”شیخ! تو ہمارے خاندان کو جانتا ہے؟“

”سبحان اللہ..... ذہ کون ہو گا۔ جو تیرے خاندان کو نہیں جانتا..... وہ تو کوئی ناہیں ہی
 ہو گا..... جس نے تیرے خاندان کی عظمت نہ دیکھی ہو..... بنی ہاشم کا خاندان آنفاب
 و مہتاب کی طرح روشن ہے..... اور ابوطالبؑ کی اولا و ساری دنیا سے زیادہ معزز و محترم
 ہے..... حضور حکم فرمائیں“۔

”سردار! میں چاہتا ہوں کہ میرے خاندان کا ”رشتہ“ تیرے خاندان میں
 ہو جائے۔ شیخ پوچھتا ہے۔ ”حضور! اس سے بڑھ کے ہماری عزت اور کیا ہو گی.....
 آپ حکم فرمائیں کس کا رشتہ چاہتے ہیں.....؟“

تو آپ نے فرمایا ”میں اپنے چھوٹے بھائی علیؑ کا رشتہ تیرے خاندان میں چاہتا
 ہوں.....“ بس اور حکیم نے ”علیؑ“ کا نام لیا..... ادھر قبیلہ کا شیخ جب جھوم اٹھا ”قبلہ! کس
 کا رشتہ.....؟“ ”علیؑ کا.....“ بچھا۔ حضور ایک دفعہ پھر کہیں.....
 کس کا رشتہ؟ ”علیؑ کا.....“ بار بار پوچھتا ہے وہ ہاتھ اٹھاتا ہے ”خدایا!
 کس کا نام آیا..... علیؑ کا رشتہ اور ہمارے گھر..... ہمارے خاندان میں!“۔

”حضور امیری بچی موجود ہے..... جب حکم دیں.....“

جناب عقیل نے کہا ”سردار! مجھے بھی تو قعْتھی..... تم یہی جواب دو گے..... جاؤ
 ذرا لڑکی سے دریافت کرلو.....“۔

”قبلہ..... لڑکی سے کیا پوچھنا ہے... میں جو لڑکی کا باپ کہہ رہا ہوں.....“ تو

جناب عقیل نے کہا ”سردار! یہ اسلامی قانون ہے..... لڑکی سے پوچھنا چاہیے..... پھر رشتہ طے ہو جائے گا.....“

بہرنوں ”حزام“ سرداری کلاب گھر آیا..... آکے بیوی سے کہا ”منہی بھی ہو قسمت یا ورہو گئی نصیب جاگ گیا..... بیٹی کا رشتہ آیا ہے“
چونکہ حزام نے ایک ہی انکوٹی لڑکی تھی۔ جس کا نام فاطمہ تھا..... بیوی نے سمجھا کہ کسی بادشاہ کا رشتہ آیا ہوگا..... آخر بیوی نے پوچھا ” بتاؤ تو سہی کس کا رشتہ آیا ہے“
حزام نے جواب دیا ”پہلے شکریہ کی دور کعت نماز پڑھ لو پھر بتاؤں گا“
جب اُس مومنہ کو پوری طرح متوجہ کر لیا تو کہنے لگا ” ہمارے گھر ہماری لڑکی کے لیے علیؑ کا رشتہ آیا ہے“ وہ خاتون کہتی ہے ” کیوں تم اسکی باتیں کرتے ہو علیؑ کا رشتہ اور ہمارے گھر محمدؐ کا داماد اور ہمارا داماد بننے ہمیں خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ ہماری اتنی عزت ہو“

حزام بولا!

واقعاً علیؑ کا رشتہ آیا ہے“

تو خاتون نے جواب دیا

” سبحان اللہ پھر دریکیا ہے“

” ذرا لڑکی سے پوچھنا ہے“

” کیوں اُس سے کیا پوچھنا ہے“

” وہ کہتے ہیں کہ اُس سے پوچھ لو“ چنانچہ سمیلیاں بلوائی گئیں سمیلیوں کے ذریعے پوچھوا یا گیا تو انہوں نے فرمایا
” میرے رشتے کا اختیار ماں، باپ کو ہے مگر رات میں نے ایک خواب دیکھا

ہے..... وہ میری اماں کو جا کے بتا دیں

"میں نے خواب میں دیکھا ہے کوئی محترم خاتون ہیں جنہوں نے مجھے لہن بنایا ہے لہن بنائے مجھے پیار کیا ہے اور پیار کر کے یہ فرمایا " تجھے مبارک ہو تو میرے بیٹے عباس کی ماں بنی ہے"

بہر نواع۔ سہیلیوں نے آکے کہہ دیا رشتہ طے ہو گیا اور چند دن بعد۔ خاندان بنی ہاشم برات لے کر گیا علیؑ کا عقد ہوا "فاطمہ کلابیہ" جو بعد میں "ام الحنین" کہلائیں رخصت ہو کر علیؑ کے گھر آئیں دروازے پچمل بھائی گئی تمام بنی ہاشم نگی تکواریں لیے ہوئے محلے کا پھرہ دے رہے تھے۔

لوگو! خبردار کوئی سواری پر سوار ہو کے نہ گزرے کوئی مکان کی چھت پر نہ چڑھنے پائے علیؑ کی "ناموس" آئی ہے علیؑ کی حرم آئی ہے"

چنانچہ بی پی چمل سے اتریں دروازے پر آئیں چوکھت کو چومنا شکر کا سجدہ کیا دروازے کے اندر قدم رکھا اور وہیں زمین پر بیٹھ گئیں جانب زہنیبؓ نے آکے کہا "اماں! اندر آؤ " بی بی کہنے لگیں "فاطمہ کی بنیلیوں! مجھے اماں نہ کہو میں تمہاری خدمت کے لیے آئی ہوں میں تمہاری خادمہ ہوں "

حسینؓ آئے "اماں! چلو اندر "

لبی بی نے کہا "شہزادو! میں تمہاری خدمت کے لیے آئی ہوں تمہارے باور چی خانے میں کام کرنے کے لیے تمہارے غظین صاف کرنے کے لیے یہ گھر سیدہ کا گھر ہے تم سیدہ کی اولاد ہو میں تمہاری کنیز بن کر رہوں گی "

بہر نواع۔ بی بی نے عقیدت کی انتہا کر دی اور حسینؓ نے محبت کی انتہا کر دی پورا ایک سال گذر اس شادی کو تو خداوند عالم نے وہ بیٹا عطا فرمایا۔ جس کی

علیٰ کو تنہ تھی..... علیٰ مسجد میں بیٹھے تھے..... اطلاع دی گئی۔ ”یا علی! مبارک ہو..... خدا نے بیٹا عطا فرمایا ہے..... علیٰ گھر میں آئے..... ماں کی گود میں پچ کو دیکھا..... دیکھ کے کہتے ہیں۔ ”ماشاء اللہ..... وہی ہے جس کی مجھ تھا تھی..... ”علیٰ! ام البنین سے کہتے ہیں۔ ”ام البنین! مبارک ہو..... تو اس بیٹے کی ماں بنی..... ”ام البنین فرماتی ہیں۔ ”یا علی! اس نے آنکھ نہیں کھولی..... ”علیٰ جواب میں فرماتے ہیں۔ ”ہا..... مجھے پڑتا ہے..... یہ آنکھ نہیں کھولے گا..... آخر میرا بیٹا ہے نا..... ”پھر مولا فرماتے ہیں۔ ”حسین کو بلاو، حسین آگئے..... ”حسین! اذ راحبائی کو گود میں لیتا..... ”اب جو حسین نے ہاتھ پھیلائے تو بچے نے آنکھ بعد میں کھولی..... ہاتھ دونوں پہلے پھیلا دیئے، غالباً ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ تھا۔ ”حسین! آنکھ تو کھلتی ہی رہے گی..... پہلے میرے دونوں ہاتھوں کا نذر ان قبول فرماتے ہیں۔

آقا! میں دونوں ہاتھا بھی سے تیری نذر کرتا ہوں..... ”چنانچہ حسین نے گود میں لے لیا..... بھائی کا منہ چوما..... بچے نے آنکھیں کھولیں..... اور سب سے پہلے حسین کا چہرہ دیکھا..... پھر علیٰ نے گود میں لے کر ایک کان میں اذان کی..... ایک کان میں اقامت کی..... اور فرمایا۔

”مجھے رسول نے وصیت کی تھی۔ کہ اس بچے کا نام ”عباس“ رکھنا..... چنانچہ ”عباس“ نام رکھا گیا۔

اب جناب زینب فرماتی ہیں۔ ”اسے میری گود میں دو..... ”بین نے گود میں لے لیا..... اور کان پہ مندر کھکے کچھ بات کی..... تو امیر المؤمنین پوچھتے ہیں۔ ”زینب! کیا بات کی ہے..... ”باباجان! اماں کی ایک وصیت تھی۔ وہ سنائی ہے..... ”مولانے پوچھا ”زینب! کونی وصیت.....؟ بی بی نے فرمایا ”اماں نے

وقتِ رحلت فرمایا تھا..... کہ ایک بچہ پیدا ہوگا..... عباس اُس کا نام ہوگا..... جب وہ پیدا ہو تو گود میں لے کے کان میں یہ کہہ دینا۔ ”اماں سلام کہتی تھیں.....
 (خطیب آل محمد صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۱)

خطبہ عقد:

امیر المؤمنین کی طرف سے خطبہ عقد جناب عقیل نے پڑھا۔

خطبہ عقد کا ترجمہ

”تمام حمد پرور دگار کے لئے اور درود اُنکے رسول اور اُنکے اہل بیت طاہرین پر اے بنی کلاب اور اے بنی عامر بن صالحہ اللہ نے یقیناً ہم پر احسان کیا کہ ہم ہی میں سے محمد صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول مبعوث کیا اور وہ ہماری طرف آئے اللہ کے اُستوار اور پائیدار دین کے ساتھ چھے اللہ نے ہمارے لئے پسند کر لیا جب یہ فرمایا ”اللہ کے پاس دین فقط اسلام ہے۔“ (القرآن) اور یہ بھی کہ ”جو اسلام کے علاوہ کوئی دین لے کر آئے گا اس قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ انجام کار میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہو گا۔“ (القرآن) اور ہمیں حکم دیا گفض و کینہ سے قلعہ بندر بننے کا۔ اور ایک دوسرے کی پیچان اور صدر حرم کو ہمارے لئے سزا اور قردیا جب یہ فرمایا ”اے بنی توئے انسان یقیناً ہم نے تمہیں ایک مرد و ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے لئے قوم اور قبیلہ قرار دیئے تاکہ تم ایک دوسرے سے پھر جائے جاؤ۔“ تحقیق تم میں وہ اتنا ہی مکرم ہے جو جتنا زیادہ صاحب تقویٰ ہے تحقیق اللہ خوب جانے والا اور خوب خبر رکھنے والا ہے۔“ (القرآن) اور زنا اور سفاح کو ہم پر حرام قرار دیا اور ہمارے لئے زواج اور نکاح کو حلال کیا جب یہ فرمایا ”اللہ کی آئیوں میں سے ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے جوڑے بنائے تاکہ تم اس میں تسلیم پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت قرار دی تحقیق اُسیں فکر

کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔“ (القرآن) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”نکاح کرو اور نسل بڑھاو یقیناً میں امتوں پر اسکے سب مبارکات کرنے والا ہوں“ (الحدیث) اور یہ علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور تمہارے نبی کے بچپان زاد ہیں۔ امام ہیں۔ مومنین کے امیر ہیں۔ یقیناً یہ تمہارے لئے بہترین سعدھا نہ ہے اور انہوں نے خواستگاری کی ہے تم میں سے کریمہ بنی بیت

فاطمہ ام البنین بنت حزم بن خالد بن ربیعہ کے لئے کتاب الہی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقیناً اللہ نے فرمایا ہے کہ ”وہ زمین اور آسمانوں کی ایجاد کرنے والا ہے اسی نے تمہارے لئے تباہی میں سے جوڑے بنائے اور چوپا یوں میں بھی جوڑے بنائے اور اس میں

تمہاری نسل کی برصغیر رکھی، کوئی شے اسکے جیسی نہیں اور وہ خوب سنتا اور کیا خوب گمراہ ہے“ (القرآن)۔ (خاص صفات العابسیہ۔ محمد ابراهیم الکلباسی تجھی۔ ص ۳۲، ۳۵)

خانہ امیر المومنین میں آمد پر چند کلمات کی ادائیگی:

جب جناب ام البنین رخصت ہو کر آئیں اور ڈیور ڈھنی کے قریب پہنچیں جبکہ وہاں سارے بنی ہاشم موجود ہیں تو فرمایا۔

”محبے شہزاد۔ یہاں تک کہ میں خانہ سید و سردار امیر المومنین“ اور اپنی پیش رو اور سیدہ فاطمہ زہرا علیہما السلام کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اذن لے لوں اپنے شہزادوں حسن و حسین (علیہما السلام) اور شہزادیوں زینب و ام کلثوم (علیہما السلام) سے“ اور پھر داخل ہو کیں اور شہزادوں اور شہزادیوں کے قریب آ کر فرمایا۔ ”اے سرداروں۔ اے مصطفیٰ کے خانہ داروں اور اے فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہما) کے پارہ قلب میں۔

تمہاری خادمہ بن کر آئی ہوں کیا آپ مجھے اپنی خادمہ کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں؟

پس شہزادوں اور شہزادیوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کا استقبال کیا۔

پھر آپ نے گھر میں آنے کے بعد امیر المؤمنین سے عرض کی۔

”یا باحسن میری آپ سے ایک استدعا ہے،“

مولائے کائنات۔ ”کہیے! انشاء اللہ میں پورا کرو گا،“

جناب امّ اہلسین۔ مجھے قاطمہ (جو میرا نام ہے) کہہ کر نہ پکاریں اس لئے کہ یہ

شہزادوں اور شہزادیوں کے حزن کا سبب ہو گا۔ یہ انگلی والدہ کا امام گرامی ہے اور اس

طرح انہیں انگلی یاد تڑپائے گی۔ آپ مجھے امّ اہلسین پکاریے گا۔“

(امّ اہلسین علیہ السلام۔۔۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔۔۔ ص ۳۲، ۳۶)

۸۔۔۔۔۔ باب

حضرت اُم البنینؓ

بھیت زوجہ

حضرت اُم البنینؓ اور شہادت حضرت علی علیہ السلام:

۲۱ رب میان ۶۰ھ کی وہ حشر انگریز اور قیامت خیز تاریخ ہے۔ جس میں اسلام کے مالک دین و ایمان کے سردار رسولؐ کے حقیقی جان ثار و جائشیں نے مسجد کوفہ میں زہر میں بیجھی ہوئی تلوار سے شہادت پائی۔ آپؐ کی شہادت واقع ہونے میں کس کا ہاتھ تھا۔ اور کون آپؐ کی شہادت کا سببِ اعظم تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ علامہ حسین واعظ کاشفی کہتے ہیں کہ عبدالرحمن ابن ملجم مرادی کا ایک دن کوفہ کی گلیوں سے گذر ہوا۔ اس نے ایک مکان میں کثیر مدرسخان عالم کو آتے جاتے دیکھا اور عمدہ باجوں کی آوازیں سنی۔ اس مکان کے قریب گیا، جس میں سے عورتوں کا ایک گروہ لکلا۔ اس کی نظر قظامہ نامی عورت پر پڑی۔ اس کے حسن نے اس کمینہ کے دل میں جگہ کر لی۔ اس نے بڑھ کر پوچھا کیا تو شوہر رکھتی ہے۔ اس نے جواب دیا چونکہ میری پسند کا شوہر مجھے نصیب نہیں

ہوا۔ اس لیے میں نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ ابن ملجم نے کہا۔ ”کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تو مجھے قبول کر لے؟“ اُس نے کہا۔ میرے عزیزوں سے کہو۔ عزیزوں سے جب تذکرہ کیا گیا، تو انہوں نے قظامہ کی مرضی پر چھوڑا۔ قظامہ جو بہت آراستہ غرفہ بیت (کھڑکی) میں بیٹھی ہوئی تھی اس نے کہا اگر تم تین قسم کے مہر ادا کر سکتے ہو تو مجھے تم سے ہمکنار ہونے میں غدر نہیں ہے۔ (۱) تین ہزار روپ ملکہ دا کرو۔ (۲) ایک اچھی گانے بجائے والی کینیر خدمت کے لیے لاو۔ (۳) حضرت علیؓ کا سر کاٹ کر لاو۔ یہ کہ ابن ملجم نے کہا اول کی دو شرطیں تو منظور اور ممکن ہیں مگر تیسرا شرط سے میں عاجز ہوں علیؓ وہ ہے جس کی ششیروں کا لوہا مشرق و مغرب کے بہادروں کے قلوب مانے ہوئے ہیں۔ بھلا مجھ سے یہ کیوں کر ہو سکے گا کہ ایسے بہادر کا سر کاٹ سکوں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے تو دراصل سر علیؓ ہی درکار ہے میں نے پہلی دو شرطیں تجھے سے اٹھالیں۔ اب مہر میں صرف علیؓ کا سر جا ہتی ہوں۔

اگر مجھ سے لطف حیات اٹھانا چاہتا ہے تو علیؓ کا سر لا اور نہ تو میری صورت بھی نہ دیکھ سکے گا۔ اس بد بخت مرادی نے اس زن نامراوی کی شرط قبول کر لی۔ اور مہر میں علیؓ کا سر دینے کا وعدہ کر لیا۔ قظامہ کی مدد سے چند آدمیوں کو لے کر رونے بخدمت امیر نہاد۔

حضرت علیؓ کے قتل کے لیے ابٹھ کھڑا ہوا (روضۃ الشہد اباب ۵ صفحہ ۱۹۸)

صاحب تاریخ آئندہ بحوالہ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں کہ واقعہ نہروان کے واقعہ کے بعد تین خارجیوں نے رائے دی کہ تین شخصوں۔ معاویہ، عزرا بن العاص اور حضرت علیؓ کی وجہ سے یہ انتشار بڑھ رہا ہے۔ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے لیے ۱۹ رمضان مقرر ہوئی۔ چنانچہ تینوں خارجی اپنی تکواریں زہر میں بچا کر روانہ ہوئے۔ ایک مشق میں معاویہ کے لیے، دوسرا فسطاط مصر میں عمرو بن العاص کے

لیے۔ تیرا ابن ملجم حضرت علیؑ کے لیے۔ معاویہ اور عمر و ابن العاص تو بچ گئے مگر ابن ملجم جب اس ارادے سے کوفہ پہنچا تو مسجد کوفہ میں چھپ رہا۔ حضرت علیؑ ایک شب حضرت امام حسنؑ کے پاس اور ایک شب حضرت امام حسینؑ کے پاس افطار کرتے اور تینِ انقوں سے زیادہ تناول نہ فرماتے۔ جب ۱۹ رمضان ۶۲ هـ کو حضرت نماز صبح کے لیے گھر تے جانے گے تو گھر کی بٹھیں چیختے گیں۔ حضرت پر اس کا اثر ہوا اور مسجد میں تشریف لائے۔ اذان دی۔ جب نماز میں مشغول ہوئے تو سجدہ کی حالت میں ابن ملجم نے سر پر تلوار ماری۔ جس سے مفتریک شگافتہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "فَزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ" بخدا میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ (تاریخ آئندہ صفحہ ۲۷۸) ان حضرات کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی شہادت یا تو قطامد کی حرکت سے عمل میں آئی یا ان خارجیوں کی سازش اس کا سبب قرار پائی ہے۔ لیکن جب آپ کی شہادت کے متعلق محققانہ نظر ڈالی جاتی ہے تو واقعہ اس کے غلاف ثابت ہوتا ہے۔

علیؑ کی شہادت میں حکومت شام کا ہاتھ:

معاویہ اور عمر و بن العاص جگہ جمل اور صفين کی حڑ انگیز اور قیامت خیز جگہ دیکھتے ہی نہیں بلکہ بگلت چکے تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ علیؑ کی زندگی میں ہمیں چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ لہذا کسی نہ کسی صورت سے انہیں راہی جنت کر دیا جائے تاکہ اطمینان کی سانس لینا ممکن ہو سکے اسی فکر میں لگے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے اور کامیاب کیوں نہ ہوتے۔ جب کہ سازش کرنا ان کا "طبعیت ثانیہ" بن گیا۔ معاویہ نے ابن ملجم مرادی کو قتل امیر المؤمنین کے لیے تیار کیا۔ چونکہ وہ خوارج میں سے تھا۔ اس لیے فوراً قتل امیر المؤمنین پر راضی ہو گیا۔ اور اس نے مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ کو شہید کر دیا۔

صاحب مناقب مرتفعی نے لکھا ہے کہ قدوة الحقیقین حکیم شانی کہتے ہیں:-
 یعنی ملجم کا بیٹا وہ بے دین کتا جو انت و فرین کا سزاوار ہے۔ ایک عورت پر عاشق
 ہو گیا اور اس بد بخت کے لیے کہا جائے راہب روم سے بھی زیادہ کمینہ تھا وہ عورت
 معاویہ کے عزیز دوں میں سے تھی اور خوشحال والدار اور خوبصورت و جوان تھی۔ معاویہ کو
 ابن ملجم کی عاشقی کا راز معلوم ہو گیا اسی وجہ سے وہ بتاہ ہو گیا، معاویہ نے اس سے کہا۔
 اے ابن ملجم اگر تو چاہتا ہے کہ وہ مقصود ہاتھ آئے اور قظامہ جیسی حسین عورت تیرے
 لیے حلال ہو جائے تو سن۔ ایک ذرا بہادری تو کرنا پڑے گی اور حضرت علیؑ کا سر لانا
 پڑے گا۔ اس لیے کہ اس کا مہر ”خون علیؑ“ ہے چنانچہ اس نے حضرت کے سر اقدس پر
 ضرب لگا دی۔ جب اس سے لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا تو اس نے جواب میں
 کہا:-

”میں نے معاویہ کے کہنے سے ایسا فعل کیا۔ مگر افسوس کہ کوئی فائدہ برآمد نہ ہوا“
 (مناقب مرتفعی صفحہ ۱۲۷)

الغرض سر اقدس پر ضرب لگی۔ منادی تلک نے ”الا قتل امير المؤمنین“ کی
 ندادی۔ آپ کی اولاد اور اصحاب مسجد کو فدیں جائیں گے۔ اپنے آقا کو خون میں غلطان
 دیکھ کر فریاد فقاں کی آوازیں بلند کیں۔ پھر حسب الحکم مکان لے چلے کا سامان کیا ایک
 گلیم میں لٹا کر آپ کو اس صورت سے لے چلے کہ سرہانے امام حسن۔ پاکتی امام حسین
 اور وسط میں حضرت عباس گلیم انداختے ہوئے تھے۔ مگر پہنچنے کے بعد آپ نے صبح کو
 مخاطب کر کے فرمایا۔ ”اے صبح تجھے اسی خدا کی قسم ہے جس کے حکم سے تو برآمد ہوئی ہے
 مجھے بتا تو نے کبھی مجھے سوتا ہوا پایا ہے؟ یعنی تو گواہی دینا کہ رسول اللہ کے ساتھ
 ابتدائے جوانی سے یعنی جب سے نماز پڑھنی شروع کی ہے۔ تو نے مجھے کبھی سوتا نہ پایا۔“

جب تو برآمد ہوئی جا گئی ہوا پایا۔ بارا لہا تو گواہ رہنا کہ میں تیرا حکم بجا لایا۔ تو نے جس چیز سے روکا اس سے باز رہا۔ جس کا حکم دیا اس پر عمل کیا۔ تیرے پتھر کے خلاف کوئی بات دل میں نہ لایا۔ (اکتوبر صفحہ ۲۰۷، طبع بارس ۱۳۴۷ء) اس کے بعد آپ کو عش آگیا۔“ جب غش سے افاقہ ہوا حضرت امام حسن نے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ تھوڑا سا پی کر آپ نے منہ ہٹالیا اور فرمایا اسے اپنے اسیر ابن محبج کو دے آؤ۔ (اخبار ماتم صفحہ ۱۳۷۔ وکتب تواریخ)

حضرت علیؑ کا دست امام حسینؑ میں علمدار کر بلکہ کا ہاتھ دینا:

اب حضرت علیؑ علیہ السلام کی عمر کے آخری ملحات گذر رہے ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹوں کا انتظام شروع فرمایا اور ہر ایک کو مناسب امور و احکام سے باخبر کیا۔ سب سے پہلے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ ”تم لوگ فرزند رسولؐ اشقلین حسن و حسینؑ کی نصرت و اطاعت سے منہذ موڑنا پھر امام حسنؑ کے ہاتھوں میں تمام اولاد کا ہاتھ دیا اور امام حسینؑ کے ہاتھوں میں دست حضرت عباسؓ دیا۔

حضرت علیؑ کا اپنی اولاد کو وصیت فرمانا:

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حضرت عباسؓ اور دیگر اولاد کو جو بطن فاطمہؓ سے نہ تھی طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ ”وصیت میکنم شمار آباں کے مخالفت نہ کیند حسن و حسین را خدا شمار اصبر دہ در مصیبۃ من“ میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم لوگ فرزندان رسولؐ اشقلین صلم حسن و حسینؑ کی ہمیشہ نصرت کرنا اور کبھی ان کی مخالفت وھیاں میں کھنڈانا۔ میں تم سے رخصت ہوتا ہوں خدا تمہیں صبر عطا کرے۔

(کشف الانوار ترجمہ بخاری۔ جلد ۶۔ صفحہ ۲۱۷)

علامہ کلینی چھ سندوں سے ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے

اپنے بارہ بیٹوں کو جمع کر کے فرمایا: ”دیکھو یہ میرے دونوں فرزندوں نو رونظر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔ ان کے فرمان کو گبوش دل سنتا اور ان کی پوری پوری اطاعت کرنا اور ہر قسم کی امداد میں سینہ پر رہنا۔ (اصول کافی صفحہ ۱۴۳ اطیع ایران ۱۲۸۱ھ)

حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کے ہاتھ میں سب بیٹوں کے ہاتھ دے دیئے:

ویسیت فرمائے کے بعد آپؑ نے حضرت عباسؓ کے علاوہ اپنے تمام فرزندوں کے ہاتھ حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیئے۔ یعنی آپؑ نے سب کو امام حسن علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ (کتب تواریخ و مذاق)

جناب اُمّ الہینَ کا اضطراب:

جناب اُمّ الہینَ مادر گرامی حضرت عباسؓ نے جب یہ دیکھا کہ اپنے سب فرزندوں کو حضرت امام حسن علیہ السلام کے سپرد فرمایا ہے۔ مگر میرے نو رونظر عباسؓ کو کسی کے حوالے نہیں کیا تو آپؑ بے انتہا پریشان ہوئیں اور کمال اضطراب میں گھبرا کر عرض کرنے لگیں۔ میرے سرتاج! میرے آقا! میرے مالک! کیا اس ناچیز کنیت سے کوئی خطا سرزد ہو گئی ہے۔ یا حسنینؑ کے خادم عباسؓ سے کوئی قصور ہو گیا ہے؟ سردار دو عالم جناب امیر المؤمنین علی اہب ایل طالب علیہ السلام نے دریافت فرمایا کیوں اُمّ الہینَ کیا بات ہے۔ عرض کی مولا! آپؑ نے سب بیٹوں کو امام حسن علیہ السلام کے سپرد فرمایا اور خادم زادہ ”عباس“ کو کسی کے حوالے نہیں کیا۔ میرا اول گلزار گلزار ہوا جا رہا ہے۔

حضرت علیؑ کا گریہ:

جناب اُمّ الہینَ کے اس مختصر بائنسہ سوال پر حضرت علیؑ روپڑے، اور فرمایا اے اُم

امینؒ اگر تم اس راز سے آگاہ ہوئیں تو ایسا سوال نہ کرتیں۔ عرض کی، مولا آگاہ فرمائیے۔ میں تو یہی چاہتی ہوں کہ میرے فرزند کا ہاتھ بھی حسنؒ کے دست مبارک میں دے دیا جائے۔

دست حسینؒ میں علمدار کا ہاتھ:

حضرت علیؑ نے تاجدار کر بلاد امام حسین علیہ السلام کو قریب بلا یا اور عباسؓ علمدار کو بھی طلب فرمایا اور امام حسینؒ کے دست مبارک میں ان کے قوت بازو علمبردار کر بلا عباسؓ بن مرتضیؑ کا ہاتھ دے کر ارشاد فرمایا۔ ”بیٹا! یہ تمہارے سپرد ہے۔ میں اسے تمہاری غلامی میں دیتا ہوں۔ پھر حضرت عباسؓ سے فرمایا۔ ”بیٹا! یہ تمہارے آقا ہیں۔ ان کی رفاقت اور ان کی امداد تمہارا عین فریضہ ہے جب یہ کر بلاد کے میدان میں دشمنوں کے نزد میں گھر جائیں تو ان کی مدد کرنا۔ (ریاض القدس۔ صفحہ ۲۹۶۔ غاصۃ المصائب صفحہ ۱۰۰۔ طبع توکل شور ۱۲۹۳ھ فضاک الشهداء باب ۲۸ صفحہ ۱۱۱)

علامہ کثوری لکھتے ہیں۔ ”حضرت علیؑ نے جناب عباسؓ کو امام حسین علیہ السلام کے سپرد کیا اور کسی کے خواہ نہیں کیا۔ (امین صفحہ ۲۲۳۔ مرقات الالیاقان جلد اصفہان ۲۰) جناب ام امینؒ اس خصوصی اعزاز کو ملاحظہ کر کے مطمئن ہو گئیں۔

شهادت حضرت علیؑ پر جناب عباسؓ کا سر مکملانا:

حضرت امیر المؤمنین وصیت سے فارغ ہو چکے اور تمام ضروری امور سے فرصت کے بعد خالق کائنات کی طرف روانگی سے حالات ظاہر فرمانے لگے اور ۲۳ سال کی عمر میں شب بعد ۲۱ رمضان ۲۰ھ کو نصف شب گذرنے کے بعد تمام اعزاز اور قربا احباب، خادم اور اولاد کو ہاتھ ملتا چھوڑ کر راهی جنت ہو گئے۔

اَنَّا لِلّٰهِ وَإِنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

آپ کا انتقال فرمانا تھا کہ اہل بیت کرام نے نکل شگاف نالے شروع کر دیئے۔
 کوفہ کی ہر گلی و کوچہ سے صدائے گریہ بلند ہو گئی۔ تمام بیباں بے حال تھیں۔ غرضیکہ
 کائنات کا ذرہ ذرہ مجنونال تھا۔ ہر ایک اپنے احساس کے موافق رونے میں مشغول تھا۔
 ملا محمد حسین واعظ لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت عباس فرط غم کی وجہ سے اپنے سر کر
 باز بار دیوار خانہ سے ٹکرائے تھے۔ (اخبار اتم صفحہ ۵۲ طبع رامپور ۱۸۸۵ء)

مرزاد آئرنے اس مظکر کو تہبیت پہ اثر اسلوب سے لفظ کیا ہے:-

(۱)

شیعوں میں اس بیان سے ہوا اور شور و شین
 لائے پر گلیم پے شاہ مشرقین
 یوں لے چلے گلیم میں حیدر کے نور عین
 کاندھا دیئے سرہانے حسن پاکتی حسین

آکر جلو میں روح ایں نگے سر چلا
 لاشه کننہ در خیر کا گھر چلا

(۲)

پنچا جو لاشه شہ مرداں قریب در
 بے ساختہ نکل پڑی زینب برہنہ سر
 بعد اس کے یوں ہی آئیں تھیں اکبر کی لاش پر
 یہ واقعہ تھا باب کا وہ ماتم پر
 رکھ رکھ کے ہاتھ آنکھوں پس بغلق ہٹ گئی
 پھیلا کے ہاتھ لاش سے زینب لپٹ گئی

﴿٣﴾

لائے کی پیشوائی کو سب الٰی بیت آئے
 سر کو سنجالے ہاتھوں پہ بیت الشرف میں لائے
 اُم اہمین زمین پر تڑپ کر پکاری ہائے
 عباس ہے کہاں ارے جراح کو بلائے

جلد آئے زخم دینے کو مرہم لگانے کو
 بولا کوئی حسین گئے ہیں بلانے کو

﴿۴﴾

اُم اہمین کو پایا جو صدمہ میں بنتا
 باہیں گلے میں ڈال کے عباس نے کہا
 اے اماں صدقہ دینے سے رد ہوتی ہے بلا
 بھائی حسن حسین ہیں زہرا کے دربا

روشن کرو جہاں میں تم اپنے نام کو
 صدقہ اوتارو شاہ نجف پر غلام کو

﴿۵﴾

یہ سن کے اُس ہراس میں سنبھلی وہ بیقرار
 لے کر بلا کمیں بولی چلو میرے گلزار
 بابا پ تم ثار ہو تم پر یہ ماں ثار
 چلانی بڑھ کے جمع ماتم میں ایکبار

سیدانند رثا پے کی غم سے پناہ دو
 صدقہ اوتارنے کو میں آتی ہوں راہ دو

۴۶

آگے سے ہٹ کے پیمان سب پوچھنے لگیں
 کیا لائی ہے علی کے تصدق کو اے حزین
 بولی وہ باوفا کہ یہ فرزندِ مہ جمیں
 اب ماگ پر بنی ہے خبرِ کوکھ کی نہیں
 اس لعل بے بہا کو میں والی پہ واروں گی
 شاہِ نجف پہ ڈرِ نجف کو اوتاروں گی

۴۷

بخاری زمینِ مجھ پر رثاپے کے غم سے ہے
 اس یاس میں امیدِ خدا کے کرم سے ہے
 مطلبِ نہ بیٹوں سے ہے نہ مالِ درم سے ہے
 میری توسلطنتِ مرے صاحب کے دم سے ہے
 خیرِ النسا کی پیمان جنت میں سوتی ہیں
 ہم سی جو بے نصیب ہیں وہ بیوه ہوتی ہیں

۴۸

بوالے علی تو ہوش میں اے نوحِ گرنہیں
 عباش کے وقار کی تجھ کو خبر نہیں
 یہ فاطمہ کا بیٹا ہے تیرا پسر نہیں
 شیرزاد کے لیے کوئی ایسی پسر نہیں
 صدقے میں لاکھ جان سے اس نورِ عین پر
 یہ کربلا میں ہو یگا قربانِ حسین پر
 (مرزا ذیر)

انیسویں رمضان کی شب امام علی علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:-
 اے علی! موت پر کہر ہمت کو سلو، وہ رات آگئی جس رات کی خبر رسولؐ خدا مخبر
 صادق نے دی تھی۔ یہ وہی رات ہے جس کا وعدہ مجھ سے کیا گیا تھا۔
 اُمّ الْمُؤْمِنِينَ امیر المؤمنینؑ کو مضطرب دیکھ کر پوچھتی ہیں کہ اے امیر المؤمنینؑ آج شب
 قدر ہے؟

انیسویں رمضان کی سحر جب امام علیؑ یہ شعر پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے:-
 اشدد حیازیمک للموت فان الموت لاقيك
 موت کے لیے اپنی کمر مضبوطی سے باندھ لو کر موت تیرے پاس آ رہی ہے۔
 اس وقت اُمّ الْمُؤْمِنِينَ نے یہ احساس کیا کہ یہ وداع کی رات ہے اور اشک آ لود
 آنکھوں سے الوداع کہا۔

آخر کار جرنیلؓ نے زمین و آسمان کے درمیان سے آزادی جسے ہر بیدار شخص سن
 سکتا تھا: خدا کی قسم، بدایت کے ستون ویران ہوئے، علی مقفلی گئے۔ اس وقت اُمّ
 الْمُؤْمِنِينَ نے پا کر کہا: اے رسول اللہ کے وارث! آپ ہمیں تھا چھوٹ گئے۔
 حضرت علیؑ کی شہادت کے موقع پر حضرت اُمّ الْمُؤْمِنِينَ کے اضطراب کو میراث نے
 بھینظم کیا ہے:-

﴿١﴾

روتے ہوئے وداع ہوئے شہ کے دوست دار
 زینبؓ بلائیں لینے لگی رو کے زار زار
 بیٹوں سے تب یہ کہنے لگے شاہ ذوالفقار
 آؤ مرے قریب کہ ہے وقت احتصار

یہ سن کے روتے روتے دم آن کے الٹ گئے
بارہ پر علیٰ کے قدم سے لپٹ گئے

﴿۲﴾

روئے علیٰ حسن کو گلے سے لگا لگا
اور ہاتھ آن کے ہاتھ میں نو بیٹوں کا دیا
عباس نامدار کے حق میں نہ کچھ کہا
چکیے کھڑے تھے سامنے اور رنگ زرد تھا

پاس ادب سے باپ سے کچھ کہہ نہ سکتے تھے
ماں آن کو دیکھتی تھی وہ منھ ماں کا تکتے تھے

﴿۳﴾

ام البنین قدم پر گری کھولے سر کے بال
کی عرض یا علیٰ ولی شیر ذوالجلال
عباس سے ہے خاطر القدس پر کچھ ملال
لوئڈی ہوں میں غلام ہے حضرت کا میرا لال

رہتا یہ خدمت حسن خوش صفات میں
ہاتھ اس غلام کا نہ دیا آن کے ہات میں

﴿۴﴾

ام البنین سے رو کے علیٰ نے کہی یہ بات
دینا حسن کے ہاتھ میں کیوں کر میں اُس کا ہات
شیدا ترے پر کا ہے شبیر خوش صفات
اور عاشقِ حسین ہے عباس نیک ذات

شان بہادری ہے ترے نور عین میں
اس کا ازل سے ہاتھ ہے دستِ حسین میں

﴿۵﴾

عباس کو بلا کے گلے سے لگا لیا
ہاتھ اُس کا دے کے ہاتھ میں شیر کے کہا
اے لال یہ غلام تمہارا ہے با وفا
میری طرح سے پیار اسے تکبی صدا
آفت کا دن جو تجھ کو مقدر دکھائے گا
اُس روز یہ غلام بہت کام آئے گا

﴿۶﴾

عباس سے کہا کر سن اے میرے نوبال
تو ہے علی کا لال وہ ہے مصطفیٰ کا لال
رکھو ہمیشہ خاطر شیر کا خیال
اس کا ملال احمد مرسل کا ہے ملال
پیش خدا بزرگ ہے رتبہ حسین کا
مجھ کو بھی پاس رہتا ہے اس نور عین کا

﴿۷﴾

خدمت سے تکبی نہ کسی حال میں قصور
تو ایک مشت خاک ہے یہ ہے خدا کا نور
دلبد فاطمہ کا ہے پاس ادب ضرور
جو اس کے دل سے دور ہے وہ ہے خدا سے دور

آقا کا ساتھ تا دم مردن نہ چھوڑیو
سب چھوٹیں پر حسین کا دامن نہ چھوڑیو

﴿٨﴾

بچوں سمیت جب یہ وطن سے کرے سفر
پہلے مرے حسین سے تو باندھیو کمر
پہنچے جو کربلا میں یہ سلطان مجرد بر
خیسے کی پوکی شام سے تو دیکھو تا حر
روز نبرد معركہ آرائی سکیو
پانی ہو اس پر بند تو سنائی سکیو

﴿٩﴾

یہ سن کے ساری بیباں روئی تھیں زار زار
اور لوٹتے تھے خاک پر زہرا کے گلزار
دو دن تک علی رہے بستر پر بے قرار
فرزندوں کو نگلے سے لگاتے تھے بار بار
آنسو کبھی رواں تھے کبھی لب پر آہ تھی
اکیسوں شب آئی تو حالت تباہ تھی

﴿١٠﴾

اک بار غش سے چوک کے بیٹوں سے یہ کہا
بغلوں میں ہاتھ دے کے آٹھاؤ مجھے ذرا
آئے ہیں میرے لینے کو جنت سے مصطفیٰ
یہ بات کہہ کے غش ہوئے پھر شاہ لاقا
کچھ رات باقی تھی کہ جہاں سے گزر گئے

غل پڑ گیا کہ حیدر کردار مر گئے



فوج ملک میں شور قیامت ہوا عیان
نہرا گئی زمین - لگا بلنے آسام
جنات پیٹنے لگے با نالہ و فنا
ماہین آسام و زمین تھا بیہی بیان
وا حستا کہ تخت امامت الٹ گیا
بس آج زور آل محمد کا گھٹ گیا

حضرت علیؑ سے حضرت اُمّ الہینؓ کا عقدے ارجب ۲۱ھ میں ہوا تھا۔ ۲۱رمضان ۲۰ھ میں حضرت علیؑ کی شہادت ہو گئی۔ تقریباً بیس برس دونوں کا ساتھ رہا۔ بحیثیت زوج اُمّ الہینؓ نے تن من و مصن سے شوہر اور شوہر کی اولاد کی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت اُمّ الہینؓ شادی کے بعد کبھی گھر سے نہیں نکلیں۔ چاروں بیٹوں اور ایک بیٹی کی پرورش میں انہاک تھا۔ بیس تک خاندان اُلیٰ بیت میں اُن کو مرکزیت حاصل تھی۔ عیدین پر خاندان حضرت علیؑ کے پاس آتا تھا۔ حضرت اُمّ الہینؓ ایک باوفا اور باوقار بزرگ خاندان خاتون تھیں، حضرت علیؑ کی زوجہ ہونے کے سب سمجھی انھیں سلام کرتے تھے۔ وہ بھی پورے خاندان کی سلامتی کی دعائیں کرتی رہتی تھیں۔

حضرت امام حسینؑ جب ارجب ۲۸ھ کو کربلا (عراق) جا رہے تھے تو حضرت اُمّ الہینؓ کو اسی احرام کے سبب اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔
حضرت اُمّ الہینؓ مدینے میں رہ گئیں اور وہ حضرت فاطمہ صفرؑ کی تہائی و پریشانی میں اُن کی غمگسارتھیں۔

باب ۹.....

حضرت اُم البنین

بھیثت ماں

مولانا سید آغا مہدی مرحوم لکھتے ہیں:-

شہزادہ عباس کی ماں کا نام فاطمہ اور کنیت اُم البنین (بچوں کی ماں) ہے، عرب میں فاطمہ نامی جناب معصومہ صلوات اللہ وسلام علیہا کے پہلے اور بعد جو عورتیں گذری ہیں ان میں یہ خاتون بڑی خوش بخت تھیں، فاطمہ بنت اسد کی بہو ہوتا، علیٰ کی رفیقہ زندگی قرار پانہ غیر فانی عزت ہے جس کی قبائل عرب کے دل میں آرزو تھی اور خصوصی شرف خاتون کو یہ تھا کہ خود مشکل کشا طلبگار ہوئے، عقلی ایسا دانشمند واسطہ ہوا اس گھر میں آئیں جہاں فاطمہ زہرا کی ثانوی حیثیت پائی، سب سے بڑا خیر یہ تھا کہ سردار جوانان جناب اور عائی زہرا کی ماں کھلا کیں۔ دونوں فرزند حضرت امام حسن اور امام حسین درجہ عظیمی امامت پر فائز اور گوشوارہ عرش تھے مگر اُم البنین ان کی بھی ماں تھی۔ ان حضرات کا قاعدہ یہ تھا کہ پرورش کرنے والی عورت اور (کھلائی) پر کھانے میں سبقت نہ کرتے تھے چہ جایکہ باپ کی رفیقی زندگی، اور وہ خاتون جس کا انتخاب بڑے گھرے مقاصد کے تحت میں ہوا یہ شادی عیش کے لیے تھی ایک نسل کا منبع سمجھ کر ترویج ہوئی۔

وستور اسلامی کے تحت میں وہ عورت قابل عزت نہیں جو بانجھ ہو اس عورت کو
نہ بہ سر آنکھوں پر جگہ دیتا ہے جو صاحب اولاد ہو۔ پیغمبرؐ؍ی حدیث جو فرقیین روایت
کرتے ہیں..... کہ نکاح کرو اور نسل بڑھا میں روز قیامت اکثریت امت پر فخر کروں

گا۔ (۱) جامع الاخبار (۲) مفاتیح النہیں تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۰۲

حضور سرور دو عالمؐ؍ کا ارشاد ہے کہ ایسی عورت سے شادی کرو جو زیادہ پچھے پیدا
کرنے والی ہو (جامع الاخبار) ام البنینؑ کا خاتم ان کثرت نسل کے لحاظ سے مشہور تھا
اور وہ بھرے گھر میں رہنے والی لڑکی تھیں عرب کیا بلکہ اسلام میں بھی نظریہ عام تھا کہ
سب باپ کی طرف سے ہے اور ماں ایک ددیت گاہ ہے جو مدت حمل کے بعد بچہ کو
پرورش کے لیے باپ کو سپرد کر دیتی ہے لیکن ام البنینؑ کے صرف آبائی سلسلہ کا علم
انساب میں تحفظ نہیں ہوا بلکہ ان کے نخیال اور پھر ان کے نخیال کا سلسلہ بارہ طرح
سے ضبط تدوین میں آیا جوتارنخ عرب میں ایک حیرتناک بات ہے آج کل کے لوگوں
نے جو دور ارتقاء کہا جاتا ہے اس مبحث زندگی کو کا الحدم کر رکھا ہے حالانکہ اس کی بڑی
اہمیت ہے اور علوم و فنون میں یہ علم بہت ممتاز ہے بعض محققین علم الازار علم الامثال علم
الاولیں کے بعد لکھتے ہیں۔

علم الانساب وہ علم ہے جس سے لوگوں کے سب اور قواعد کلیتیہ و جزئیہ نسبت
تعالقات و شرافت نسبی معلوم ہوتے ہیں اس علم سے تمدنی فوائد بہت کچھ حاصل ہوتے
ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ رجعننا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا اور گردانا
ہم نے تم کو گروہ و قبیلہ تاکہ باہم ایک دوسرے کو پیچان سکو اور شارع علیہ السلام نے حکم
دیا ہے تعلمو انساب کم تعلوا ارحاما کم یعنی اپنے انساب کو جانوتا کر صدر حرم
یعنی یکلی کر سکو ان کے ساتھ جو کہ اقرباء نبھی ہیں اور دوسرا حدیث میں ہے اپنے سب

کو صدر حرم کے لیے گزشتہ ستر پشت تک شمار فرمایا ہے۔ عرب میں تحقیق نسب کا ہمیشہ سے بہت لحاظ تھا مجہول النسب کو اس کے مسکن و حرف سے منسوب کر کے نام لیتے تھے۔

(لطفۃ الاسلام جلد اول صفحہ ۲۶۷ معيار پر میں رسمی گرل کھنڈ)

اس جذبہ کو عرب نے ایسا حد سے فزوں کیا تھا کہ تلوار کے نب، گھوڑوں کا پشت نامہ بھی ان کی زبان پر تھا اور آج تک موجودہ متمدن دنیا میں اشرف تلوق ان انسان اپنے باپ، دادا، نانا کے اسماء کو بھول جائے مگر شوق کے جانوروں کے نام اوپر تک ان کو یاد ہیں اور یہ لہر کہاں نہیں دوڑی۔

اسلام نام ہے صراط مستقیم کا اس نے ہر اچھائی کا اپنے حدود میں حکم دیا اور گھنٹے اور بڑھنے سے روکا۔ کوتا ہی اور تجاوز کو عصیاں بتایا ہے۔

کیا حضرت امیرؑ کی نظرِ امامت جو بالائے منبرِ جریئل کو پیچاں لیتی ہے بہادر خاتون ادھر ڈھونڈنے سکتی تھی۔ اُمِ ابین کا گھر ان کی لگاہِ عصمت سے چھپا ہوا تھا ایسا نہیں ہے عقیل نے علمِ الانساب میں جو معلومات بھم پہنچائے تھے اُس سے رجوع ایک پیکرِ علم کے لیے صحیح قدر روانی اور رہمت افرادی تھی وہ سن و سال میں دس برس بڑے تھے ان سے رجوع کا مطلب یہ تھا کہ آئندہ آنے والے نوجوان اپنے شادی بیاہ کے سرت افزا اوقات میں اپنے بزرگ کو بھول نہ جائیں اور خدا جانے کتنے بھید ہونگے جس کو ہماری ناقص عقل دریافت نہیں کر سکتی اور ثواب تو اس مقصد خیر کا کہیں نہیں گیا پیغمبرؐ خدا صلم کی حدیث ہے جو ترویج (شادی) میں کوشش کرے اور مرد و عورت کو ایک جگہ جمع کر دے خدا اس کی حوروں سے شادی کرے گا اور ان تمام مسامی کے عنین میں ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔ (جامع الاخبار)

بغیر مشورہ ذاتی تجویز پر نہ عقیل کا رثواب کے حقدار ہوتے نہ اس خاندان کا ویسا

تعارف ہوتا جیسا کہ عقیل کے درمیان میں ہونے سے ہو عقیل کی شخصیت اولیٰ دنیا میں بڑی ممتاز تھی دو بھائیوں کی اس سلسلہ میں بات چیت پر ملاحظہ ہو۔ مولا ایک ایسے گھرانے کی اڑکی بتایے جو بہادر ان عرب کی نسل سے ہو میں اس سے نکاح کروں اولاد جو ہو وہ بڑی بہادر اور دلیر جنگ آزمائہو۔

عقیل اُم البنینؓ کلاہیہ سے نکاح بیکھجے جس کے باپ دادا سے زیادہ شجاع اور بہادر سر زمین عرب میں کوئی نہیں۔ حضرت امیرؒ کو بھائی کی تحقیق پر اعتماد تھا اب پوچھ چکھ کی ضرورت نہیں اور اڑکی والے بھی اگر مسلمان ہیں تو شوہر بتوں کا نام سنتے ہیں جیسیں نیاز ختم کریں گے عقیل کی بات روئیں ہو سکتی اُم البنینؓ دو شیزہ ہیں اُن کا ابھی تک کوئی پیام عملی جامدہ پہن نہ سکا تھا حافظ حقیقی نے اُن کو عام رشتہ سے فسلک ہونے نہیں دیا۔ اُن کے کنہ میں وہ فردیں تھیں جو نیزہ و سان میں کھلیل کر بڑے ہوئے اُن کے نام شجاعانی عرب کی فہرست میں ثبت رہیں گے۔ اسی خاندان کا لبید بن رہیم عامری وہ شاعر ہے جس کا کلام سبعہ معاشر میں آج تک موجود ہے اور یہ واقعہ ہے کہ زوجہ امیر المؤمنین سے پہلے بھی اس نسل میں اُم البنینؓ نامی ایک خاتون گزریں اُن کے بھی چار بھی بہادر فرزند تھے شجرہ اُم البنین کی ماں اور ان کی ماں کے کئی سلسلوں تک نام محفوظ ہیں شجرہ میں ستر ناموں سے زیادہ محفوظ ہیں (العبد الصالح)

محترم اُم البنینؓ اور مولا کا ساتھ کم پیش بیش بیس برس رہا ۲۱ ماہ رمضان ۲۰ھ کو یہہ ہونے کے بعد ۲۱ برس امام حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ رہیں اور کر بلا کے بعد گریہ وزاری میں اُن کی عمر ختم ہوئی شہادت حسینؑ کے بعد حکومت بنی امية کی کاملی گھٹائیں بڑی مدت تک مدینہ پر چھائی رہیں ۲۲ھ میں شمع حیات گل ہو گئی۔ واقعہ کر بلا کے بعد تقریباً تین برس حضرت اُم البنینؓ حیات رہیں۔

حضرت عباسؑ کی ولادت:

انساب کی کتابوں اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؑ اپنی پیدائش کے لحاظ سے حضرت علیؑ کے پانچویں صاحبزادے تھے۔

(۱)۔ حضرت حسن مجتبی سال پیدائش ۳ھ سال شہادت ۵۰ھجری۔

(۲)۔ حضرت حسینؑ سال پیدائش ۲۳ھجری، شہادت ۱۰رمضان ۶۱ھجری۔

(۳)۔ حضرت محسنؑ جن کی شہادت ۱۱ھجری میں ہوئی۔

(۴)۔ حضرت محمد حنفیہ سال پیدائش ۱۵ھجری، سال شہادت ۸۱ھجری۔

(۵)۔ حضرت عباسؑ اکبر سال پیدائش ۲۲ھجری زیادہ معتبر ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ خول والدہ محمد حنفیہ کا عقد نکاح حضرت ام البنینؓ سے پہلے ہوا تھا۔ جس دن حضرت عباسؑ کی ولادت ہوئی حضرت علیؑ نے ان کو اپنے پاس منگایا اور دائیں کان میں ادا ان اور بائیں میں اقامت کیی اور ان کا نام عباسؑ بروزن فعال رکھا اور ان کا لقب ابو الفضل اور کنیت ابو القرب برکھی، (قربہ کے معنی ہیں مشک پانی سے بھری ہوئی)، حضرت علیؑ اکثر عباسؑ کو اپنے زانو پر بٹھاتے تھے اور شیر خوار کے کرتے کی آستین اونچی کرتے تھے اور دونوں بازو چومنتے تھے اور روتے تھے۔ ایک روز حضرت ام البنینؓ نے رونے کا سبب پوچھا، حضرت نے فرمایا کہ ایک دن اس پچ کے ہاتھ اس کے بھائی کی نصرت میں قطع ہو جائیں گے، میں اس وجہ سے روتا ہوں۔

ولادت عباسؑ پر حضرت علیؑ، حضرت زینبؓ

اور حضرت ام البنینؓ کی گفتگو:

جب عباسؑ پیدا ہوئے تو عقیلہ بنی ہاشم، رمیہ وحی و عصمت جناب زینبؓ کبریٰ

سلام اللہ علیہ ہانے امیر المؤمنین کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔

”بابا ! آپ نے مولود کا نام کیا رکھا اور کنیت اور لقب کیا قرار دیا؟“

مولائے کائنات نے بصدق اطہیت و شفقت کے فرمایا۔

”ہاں بیٹا ! ہم نے انکا نام بھی رکھ دیا ہے اور کنیت و لقب بھی قرار دے دیا،“

جناب نبی نب علیہ السلام۔

”بابا ! وہ کیا؟“

امیر المؤمنین علیہ السلام۔

”بیٹا ! نام تو پس ان کا نام ”عباس“ ہے۔

اور کنیت تو وہ ہے ”ابوالفضل“ اور لقب تو وہ ہیں ”قریبی ہاشم“ و ”مددو دمان

رسالت“ اور ”سقاۓ“۔

جناب نبی سلام اللہ علیہ ہانے بصدق تجھ کے عرض کیا۔

”بابا ! بے شک یہ جو نام ہے ”عباس“۔ یہ شجاعت اور دلیری کی علامت ہے

اور یہ جو کنیت ہے ”ابوالفضل“۔ یہ زکاوت قلب و خجابت کا نشان ہے اور یہ جو لقب ہیں

یہ ”قریبی ہاشم“ اور ”مددو دمان رسالت“۔ یہ جمال و مکال اور بیعت و جلال کا پتہ دیتے

ہیں لیکن بابا ! یہ ”سقاۓ“ لقب قرار دینے کا کیا سبب ہے؟

امیر المؤمنین علیہ السلام نے روئے ہوئے فرمایا۔

”بیٹا ! میرا یہ لال کر بلکے پیاسوں کی سقاۓ کرے گا۔“ یہ کہہ کر گریہ کیا آپ کے

گریہ اور بیان کر بلے سے جناب نبی پر رفت طاری ہوئی اور مادر گرامی کے بتائے

ہوئے واقعات کے یاد آنے پر چہرے کارنگ تغیر ہو گیا۔ کیفیت قلب دگر گوں ہوئی۔

گریہ گلوگیر ہوا۔ امیر المؤمنین نے حدیث ام ایکن بیان کی۔ بنی بنی کے گریہ کی صدابند

ہوئی۔

مولانے فرمایا۔

” اے بیٹا! صبر کے ساتھ اپنے دل کو قوی رکھو۔ اپنے آنسوؤں کو روک لو۔ اور اپنے بھائی کو اسکی ماں کے پاس لے جاؤ۔ یقیناً اس مولود کے لئے تمہاری معیت میں اعلیٰ شرف اور شان عظیم ہے۔“ تو آپ مولود نبیل و بطل جلیل کو لے کر جناب ام البنین کے پاس آگئیں اور انکے اس استفسار پر کہ ”میرے والی و سید و سردار نے اس مولود کا نام کیا رکھا؟“۔

سارا واقعہ بیان کیا۔ جسے سن کر جناب ام البنین نے فرمایا۔

” ساری تعریف اس پروردگار کے لئے کہ جس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور میرے لئے اپنے وعدے کو پورا کیا۔“

یہ کن کر جناب نہ نسب سلام اللہ علیہ اے استفسار کیا کہ۔ ” وہ خواب کیا تھا۔“

جناب ام البنین علیہ السلام نے وہ خواب بیان کیا جس میں آپ نے اپنی آغوش میں چاند کا اترنا دیکھا تھا۔ (الخفا شخص العباسی۔ محمد ابراهیم الکلباسی بختی۔ ص ۶۹) (۱۷)

حضرت عباس، حسن اخلاق، پاک سیرت،
روشن ضمیر، اور دل کش شہائل کے مالک تھے:

مقاتل الطائبین میں روایت ہے کہ ”بین عینیہ اثرا السجود“ (ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا)

ابن جوزی نے ہشام بن محمد سے اور انھوں نے قاسم بن اصر فاشی سے روایت کی ہے کہ جب شہیدوں کے سر کوفہ لائے گئے تو میں نے ایک سر کو دیکھا کہ نہایت خوب صورت اور وجیہ تھا اور اس کی صورت مثل چاند کے چکتی تھی اور سجدہ کا نشان اس

کی پیشانی پر تھا، میں نے دریافت کیا کہ یہ سرکس کا ہے؟۔ ایک شخص نے کہا کہ عباس بن علی کا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں حملہ بن کامل الاسدی ہوں۔ زیادہ عرصہ نگزرا تھا کہ میں نے حملہ کو پھر دیکھا اُس وقت اس کی صورت مثل کونکے سیاہ ہو گئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہوئی کہ تمہاری صورت مسخ ہو گئی، اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے سرکوئیزہ پر کھا اور جگہ جگہ پھرایا میری صورت سیاہ ہو گئی جیسی کہ تم اب دیکھتے ہو۔

ان روایتوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عباس اس قدر عبادت فرماتے تھے کہ ان کی پیشانی پر سجدہ کا نشان پڑ گیا تھا اور ایسا ہی ہوتا چاہیے تھا کیونکہ وہ اس مقدس باب کے بیٹے اور اس بزرگ کے بھائی تھے جو ایک رات میں ہزار ہزار رکعت تماز پڑھتے تھے اور یہ قول امیر المؤمنین اور سید الشہداء کے بارے میں ہے جس کو فرقیین کے سب آدمی مانتے ہیں۔

حضرت عباس کی الی بیت سے غنواری اور مگہبائی اور سقایت کا ہر شخص متصرف ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے چچا عباس بصیرت نافذ، دور بینی اور حکم ایمان کے حامل تھے۔ انہوں نے راہ خدا میں اپنے بھائی کے ساتھ چھاؤ کیا اور امتحان میں پورے اترے یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

شیخ صدقہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے ایک دن عبید اللہ بن حضرت عباسؓ کو دیکھا اور وہ کفر فرمایا۔

رسولؐ خدا پر احمد، کے دن سے زیادہ سخت دن نہیں پڑا جس دن کہ ان کے چچا حمزہ بن عبد المطلب اسد اللہ و اسد رسولؐ اللہ شہید ہوئے، اور میرے بابا حسینؑ پر روز عاشورہ

سے زیادہ سخت دن نہیں پڑا جس دن ان کو تین ہزار آدمیوں نے گھر لیا تھا اور وہ سب یہ
جانتے تھے کہ امام علیہ السلام پیغمبر کے لخت جگدیں ہیں لیکن ان کا قتل کرنا باعث خوشنودی
خدا سمجھتے تھے اور باوجود اس کے کہ حضرت ان کو رسالت مأب سے اپنی قرابت یاد
دلاتے تھے لیکن وہ کچھ نہ سنتے تھے یہاں تک کہ ظلم و ستم سے ان کو شہید کر دیا۔

پھر حضرت زین العابدین نے فرمایا کہ اللہ پاک میرے پیچا عباس پر رحمت نازل
فرمائے کیونکہ انہوں نے اپنے بھائی کی نصرت میں اپنی جان قربان کر دی اور ہبہ اچھا
امتحان دیا، اپنے دونوں ہاتھ کٹوادیئے جس کے عوض خداوند عالم نے ان کو بھی دو پر
مثل حضرت جعفر طیار کے عطا فرمائے۔ جن کے ذریعہ سے وہ ملائکہ کے ساتھ بہشت
میں پرواز کرتے ہیں۔ میرے پیچا عباس کا خداۓ تعالیٰ کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے جس
پر قیامت کے دن تمام شہداء رشک کریں گے۔

شیخ صدق نے ابوذر غفاری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک روز رسالت
مأب کو غمکین دیکھا انہوں نے سب پوچھا، حضور نے فرمایا:-

”ہا شوقی ان اخوانی من بعدی“

میرے دل کو اپنے بھائیوں کے دیکھنے کا جو میرے بعد آئیں گے اشتیاق پیدا ہوا۔
ابوذر غفاری نے کہا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا تم میرے
اصحاب ہوا وہ لوگ وہ ہوں گے جو رضاۓ الہی کے لیے اپنے ماں پاپ، بھائیوں،
بہنوں اور عزیزوں کو چھوڑ کر چلے جائیں گے تاکہ میرے حسین کی نصرت کریں۔ اس
کے بعد فرمایا کہ اے ابوذر ان کی شہادت کا ثواب شہادتے بدر کے ثواب سے ستر گنا^۱
زیادہ ہوگا۔ حضرت ابوالفضل عباس کے بلند مقام کے لیے یہ کہنا کافی ہے کہ تمام
شہداء مقام عباس پر رشک کریں گے، ابن شہر آشوب نے مناقب میں، سمعانی نے ”

رسالہ القوامہ، زعفرانی نے ”فضائل الصحابة“ میں، عکبری نے ”اباذ“ میں، ابن موزع نے ”اربعین“ میں ابن بابویہ نے ”عيون اخبار الرضا“ میں، مجلسی نے بخاری میں اور تمام سورجیین نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ روزِ قیامت حضرت قاطمہ زہرا اسلام اللہ علیہما مُحَمَّر کے میدان میں وارد ہوں گی اور دادخواہی کے لیے بارگاہِ الہی میں فریاد کریں گی۔

حضرت رسالت مأب فرمائیں گے کہ اے میری پیاری فاطمہ آج شفاعت کا دن ہے نہ کہ دادخواہی کا۔ یہ روایت بہت مفصل ہے خبر کے آخر میں درج ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا فرماتی ہیں کہ میری شفاعت کا سامان لاواس کے بعد فرمایا۔ کفانا

الشفاعة يدان مقطوعutan ولدى العباس۔

اس روایت سے نتیجہ لکھتا ہے کہ اولًا حضرت زہرا نے عباسؓ کو مانند حسینؑ اپنی اولاد کہا اور اس کے بعد فرمایا کہ شفاعت کے لیے عباسؓ کے دو دست بریدہ کافی ہیں۔ اس روایت سے حضرت ابوالفضل عباس کا مقام اس درجہ کو پہنچتا ہے جو مقام امامت کے پہلو بہ پہلو ہے۔

ہاں انھیں فضائل کی وجہ سے اللہ پاک نے عباس علیہ السلام کی بارگاہ کو لاکھوں اہل دل و ادب کی جائے طواف قرار دیا اور ان کو حاجت مندوں کا باب الحوائج بنایا۔

میرا نیس نے حضرت عباسؓ کے بلند مرتبہ کی کیا خوب تصور کی کی ہے:-

الله رے نب واه ری تو قیرز ہے جاہ دادا تو ابوطالبؑ غازی سا شہنشاہ
عم جعفر طیار ہر بیر صد جنگ گاہ اور والبر ماجد کو جو پوچھو اسد اللہ

فخر ان کو غلامی کا حسین ابن علی کی

مادر کو کینزی کا شرف بتت نبی کی

حضرت عباس اپنی والدہ ماجدہ کی نظر میں:

خلقت کے دائرہ محبت کو پانچ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

- ۱۔ محبت نزولی جو ماں باپ کو اولاد سے ہوتی ہے۔
- ۲۔ محبت صعودی، جو اولاد کو اپنے ماں باپ سے ہوتی ہے۔
- ۳۔ محبت عرضی، جوزان و شہر اور بھائی بہن میں ہوتی ہے۔
- ۴۔ محبت فطری، جو درمیان مضمون و شاکر ہوتی ہے۔ یہی محبت حقیقی ہے۔
- ۵۔ محبت خیالی، وہ مجازی محبت جو انسانوں کے درمیان ہوتی ہے۔

ماں باپ کی محبت اپنی اولاد سے محبت نزولی ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ چونکہ آدم ابوالبشر خاک سے پیدا کئے گئے، خلقت کا سبب محبت بنی، اس پہلو سے تخلیق آدم نے حرکت نزولی اولاد میں کی، اسی وجہ سے ہر باپ اور ماں اپنی اولاد کو مجبوراً دوست رکھتے ہیں اور یہ دوستی حیوانات میں بھی بدیکی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ فلاسفہ بنا تات اور جمادات میں بھی دوستی کے قائل ہیں۔

چونکہ اولاد رشتہ جگر سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اولاد کو پارہ جگر کہا جاتا ہے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کی نگہبانی میں خلاف معمول دلیری و لکھلاتی ہیں اور ہر درندہ کے مقابل بچہ کو بچانے کے لیے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتی ہیں۔ جو عورتیں تربیت یافتہ اور خاندانی ہوتی ہیں شوہر کا ہر حکم برسو چشم مانتی ہیں اور اپنے شوہروں کی خواہش کے مطابق اولاد کی پروردش اور تربیت کرتی ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت علیؑ نے حضرت ام البنین کا انتخاب اپنی زوجیت کے لیے کیا تاکہ بہادر اور صاحب غلبہ رکا پیدا ہو۔ حضرت ام البنین نے بھی اس بات کو محسوس کر لیا تھا اور اپنے شوہر کی اطاعت و فرماں برداری میں، خانگی امور کے انتظام اور اولاد کی

پروش میں بالخصوص عباسؑ کی تربیت میں انتہائی دلچسپی لیتی تھیں۔

عباسؑ سے حضرت علیؓ کو بے حد محبت تھی، جب ام المؤمنینؑ نے یدیکھا تو خود بھی بوجہ اس کے کہ عباسؑ حضرت علیؓ کی اولاد ارشد میں سے تھے ان کی تربیت نہایت محبت سے فرمائی۔ جس قدر حضرت عباسؑ اپنی تربیت و ادب میں ترقی کرتے جاتے تھے اتنا ہی حضرت علیؓ کی محبت بڑھتی جاتی تھی یہ دیکھ کر حضرت ام المؤمنینؑ کی محبت بھی دوچھرہ ہوتی جاتی تھی، وہ حضرت عباسؑ کی کسی تکلیف کو گوارانہ کرتی تھیں اور ایک لمحے کے لیے یہ نہیں چاہتی تھیں کہ کسی قسم کا رنج یا صدمہ مان کو پہنچے۔

ایک روز حضرت علیؓ نے عباسؑ کو اپنے زانوپر بٹھایا اور ان کی استینیں اونچی کیں اور ان کے بازوں کو بوسہ دیا۔ اور گری فرمایا۔ یہ دیکھ کر حضرت ام المؤمنینؑ کو بہت تکلیف ہوئی اور انہوں نے امیر المؤمنینؑ سے رونے کا سبب دریافت کیا، حضرت نے جواب دیا کہ اس کے ہاتھ اپنے بھائی حسینؑ کی نصرت میں قطع یہے جائیں گے، آپ بوجہ محبت مادری پیتاب ہو گئیں، لیکن جب حضرت علیؓ نے عباسؑ کا مقام و مرتبہ بیان فرمایا اور یہ بتایا کہ دونوں ہاتھ جدا ہونے کے بعد خداوند تعالیٰ ان کو دوپر عطا فرمائے گا جن کے ذریعے سے وہ بہشت میں پرواز کریں گے تو یہ سن کر آپ خاموش ہو گئیں۔

جواب ام المؤمنینؑ نے حمدِ خدا کے تعلیمات فرزندوں کے لئے میں پہنائے تھے:-

باقر شریف قرثی نے اپنی کتاب العباس بن علیؓ میں المنق فی اخبار
قریش۔۔۔ ص ۲۳۷ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ۔

أَعْيُلُهُ بِالْوَاحِدِ مِنْ عَيْنِ كُلِّ حَاسِدٍ

قَائِمُهُمْ وَالقَاعِدُ مُسْلِمُهُمْ وَالجَاجِدُ

صَادِرُهُمْ وَالوَارِدُ مُولَدُهُمْ وَالوَالِدُ

تعویذ کا ترجمہ:-

”میں نے اپنے فرزند کو خدائے واحد کی پناہ میں دیا، میرے فرزند کو ہر حادث کی نظر سے تو ہی محفوظ رکھنے والا ہے۔ انہی، انسانوں میں اسے شلیم کرنے والے بھی ہیں اور رب کا انکار کرنے والے بھی ہیں، وہی مالک کائنات ہے جو وجود میں لاتا ہے اور واپس نہ لانا نہ والا ہے، وہی رب کائنات پیدا کرنے والا ہے، میرے فرزند کو اور ان کے آباء اور اجداد کو بھی۔“

حضرت عباسؑ اپنے بھائی کی نظر میں:

حضرت عباسؑ نے حضرت علیؑ کے زیر سایہ تربیت پائی، حسین بن علیهم السلام کے بعد حضرت علیؑ کی توجہ و شفقت سب سے زیادہ عباسؑ پر تھی، لیعنی جس طرح پیغمبرؐ نے حسینؑ کی خاص طور سے تربیت فرمائی، اپنی زبان و انگشت مبارک سے شکم سیر کیا اپنے زانوپر بٹھلا کر پروان چڑھایا اور تمام مسلمانوں سے ان کی ہر موقع پر ظاہری و باطنی سفارش فرمائی اور ان کی عظمت کا تعارف کرایا، اسی طرح حضرت علیؑ نے عباسؑ کی تربیت اس مقصد سے کی کہ وہ اپنے بھائی حسینؑ کی مدد اس وقت کریں جب وہ میدان میں تباہ رہ جاویں اور برادران کی فرمان برداری کرتے رہیں۔

عباسؑ اپنے فرض کو اچھی طرح جانتے تھے اور بھی بھول کر بھی ادب کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

عباسؑ کے متعلق نہ دیکھا گیا اور نہ سنائیا کہ کبھی بھی اپنے باپ کے زمانہ میں جب ان کا سن سترہ برس کا تھا اور اپنی شہادت کے وقت تک کوئی بھی قدم ادب کے دائرہ کے باہر اٹھایا ہوا اور وہ ہمیشہ بھائیوں کے احکام کی قیمتیں جان ودل سے کرتے تھے اور نہایت

خندہ پیشانی اور فروتنی سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ صاحب غلبہ اپنے بازو کی قوت کے بھروسہ پر خود پسند اور جابر ہو جاتے ہیں لیکن عباسؓ باوجود اپنی قوت و طاقت کے نہ صرف اپنے بزرگوں کا ادب کرتے تھے بلکہ کمزوروں اور بچوں تک کی خاطرداری اور دلچسپی فرماتے تھے۔ ہاں جس نے حسنؓ جیسے بدبار بزرگ اور حسینؓ جیسے شجاع اور سخنی کے سایہ میں تربیت پائی ہو اس کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اسی وجہ سے عباسؓ کے بھائی ان سے غیر معمولی محبت فرماتے تھے۔

حضرت اُمّ الہنینؓ کا صبر و استقلال:

عرب ممالک کی تاریخ میں کچھ عورتیں اسی ہیں جو امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہماری زندگی کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ اور اس وسیع و عریض دنیا میں بننے والی عورتوں کے واسطے انتقالی رہنماء ہو سکتی ہیں۔

جب جزیرہ العرب میں اسلام کا نور چکنے لگا تو مکہ و مدینہ آئین اسلام اور تربیت و تعلیم نوع انسان کے لیے مضبوط مرکز قائم ہوا۔

اس مرکز کی تقویت کی خاطر عرب کے مردوں کے ساتھ ساتھ جنگوں میں عورتیں بھی برادری شرکت کرتی رہیں۔

ان کی شرکت کے لیے مخصوص حالات و کیفیت مقرر تھے چنانچہ تاریخ عرب سے باخبر مورخین کے لیے یہ بات مخفی نہیں کہ مردوں کے ساتھ خواتین بھی دشمن کے مقابلے کے لیے شرکت کرتی رہی ہیں۔ ان میں سے بعض خواتین مخصوص بنیادی اسباب عمل کی بنا پر شریک ہو چکی ہیں۔

ان میں سے بعض خواتین نے اپنے شوہروں کو ادا کو اپنے رہنماء کے سامنے فدا

کاری کے لیے پیش کیا تھا۔ اور اپنی اس پیشکش پر فخر کرتی تھیں کہ دینِ اسلام پر اپنا بہترین سرمایہ حیات قربان کر دیا۔

ان اوصاف کی حامل خواتین میں اُمُّ الْمُنْتَنِیْن۔ حضرت اُمُّ رَبَاب اور حضرت زینتؓ کبریٰ ہیں جنہوں نے اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام اور اصحاب کرام کی قتل گاہ میں کھڑے ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کی اللَّهُمَّ مَنَا هَذَا الْقُرْبَانِ یعنی خدا یا ہماری طرف سے اس قربانی کو قبول فرم۔ اس قدر صبر و استقامت اور روحانی قوت کا کمال یہ سب شرافت نفس کی انتہا ہے۔ اس جملے سے اُن کی خصیت اور معرفت خدا کی کمالیت عیاں ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت اُمُّ الْمُنْتَنِیْن کا صبر و استقامت جلالت و عنایت نمایاں ہے۔

حضرت اُمُّ الْمُنْتَنِیْن نے جب یہ خبر پائی کہ عباسؓ کے بازو قلم ہوئے۔ اور جب یہ خبر سنی تو فرمایا۔

”الحمد لله الذي جعل ولدي فداءاً لابن بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم“

”ساری تعریف اس پروردگار کے لیے جس نے میرے بیٹے کو دلبر بتوں کا فندیہ
قرار دیا، (ام لہنین علیہا السلام شیخ نعمۃ الساعدی ص ۲۹)“

قبل ازولادت حضرت عباسؓ رسول اللہؐ کی پیشیتگوئی:

جب حضرت جعفر طیار کی خبر شہادت محبوب خدا کی زبانی جتاب امیر علیہ السلام نے سنی تو آپ پر ایک غم والم کا پہاڑ پھٹ پڑا اور فرمانے لگے کہ بھائی جعفر طیار کی شہادت سے علیؑ کی کمرٹوٹ گئی مگر جب مجرصادق سے یہ سنا کہ اس بدیاہی کو کٹھے ہوئے ہاتھوں کے عوض اُس معنم حقیقی نے دو پر زمزدہ بزر کے عطا فرمائے ہیں تو درگاہ رب العزت میں

بے حدگر گزار ہوئے اور فرمانے لگے کاش یہ مرتبہ مجھے حاصل ہو جاتا۔

مرزا دمیر فرماتے ہیں:-

من کر یہ تمبا شہہ لولاک پکارے بس بس کہ یہ حصہ ہے سنتیجے کا ہمارے
جو عاشق شبیر ہے بیٹوں میں تمہارے شانوں کو کٹائے گا جو دریا کے کنارے

رتبہ کی پلندی میں ملک پست ملیں گے

یاقوت کے پر ان کو سر دست ملیں گے

زہرا کوئی دو تین برس اور ہے مہماں اُک صالح سے ہو گا ترے عقد کا سامان

اُس بی بی کے فرزندگاری کے میں قربان سمجھے گا نواسے کو مری جان اور ایمان

قربان وہ رہے گا پس خیر النساء پر

بس طرح سے تم مجھ پر فدا اور میں خدا پر

سجدہ کیا حیدر نے کہ ہے اوچ پر تقدیر کی عرض پیغمبر سے کہاے صاحب تطہیر

سبطین کو تو حق نے کیا شبڑ و شبیر تم نام مرے بنیے کا رکھو تو ہو تو قیر

پر نام میں دو طرح کی تاثیر ہو پیدا

میرا ہو جلال الافت شبیر ہو پیدا

جناب امیر علیہ السلام کی یہ خواہش سن کر درگاہ سعی الحصیر سے یا آواز آئی کہاے علیٰ

مطمئن رہو ہم نے تمہاری خواہش کے بحوجب ابھی سے اُس مولود مسعود کا نام عباس

تجویز کر لیا ہے۔

ہے عین سر اس کہ ہوئے گا علمدار بے سے ہے بثالت کردہ ہے بازوئے سالار

ایمان کا آغاز الف سے ہے نمودار ہے عین سے تھائے سکینڈ وہ خوش اطوار

ہے عین کے سر پر جوز بر خواہش رب ہے

وہ بازوئے شیبز برداشت ہے سب سے

زہرا علیؑ کی پُر حسرت گفتگو:

جناب امیر علیہ السلام یہ شادی و غم کی خبر سن کر جب مدینہ تشریف لائے اور جناب سیدہ سے یہ ماجرا بیان کیا تو جناب مصومہ نے روک فرمایا کہ اے ابو الحسن میں آپ کوہ رضا اور غبت اجازت دیتی ہوں کہ آپ مادر عباس سے عقد کر لیں تاکہ میں حسینؑ کے فدائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔

مرزا ذیفر فرماتے ہیں:-

حضرت ہے کہ عباس جو بیدا ہو میں پالوں	جو ناز کرے فخر سمجھ کر میں اٹھا لوں
شیبز کے فدیہ پ سب ارمان نکالوں	بس دودھ چڑھاتے ہی میں نوشہ بنا لوں

منہجی سی پس پشت پہ ہوتے کر میں

کاندھے پ علم رکھ کے پھراؤں اسے گھر میں

حیدر نے کہا سب یہ حشم ہو سینگے زہرا	بھائی کے وہ مختار علم ہو میں گے زہرا
-------------------------------------	--------------------------------------

سقائے تیمان حرم ہو سینگے زہرا	پر کب کہ تم ہو گی نہ ہم ہو سینگے زہرا
-------------------------------	---------------------------------------

نو سال تک بس وہ ہمیں بابا کہیں گے

پھر شاہ شہیداں کی غلامی میں رہیں گے

یہ سن کے جب سیدہ کو نیشن جناب عباسؑ کی دید سے مایوس ہو گئیں تو جناب نہ بہٹکو
--

بلکہ ارشاد فرمائے لگیں کہ اے پارہ جگر جب تمہارا چھوٹا بھائی عباس پیدا ہوا تو میری

جانب سے تم اسے پالنا۔ اس کی شادی کرنا اور اس کی بلا کیں لے کر اس کے دونوں

بازوؤں کے میری طرف سے بوسے لینا جو میرے فرزند حسینؑ کی حمایت میں قطع کئے
--

جائیں گے جناب نہ بہٹکے فرمایا بہت خوب۔ اور ماں کی وصیت کے بموجب تاجر
--

جناب عباس علیہ السلام کو مثل امام حسین علیہ السلام کے اپنا بھائی ہی بھتی رہیں۔

جناب عباس علیہ السلام کی خبر و لادت سن کر جناب امام حسین علیہ السلام کے دولت کدہ میں تشریف لانے اور اپنے چھوٹے بھائی کو گود میں لینے کی جناب مرزا دبیر صاحب مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ نے اپنی زبان مجزز بیان سے ایسی بے مثل نظری نظری تصویر سمجھی ہے جس کو دیکھ کر روح مانی و بہزاد بھی آئینہ کی طرح حیران اور ساکت و سامت ہے۔

مرزا دبیر فرماتے ہیں:-

شah شہدا آئے جو منہ دیکھنے کو پاس
تعلیم کے بوسہ کو ہٹکنے لگے عباس
تحا روز تولد یہ لحاظ و ادب و پاس آغوش میں آنا تھا کہ پوری ہوئی سب آس
نے دودھ کی پروا تھی نہ ما در کی خبر تھی
قلقاریاں تھیں اور رخ مولا پ نظر تھی
علمدار حسینی کی صغر سنتی میں جناب اُم البنین کا خواب:

از مرزا دبیر:-

کیا دیکھتی ہیں خواب میں عباس کی ما در اک باغ میں پھرتا ہے وہ حیدر کا صنوبر
اک دوش پر طوبی ہے تو اک دوش پر کوثر گویا کہ تو خشک ہیں قبضہ میں برابر
حیرت زدہ نیرنگی دنیا سے ہیں عباس
چشمہ تو ہے کاندھے پر گر پیاسے ہیں عباس
یہ دیکھ کے گھبرا گئی آنکھوں کو کیا وا سوتے میں پھری گرد پس رحم کی وہ شیدا
کاندھے پر گلی ڈھونڈنے پھر کوثر طوبی چونکایا اسے چوم کے منہ اور یہ پوچھا
خوشنود ہو اس وقت کہ مغموم و حزیں ہو

عباس میں صدقے گئی پیاسے تو نہیں ہو

حضرت عباس نے فرمایا جی نہیں میں بالکل سیر و سیراب ہوں۔ بیٹھ کی زبان سے
یہ مطمئن کمرے کر آپ نے دوبارہ آدم فرمانے کی اجازت تو دے دی لیکن پوری رات
آنجھن میں بسر ہوئی صبح ہوتے ہی آپ نے شیر خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا
خواب بیان کیا اور تعبیر دریافت فرمائی جناب امیر علیہ السلام یہ خواب سن کر پہلے تو متسم
ہوئے پھر بے اختیار رونے لگے اور ارشاد فرمایا اپنے خواب کی تعبیر حسینؑ سے پوچھو
کیونکہ یہ خواب انہیں کی ذات سے تعلق رکھتا ہے جناب امیر علیہ السلام نے پارشاد سن کر
فوراً شہزادہ کو نہیں جناب امام حسین علیہ السلام کو بلا کر اپنا خواب سنایا۔ آپ خواب سن کر
آنکھوں میں آنسو بھرا لائے اور ارشاد فرمایا۔ مادر گرامی یہ خواب نہیں بلکہ قدرت نے
ایک آنے والے خادشی کی پیشگوئی کی ہے۔ جس باغ میں آپ نے میرے قوت بازو کو
سیر کرتے دیکھا ہے وہ گلزار جنت ہے اور طوبی سے مراد علم رسولؐ ہے جو بروز عاشورا
میرے علمدار کے کاندھے پر ہوگا۔ اور کوثر سے مراد میری پیاسی بیٹی سکندر کی پُر آب
مشک ہے جسے بھرنے کے لیے میرا فدائی نہر فرات پر جائے گا اور تین دن کا بھوکا اور
پیاساراہ خدا اور میری وقارداری میں دونوں شانے کثا کر شہید کر ڈالا جائے گا۔ جناب امیر
علیہ السلام نے:-

یہ سن کے کئی شکر کے سجدے کئے پیغم
اور دوڑ کے عباس کے صدقے ہوئی غرم
ما تھے کے عوض شانوں کے بوسے لیاں م
اور بولیں یہ فرزند سے صدقے ہوں ترے ہم

یہ میری محبت نہ بھلا دیجيو بیٹا
جو کہتے ہیں یہ اس سے سوا تکبیو بیٹا
لو باتھوں کو اس کی طرف اپنے بڑھا دو خوشبوئے علمداری و سبقائی سکھا دا

کس روز عالمدار بنو گے یہ سنا دو اور وودھ کے بد لے ہمیں کیا دو گے بتا دو
محشر میں علم کے تلے بٹھلا یو ہم کو
تم فاطمہ کے سامنے لیجا یو ہم کو

حضرت عباسؑ کی ولادت (مرزا ذبیر):

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کی تمنا کے مطابق ایک فرزندِ ام البنینؑ سے عطا فرمایا۔
ولادت کے ساتیں دن حضرت علی علیہ السلام نے ”عباس“ نام رکھا اور ایک بھیڑ عقیدہ
کر کے ذبح کیا۔ سرمنڈ و ایا بالوں کے برابر چاندی توں کروہ خدا میں صدقہ دیا۔

حضرت عباسؑ کی ولادت سال ۲۲ ہجری میں واقع ہوئی اور یہ بارکت مولود اپنے
تمام خاندان بلکہ اس زمانے کے تمام لوگوں میں علم و فضل اور شجاعت واستقامت میں
امتیازی شان رکھتا تھا۔ اور اس کا کوئی نظیر نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ واقعاً حضرت علی علیہ
السلام کی تمنا مجسم ہو کر شکلِ عباسؑ میں سامنے آئی ہے۔ اس میں شک نہیں مونن کی
آرزو جو دل میں رکھتا ہے کسی دن وہ مجسم ہو کر سامنے آتی ہے اور جب گلنِ ایمان کی
آرزو ہو تو وہ عباسؑ کی شکل میں نور بن کر آ جاتی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی آرزو یہ
تھی کہ کربلا کے میدان میں جب میرا بیٹا حسین یکم و تہارہ جائے تو اس وقت عباسؑ
جیسا قائد اور شیر دلاور کام آئے گا۔

اور ام البنینؑ بھی اپنے خواب کی تعبیر جلد ظاہر ہونے کی توقع رکھتی تھیں تاکہ
ستاروں کے درمیان ایک ہاشمی قمر کے چمکنے کا منظر دیکھ لیں۔

علامہ قزوینی لکھتے ہیں کہ حضرت ام البنینؑ خانہ امیر المومنین میں مقیم رہیں۔ اور
بحد مستعدی ہر خدمت کو فرض عین بھتھی رہیں۔ امیر المومنین کی دعا اور تمنا بے اثر نہیں
ہو سکتی تھی۔ لہذا وہ وقت آیا کہ۔ عقد کے بعد تقریباً ایک سال گزرتے ہی ایک چاند سا

بچہ آغوش مادر میں آگیا۔ (حدائقِ الائش جلد ۲ صفحہ ۶۷ طبع ایران) علامہ مامقانی رقطراز ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے بیہان آنے کے بعد حضرت ام البنین کی گود بھر گئی اول ما ولدت العباس اور سب سے پہلا جو بچہ پیدا ہوا وہ حضرت علی کی تمناوں کا مجموعہ تھا۔ جس کا نام عباس بن علی رکھا گیا۔ (تفہیق القال صفحہ ۱۲۸ اباب العباس من ابواب الحجۃ طبع ایران)

مرزا دیر کے کلام میں حضرت ام البنین کے حالات شادی کے بعد اور حضرت عباس کی ولادت:-

(۱) ...

اب شام قم میں قبرِ ملک ہے تاباں
اعمال ادا کر کے شب نیمه شعبان
جائے جو نصیب اس کے تو سوئی یہ خوش ایماں
رویا میں ملی دولت بیدار فرداں
خوش ہو کے انھیں بخشش معبود کو ڈھونڈھا
داماں میں بر میں ڈر مقصود کو ڈھونڈھا

(۲)

ہو کر مہسم شہ مرداں یہ پکارے
کیا ڈھونڈھتی ہو اس نے کہا عرش کے تارے
کیا خواب میں بیدار ہوئے بخت ہمارے
اک چاند ابھی گود میں تھا تین ستارے

فرمایا مقدر میں ترے چار پسر ہیں
پر تین خلف تارے ہیں عباس قبر ہیں

..... ﴿٣﴾ ..

خاتم کے نواسہ پہ جو ہوئیں گے یہ قربان
 بخشے گا خدا ان کو عاجز سر و سامان
 ہر مرسل و ہرامت و ہر جن و سلیمان
 عباس ابوفضل پہ سب ہوئیں گے گریان
 بھیجیں گے درود اور صلوٰۃ ارض و سما بھی
 جنات بھی انساں بھی ملائک بھی خدا بھی

..... ﴿۴﴾ ..

ناگہہ صدف نسل میں در بحث آیا
 اور وجد میں فوراً فلک نہ صدف آیا
 دور قمر و برج جلال و شرف آیا
 اور آئیہ الہام خدا ہر طرف آیا
 تعبیر جسم نظر آئے گی جہاں کو
 رویا میں اسی چاند کی رویت ہوئی ماں کو

..... ﴿۵﴾ ..

جس چاند سے معلوم ہوئے حمل کے آثار
 اعجاز و کرامات کے کھلنے لگے اسرار
 ماں راتوں کو سوتی تھی یہ تھے بطن میں بیدار
 پکھلے سے جگاتے تھے پے طاعت غفار
 یہ عشق کسی طفل شکم کو ہے کسی کا
 ہر وقت لیا نام حسین ابن علی کا

﴿٦﴾

جھرے کو حمیدہ کے حسین آتے تھے جس دم
 انھ اُنھ کے یہ گردان کے پھرا کرتی تھی پیغم
 کہتے تھے یہ شہید کہ ثانی مریم
 اس خود نوازی سے تو ہوتے ہیں ججل ہم

ہم آپ کے فرزند ہیں تعظیم یہ کیسی
 کیوں گرد مرے پھر تی ہو تکریم یہ کیسی

﴿٧﴾

وہ کہتی تھی واری گئی پوچھو تو یہ ہم سے
 پلتے ہیں مرے بطن میں جو ناز و فعم سے
 کان ان کے لگے رہتے ہیں آواز قدم سے
 آتے ہو جو تم حکم یہ دیتے ہیں شکم سے
 کونیں کی مختار کی تعظیم کو اُوچھو
 اماں مرے سردار کی تعظیم کو اُوچھو

﴿٨﴾

تعظیم میں ہو دیر تو اے عاشق باری
 یہ زور دکھاتے ہیں غلامی کا تمحاری
 انھی ہوں تو پھر بیٹھ نہیں سکتی ہوں واری
 کہتے ہیں پھر و گرد قسم تم کو ہماری
 ہے ترک ادب بیٹھ نہ جایا کرو اتناں
 عباں کو گرد ان کے پھرایا کرو اتناں

﴿٩﴾

دنیا میں پھرے دن سحر و شام کے ناگاہ
 ملے ماہ یہاں اللہ نے کی منزل نہ ماه
 نو روز کی شب ساعت تحولی سحر گاہ
 طالع ہوا یہ ماہ بنی ہاشم فیجہا
 اس چاند نے جو وقت سحر جلوہ گری کی
 سورج میں آداسی تھی چانغ سحری کی

﴿۱۰﴾

وارد ہوئیں حوران جہاں غرقی جواہر
 کشتنی میں لیے نخا سا اک خلعت فاخر
 پانی کی ہوئی چاہ جو نہلانے کی خاطر
 کوثر سے سبو بھر کے ملائک ہوئے حاضر
 اک دن تھی یہ پانی کی کمی ظلم عدو سے
 میت کا ہوا عسل جراحت کے لہو سے

﴿۱۱﴾

خود ساقی کوثر نے دیا عسل ولادت
 کافنوں میں کہی آپ اذان اور اقامت
 پھر دامن شبیر میں دی اپنی وہ دولت
 فرمایا کہ راضی ہوئے اے ندیہ امت
 ہر روز تقاضا تھا علمدار کا ہم سے
 لو آج خدا نے یہ دیا اپنے کرم سے

..... ﴿۱۲﴾

جس چاند میں ایمان کے چون کو یہ ملا پھل
کہتے ہیں کہ وہ ماہ جہادی تھا پر اول
تاریخ دوم اور سوم درج ہے مجل
انتیس تھے سن ہجرت اقدس کے مفصل
تاریخ کی تاکید ہوئی بلکہ قدر پر
انتیس کا چاند ان کو لکھا لوح قمر پر

..... ﴿۱۳﴾ ..

جب والدہ کے دودھ سے دھوئے لب ذیشان
تسیع پڑھی شتر کی بے سمجھہ وندیاں
ہر بات میں تھی چیزوی شاہ شہیدیاں
والا صبح ولادت کو ہوا پیاس کا سامان
یاں تیرے دن دودھ حمیدہ کا ہوا خنک
عباس کا منھ خنک تھا لب خنک گلا خنک

﴿۱۴﴾

کہتی تھی حمیدہ ارے لوگو میں کروں کیا
مہماں کو مرے گھر میں نہیں دودھ مہیا
بچے کا اشارہ تھا یہ منصب کا ہے تمغا
پیاسے کا عالمدار ہوں پیاسے کا ہوں سقا
اویتیں برس شوق شہادت میں جنیں گے
ہم تیرے دن پیاس میں پانی نہ پینیں گے

(15)

یہ دیکھ کے شیر نے کی آہ و فحال ہائے
گھوارے میں عباس تھے بے شیر طپاں ہائے
لعل اب شیریں تھے اُودا ہٹ تھی عیاں ہائے
اور سوکھ کے قرآں کی نشانی تھی زبان ہائے
تھی دودھ کی قفر ان کے لیے جوشہ دیں کو
اغلب تھا کہ لے آئے فلک گاؤ زمیں کو

(16)

کلمہ یہ لب نہر لین سے ہوا جاری
جھولے کے پھروں گرد جو مرضی ہو تمہاری
پر داییٰ تقدیر دعا دے کے پکاری
حیدر کی زبان میں ہے ہر اک نعمت باری
ہے اس کی تری بازوئے شیر کے قابل
قابل ہے وہ شیر ان کے یہ اس شیر کے قابل

(17)

زینب نے کہا بھائی سے مسجد میں چلے جاؤ
خالی مہمات دو عالم کو بُلا لاؤ
 حاجت ہو روا قبلہ حاجات کو لے آؤ
عباس کو غش آتے ہیں تاخیر نہ فرماؤ
شیر جو حیدر کو بُلا لائے محل میں
دو آئے تسلی کے بہم آئے محل میں

﴿١٨﴾

دلبر کو لیے بر میں حمیدہ ہوئی حاضر
 حیدر نے لیا گود میں چوئے لب طاہر
 فرمایا کہ تم تو ہو بڑے صابر و شاکر
 یہ غصہ یہ رونا یہ غشی دودھ کی خاطر
 مشکل ہے رفاقت خلف الصدق نبی کی
 عباس بہت مشق کرو تشد لمی کی

﴿۱۹﴾

پھر اپنی زبان آپ نے دی ان کو دہن میں
 اک نہر لben جاری و ساری ہوئی تن میں
 افسوس نہ عاشر کو حیدر ہوئے رن میں
 پیاس ایک طرف رشم تھے اسرد جہہ بدن میں
 کس منھ سے کوئی آہ یہ تقریر نکالے
 اک آنکھ سے شیخ نے دس تیر نکالے

﴿۲۰﴾

القصہ یوں ہی طے ہوئے ایام رضاعت
 گہہ دودھ پہ گہہ آپ زبان پر تھی قناعت
 اس آپ سے رگ رگ میں بڑھا خون شجاعت
 عرفان خدا نور بصر حُسن ساعت
 ہر عضو بدن بازوئے شاہ دو جہاں کا
 جو ہر تھا یہ اللہ کی شمشیر زبان کا

﴿٢١﴾

ہاتھوں کی لکیروں میں ہے مضمون شفاعت
لکھی ہے یہ راوی نے قیامت کی روایت
حیدر کی تولائیوں سے روز قیامت
آئیں گے کئی غول گرفتار عقوبت
پرچار وہ معصوم رہا ان کو کریں گے
بالکل حنات اپنے عطا ان کو کریں گے

﴿٢٢﴾

اے صلن علی پرورش چاروہ معصوم
ناز اس کرم و جود پر فرمائے گا قوم
ناگاہ صفتِ حرث سے اٹھے گی بڑی دھوم
پوچھیں گے پیغمبر تو خبر ہوگی یہ معلوم
اک غول کو یاں لاتے ہیں دوزخ کے فرشتے
دوزخ میں لیے جاتے ہیں دوزخ کے فرشتے

﴿٢٣﴾

بیٹی سے کہیں گے یہ رسول ملک و ناس
کچھ ان کی شفاعت کا ذخیرہ ہے ترے پاس
وہ بولیں گی ہاں اے مرے بابا نہ ہو بے آس
دامن میں ہے یہ غرق بخون شانہ عباس
عباس نے شانے رو خلق میں دیے ہیں
حضرت کے نواسے پر یہ قربان کیے ہیں

﴿٢٣﴾

اس فرقہ ناجی میں ہیں سب محسن زہرا
 عباس کے عاشق مرے شبیر کے شیدا
 بچوں کو محترم میں بناتے تھے یہ سقا
 عاشروں کو تھا وردِ زبان ہائے حسینا
 یہ ہاتھ کئے پلے میزبان میں دھرو تم
 اس غول پر قسمِ ثواب ان کا کرو تم

﴿٢٤﴾

کیا ان کے گنہ میری مصیبت سے سوا ہیں
 سکنتی میں شہیدوں کی جراحت سے سوا ہیں
 شبیر کے کیا بار شہادت سے سوا ہیں
 سب اک طرف اللہ کی رحمت سے سوا ہیں
 ہم ساتھ انہیں خلد میں لیجائیں گے بابا
 بخشائیں گے بخشائیں گے بخشائیں گے بابا

﴿٢٥﴾

یہ شانہ ترازو میں دھریں گے جو پیغمبر
 آئے گا علام میں یہ رحمت داور
 فرمان یہ پہنچے گا کہ اے شافعؑ مبشر
 اس غول کو بھی ہم نے جناب دی مع کوثر
 کہہ دو یہ دلاور بھی مرا خاص ولی ہے
 بندو یہ فقط خاطر عباس علی ہے

(مرزاد بیر)

مرزاد بیر کے اشعار کی شرح نظر میں درج ہے:-

چودویں شعبان کا چاند آسمان کی وسعت میں تباہ تھا۔

حضرت اُمّ الہین نے شبِ نیمهٰ شعبان کے اعمال ادا کئے اس کے بعد سو گئیں، نیند کے عالم میں خواب دیکھ کر بیدار ہو گئیں اور پہلو میں کچھ تلاش کرنے لگیں، شیر خدا ش مردان نے مسکرا کر کہا کہ تمہیں کس چیز کی تلاش ہے۔

حضرت اُمّ الہین نے فرمایا ابھی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند اور تین ستارے میری آنکھ میں تھے۔

مولانا علی نے فرمایا:-

تمہاری تقدیر میں چار بیٹے ہیں، عباس علیؑ چاند کے اور تین بیٹے عبد اللہ، عمران اور جعفر تین روشن ستارے ہیں۔

پہچاروں فرزند کر بنا میں نواسے رسول حسینؑ ابن علیؑ پر قربان ہوں گے، تمام ملائکہ، مرسلین، ہر امت، جاتات قوم سلیمان، ابوفضل عباسؑ کا اتم کریں گے۔ ارض و سما جاتات و ملائکہ اور مالک کا کنات ان پر درود پڑھیں گے۔

پھر وہ ساعت آئی کہ دُرِّ مجف نسل صدف میں چکنے لگا، نو آسمان وجد میں آگئے، قمر بر ج شرف میں روشن ہوا، آیتہ الہام کا نزول ہوا، ماں کو اس چاند کی زیارت ہوئی۔
مججزات و کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ اُمّ الہین کے بطن مبارک سے حسینؑ ابن علیؑ کے نام کی تسبیح کی صدا آتی تھی۔

حضرت اُمّ الہین (حیدہ بی بی) کے پاس جب امام حسینؑ تشریف لاتے تو

حضرت اُمّ الہین امام حسینؑ کا طواف فرماتی تھیں۔

امام حسینؑ کہتے تھے۔

اے مادر گرامی میں آپ کا فرزند ہوں آپ اس قدر تعظیم و تکریم کیوں کرتی ہیں۔

حضرت امام ابینین فرماتی تھیں۔

بیٹا یہ طفیل جو میرے بطن میں ہے تمہاری آمد پر یہ مجھ سے کہتے ہیں مختار کائنات
اور میرے سردار کی تعظیم کو اٹھیے۔

یہ کہتے ہیں:-

امان میں غلام ہوں، یہ میرے آقا ہیں عباسؑ کو ان کے گرد طواف کے لیے پھراو
یہ مجھے اپنی قسم دے کر مجھے الھاتے ہیں۔

دنیا کے شام و سحر گذرے

ماہ بنی ہاشم کا طلوع ہوا، نوروز کی شب تھی، قریب صبح چاند کی جلوہ گری ہوئی، سورج
کی روشنی پھیل کی ہو گئی چاند پکھا ایسا روش ہوا۔

حواران جنت، ایک کشتی میں چھوٹا سا خلعت فاخرہ لے کر امام ابینینؑ کے چھرے میں
آئیں، کوثر کے جام لیے فرشتے بھی آگئے کہاں تو عباسؑ کو کوثر کے پانی سے غسل دیا گیا
اور کہاں تکریم میں زخوں کے خون سے عباسؑ کا آخری غسل ہوا۔
ساقی کوثر حضرت علیؓ نے آب کوثر سے عباسؑ کو غسل دیا۔ ایک کان میں اذان اور
دوسرے کان میں اقامت کی۔

پھر بچے کو حسینؑ کی گود میں دے کر علیؓ نے کہا حسینؑ تم کو علمدار مبارک ہو، عباسؑ
جس مہینے میں پیدا ہوئے وہ ماہ جمادی الاول تھا اور تاریخ ۲۳ قہرمت کے انہیں
برس گذر چکے تھے۔ عباسؑ انہیں کے چاند بن کر طلوع ہوئے تھے۔

حضرت امام ابینینؑ (حمدہ بی بی) نے تین دن عباسؑ کو دو دھپلایا، تیسرا دن

دودھ خشک ہو گیا، عباسؓ کامنھے، اب اور گلا خشک ہو گیا۔

گویا یہ اشارہ تھا عباسؓ کی پیاس کی طرف کیہ کر بلا میں تین دن پیاس سے رہیں گے۔
جھولے میں عباسؓ کی پیاس دیکھ کر امام حسینؑ جھولے کے گرد مخترب الحال
پھرنے لگے۔

حضرت زینبؓ نے حضرت عباسؓ کی پیاس کا عالم دیکھ کر مسجد سے حضرت علیؑ کو بولا یا۔
حضرت اُمّ الہینیؓ حضرت عباسؓ کو گود میں لے کر مولا علیؑ کی خدمت میں حاضر
ہوئیں۔ مولا علیؑ نے عباسؓ کو گود میں لے کر پچھے سے فرمایا، عباسؓ مجھے کر بلا میں تمہاری
پیاس یاد آرہی ہے، یہ کہہ کر آپ نے عباسؓ کے دہن میں اپنی زبان مبارک رکھ دی
زبان علیؑ سے نہر لین جاری و ساری ہوئی، عباسؓ کی پیاس ختم ہو گئی۔

ہائے کر بلا میں عاشورہ کو علیؑ کہاں تھے عباسؓ تین دن کے پیاس سے تھے، فرات کے
کنارے خاک و خون میں ترپ رہے تھے، حسینؑ نے عباسؓ کا سراپے زانو پر رکھ کر
حسینؑ کی آنکھ سے تیر نکالا تھا۔

القصہ عباسؓ ماں کا دودھ اور علیؑ کی زبان چوں کر بڑے ہونے لگے عباسؓ میں خون
شجاعت بڑھنے لگا، اللہ کی معرفت، آنکھوں کا نور، حسن سماعت میں اضافہ ہوتا گیا،
ایامِ رضاعت طے ہو رہے تھے عباسؓ میں علیؑ شجاع نظر آنے لگے۔ عباسؓ کے بازوں
ید اللہ کے شانوں کے بھرے بھرے نظر آنے لگے۔

مجھے اس وقت ایک روایت یاد آ رہی کہ قیامت کے دن شفاعت کا روز ہو گا۔ راوی
نے ایک قیامت کی روایت تحریر کی ہے۔

کچھ انسانوں کے غول گرفتار مصیبت محشر میں نمودار ہوں گے، فرشتے انھیں دوزخ
کی طرف لے جانے لگیں گے کہ چودہ معصوم ائمیں اپنی نیکیاں عطا کر دیں گے۔

اس وقت رسول اللہ اپنی بیٹی فاطمہ زہرہ سے فرمائیں گے۔

بیٹی تمہارے پاس کچھ سامان شفاعت میں سے ہے۔

خاتون قیامت کہیں گی۔

ہاں یہ میری آغوش میں عباسؑ کے دو کٹے ہوئے شانے غرق بخوبیں یہ عباسؑ
نے راہِ خدا میں آپؑ کے نواسے حسینؑ پر عاشورہ قربان کئے تھے۔
سیدہ فرماتی ہیں:-

یہ تمام لوگ فاطمہ زہرہ کے محسن ہیں یہ عباسؑ کے عاشق اور حسینؑ کے شیدا ہیں، یہ وہ
ہیں جو حرم میں اپنے بچوں کو سبقت بنتے تھے، عاشورہ کو ہائے حسینا کی صدابند کرتے تھے۔
اسے بابا عباسؑ کے کٹے ہوئے ہاتھ پلٹہ میزان میں رکھ دو اور اس کا ثواب
عززاداروں میں تقسیم کر دو۔

کیا ان کے گناہ میری مصیبت سے زیادہ ہیں کیا لگتی میں شہیدوں کے زخمیں سے
زیادہ ہیں۔ کیا حسینؑ کی شہادت کے وزن سے زیادہ ہیں۔ کیا اللہ کی رحمت سے بھی
زیادہ ہیں۔

نہیں ایسا نہیں ہے ہم ان کو جنت میں اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔

بابا

ہم ان کی شفاعت کرتے ہیں، شفاعت کرتے ہیں، شفاعت کرتے ہیں۔

رسول اللہ پلٹہ میزان میں عباسؑ کے بازو روکھ دیں گے، اللہ کی رحمت کا سمندر تلاطم
میں آئے گا، اللہ کا فرمان اس وقت نازل ہو گا۔

اے شافعؑ محشر اے میرے حبیبؑ میں نے ان عزاداروں کو جنت اور کوثر عطا

کر دیا۔ عباسؑ مراغا خاص ولی ہے، اے مرے بندوں یہ عباسؑ کی خاطر میں نے تمہیں

بخش دیا ہے۔

حضرت عباسؑ کی تاریخ ولادت کی تحقیق:

علمدار کر بلا حضرت عباس علیہ السلام کا ۲۲ھ میں پیدا ہونا مستند سمجھنا چاہیے۔ بعض معتبر مؤرخین نے سن ولادت میں اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ولد سنہ ست و عشرين من الهجرت آپ ۲۶ھجری میں پیدا ہوئے۔ (ابصار العین صفحہ ۲۵ طبع نجف اشرف ۱۳۳۱ھ ت نقح المقال صفحہ ۱۳۸ طبع ایران) سن ولادت کی طرح تاریخ ولادت میں بھی سخت اختلاف ہے۔

- (۱) مرزا دبیر نے ۲۳ جمادی الاول ۲۹ھجری تاریخ و سن ولادت بتایا ہے۔
- (۲) جناب مولوی سید محمد ضامن صاحب کرازوی ضلع الآباد نے اپنے رسالے جواہر زواہر قلمی کے صفحہ ۱۰۹ پر آپ کی تاریخ ولادت ۱۹ جمادی الاول اور صفحہ ۱۱۱ پر بقولے ارجب المرجب تحریر فرمائی ہے۔
- (۳) جناب مولانا سید اکبر مہدی صاحب سلیم جروی نے اپنی کتاب جواہر البيان کے صفحے ۳۴ پر بحوالہ مجرم الفواد ۲۶ رجمادی الثاني تحریر فرمایا ہے۔
- (۴) جناب شاہ محمد حسن صاحب صابری چشتی (صوفی) نے اپنی کتاب آئینہ تصوف کے صفحہ ۲۲۲ طبع رامپور ۱۳۱۳ھ پر ارجب تحریر کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:-
حضرت عباس بن علی کرم اللہ وجہہ بتاریخ ۱۸ ارجب المرجب بروز پنجشنبہ بوقت صبح مدینہ موجودہ میں پیدا ہوئے۔

- (۵) الٰی ایران کے نزدیک آپ کی تاریخ ولادت ۲۷ ربیعان المظہم ہے۔ مشہد مقدس کے علمی محلے ”ندائے ترقی“ ماہ شعبان ۱۳۵۰ھ کے صفحہ ۲۷ پر مرقوم ہے ”ولادت ماسعادت ماں الحلوانی تبریزی ہاشم حضرت ابو الفضل العباس را آقا بن نجف

لیلہ چہارم ماه شعبان از استاد معتبرہ مؤلفہ بدست آورہ اندر اخ

جناب مولوی محمد ظفریاب صاحب زائر نے اخبار شاعشری دہلی ۸/۱۹۰۶ء کے
صفحہ ۱۱ کالم ۳ پر ۲/رجاہی الاول تحریر فرمایا ہے۔

تحقیق: مذکورہ بالاقوال پر جب تحقیقی نظر ڈالی جاتی ہے تو ۲۰ ر شعبان والے قول کو
ترجیح لٹکتی ہے یعنی اس کے علاوہ دیگر مستند ہونے کی وجہ سے ناقابلی اتفاقات ہیں۔
اس لیے کہ اس مجلہ علمیہ میں علمائے مجتہد کی تحقیق کا حوالہ دیا گیا ہے یہ ظاہر ہے کہ ان
کے مقابلہ میں غیر موثق اقوال قابل اعتنائیں ہو سکتے۔

غرضیکہ بوقت شہادت آپ کی عمر ۳۸ سال مانے بغیر چارہ نہیں۔

اب ۲۰ ر شعبان ۲۲ھ کوتاری خود و لادت قرار دے کر ۰۱ محرم الحرام ۲۱ھ تک آپ کی عمر
کا حساب کیا جاتا ہے تو غالباً ۳۸ سال ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت عباس ۲۰ ر شعبان
المعظم ۲۲ھ مطابق ۲۸ رب جون ۱۹۳۳ء یوم یکشنبہ (توار) کو پیدا ہوئے۔
ایران، عراق، ہندوستان و پاکستان میں حضرت عباسؓ کی ولادت کی محاذ و میلاد
۲۰ ر شعبان کو منعقد ہوتے ہیں۔ لکھنؤ (درگاہ حضرت عباسؓ) کی مغل ۷۰ ر شعبان کو منعقد
ہوتی ہے۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ تاجدار کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام ۳۰ ر شعبان المعظم اور
علمدار کربلا حضرت عباس علیہ السلام ۲۰ ر شعبان المعظم کو پیدا ہوئے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحْهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَهَا

آفتاب اور اس کی روشنی کی قسم اور چاند کی قسم جب وہ اس کے پیچھے آئے۔ حسینؑ
آفتاب تھے اور عباسؓ چاند تھے۔ آفتاب ۳۰ ر شعبان کو طلوع ہوا ۲۵ برس کے بعد چاند
۲۰ ر شعبان کو طلوع ہوا۔ میرا نہیں کہتے ہیں:-

آئینہ تصویر یاداللہ ہے عباس
شبیر تو خوشید ہے اور ماہ ہے عباس

حضرت علیؑ کی پیشانی سجدہ خالق میں:

بطن جناب ام البنینؑ سے چاند سا پچ پیدا ہو گیا۔ لوگوں نے امیر المؤمنین حضرت علیؑ علیہ السلام کو مرشدہ مسروت سنایا کہ ام البنینؑ کے شکم مبارک سے ایک ماہ پیکر پچ پیدا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ نے خبر مسروت اثر پاتے ہی اپنی پیشانی مبارک سجدہ خالق میں رکھ دی۔ مطلب یہ تھا کہ خالق! میری دلی تمنا بر آئی۔ اب میرے حسینؑ کی انداد ہو سکے گی۔ (ریاض القدس صفحہ ۲۷)

حضرت عباسؑ کی پہلی نظر چہرہ امام حسین علیہ السلام پر:
تاریخ کے چھرے پر نظر ڈالنے والے جانتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اپنی آنکھوں کو اس وقت تک بذر کھا جب تک کہ پیغمبر اسلام تشریف نہ لائے تھے۔ جب آپ تشریف لائے اور اپنی آغوش میں تاجدار اسلام کو لیا تو آپ نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اور چہرہ رسالت پر پہلی نظر ڈالی تھی۔
شارح زیارت ناجیہ کی تحقیق ہے کہ جب حضرت امام حسین کو خبر ملی اور آپ تشریف لائے اپنے بھائی کو آغوش امامت میں لیا۔ کان میں اذان واقامت کی۔ آپ نے قورا آنکھیں کھول دیں۔ اور سب سے پہلے چہرہ امام حسین پر نظر ڈالی۔

زبانِ امام حسینؑ وہن عباسؑ میں:

تاریخ شاہد ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام پیدا ہوئے تھے پیغمبر اسلام نے زبان مبارک وہن اقدس میں دے کر زبان حال اقرار جانیازی لے لیا تھا۔ یہی وجہ

تھی کہ حضرت علیؑ شریعت رسالت پر ہر وقت پروانہ و اور ثار ہونے کو تیار رہا کرتے تھے۔ کسی وقت آنحضرتؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جب نبرد آزمائی کا موقعہ آیا۔ نہایت ہی بے جگہ سے لڑے۔ جان ثاری کا وقت آیا تو آنحضرتؐ کے پیسے پر اپنا خون بھا دیا۔ ہجرت کے موقع پر تواروں کے سایہ میں میٹھی نیند سو کر دکھلا دیا۔ کہ جمایت اس کا نام ہے۔ حضرت امام حسینؑ نص قرآنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور حضرت عباسؓ حضرت علیؑ کے نور نظر تھے۔ آنحضرت کا جو برتا و حضرت علیؑ کے ساتھ اور حضرت علیؑ کا جو سلوک حضرت محمد مصطفیٰ کے ساتھ تھا۔ وہی برتا و حضرت امام حسین علیہ السلام کا حضرت عباسؓ کے ساتھ اور حضرت عباسؓ کا امام حسینؑ کے ساتھ ہونا چاہئے۔

شارح زیارت ناجیہ لکھتے ہیں کہ: حضرت عباسؓ نے بھی پیدا ہونے کے بعد نہ ماں کا دودھ پیا اور نہ ہی دائی کا۔ جب حضرت امام حسینؑ تشریف لائے اور آغوش مبارک میں لے کر وہن اقدس میں زبان اطہر دی تو حضرت عباسؓ نے اسے چونا شروع کر دیا۔ گویا امام حسینؑ نے اسی طرح اقرار جانتا ہی لے لیا۔ جس طرح سرو گانات نے لعاب دہن چسا کر حضرت علیؑ سے عہد و فاداری لیا تھا۔ چنانچہ آپ تاعمر "انا عبد من عبید محمد" فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عباسؓ مسجد میں:

حضرت امام حسینؑ لعاب دہن سے سیراب کرنے کے بعد حضرت عباسؓ کو لے کر عبا سے سایہ کئے ہوئے داخل مسجد ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام سے عرض کی۔ "بابا جان ایسے پچھے بہت ہی پیارا ہے۔ اس کی پرورش اور پرواخت میں کروں گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ میٹھا بڑی خوشی کی بات ہے۔"

امام حسین علیہ السلام مسجد سے واپس ہوتے ہوئے پھر عرض کرتے ہیں۔ بابا جان!

کیا وجہ ہے کہ جب اس کی محبت جوش مارتی ہے تو ساتھ ہی ساتھ میرا دل بھی بھر آتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ بیٹا خاصاً حدا کے لیے خوشی اور غم توام ہیں۔ آج یہ بچہ تمہیں مسرور کر رہا ہے لیکن ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ تم الان انکسر ظہروی کہہ کر روتے ہو گے۔ امام حسینؑ نے اشارہ کی تفصیل چاہی۔ آپ نے فرمایا:

بیٹا! جب میں امین تیری شہادت کا حصر نامہ لیے تھے۔ اس میں مرقوم تھا "الحسین سید الشهداء" والعباس حامل اللواہ۔ حضرت حسینؑ شہدا کے سردار عباس علبردار کر بلا شہید ہوں گے۔ علام کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو بار بار کہتے ہوئے سنائے کہ حسینؑ تین دن کے بھوکے پیاس سے صحرائے کربلا میں شہید ہوں گے۔ (ینابع المؤودة صفحہ ۳۱۸، تحریر الشہادتین شرح الشہادتین صفحہ ۸۳ طبع لکھنؤ) اور عباس نہر فرات پر جا کر اپنے شانے قلم کرادے گا۔ اے حسینؑ! ذرا عباس کے شانے کھولو۔ شانے کھولے گئے۔ حضرت نے اس پر دو شان و کھلانے۔ فرمایا۔ ایک علم کا اور دوسرا سینہ کی سوکھی مشکل کا نشان ہے۔ واللہ اعلم (ربیاض الشہداء صفحہ ۲۵۹ طبع دہلی ۱۳۵۲ھ)

حضرت عباسؓ کی شہادت کی خبر اور ام البنینؑ کا گریبیہ:

علامہ صدر الدین تزویینی لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام ایک دن دارو خانہ عصمت ہوئے۔ فرمایا میرے نور نظر کو میرے پاس لا اوس فیض پارچہ میں لپیٹ کر حضرت عباسؓ آپ کی آغوش میں دے دیئے گئے۔ آپ نے چہرہ عباسؓ سے کپڑے کو ہٹایا۔ چہرہ قمر بنی ہاشم پر نظر ڈالی۔ اور فوراً پیشانی فرزند کا یوسدیا اس کے بعد اس پارچہ سے حضرت عباسؓ کے نئے نئے ہاتھوں کو نکالا اور دست و بازو، کلائی و سر پنجھ کو بغور دیکھا۔ چشم مبارک سے آنسوؤں کے موتی پکنے لگے۔ اور آپ نے رونا شروع کیا۔ آپ کا

رونا تھا کہ چاہئے والی ماں کے منہ کو جگرانے لگا۔ دست بستہ عرض کی۔ میرے مولا!

آپ نے میرے اس فرزندِلبند کے ہاتھوں اور انگلیوں میں کیا دیکھا کہ اس قدر گریہ کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ ام البنین یہ مت پوچھو۔ ام البنین نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے اندر وہ راز ہے کہ اس کو معلوم کر کے تم تاب ضبط نہ لاسکو گی۔ لیکن ماں کے مختبرِ دل کو کب سکون ہو سکتا تھا۔ اصرار پر اصرار کرتی گئیں اور آپ ہمی فرماتے رہے کہ اے ام البنین! تم سن نہ سکوں گی۔ الغرض آپ نے فرمایا اے ام البنین!:-

یہ عاشق شیر ہے بیٹوں میں تمھارے
شانوں کو کٹائے گا یہ دریا کے کنارے

اڑے آج وہ دن یاد آگیا۔ جس دن ہمارے اس فرزند کے دونوں ہاتھ جھا جو اور تم پر و مسلمانوں کی تواروں سے کائے جائیں گے اس کے سر پر گرز آہنی اور سینے پر نیزہ لگ گا۔ اور یہ تین دن کا بھوکا پیاس اساز میں کر بلایا پر شہید کیا جائے گا۔ (ریاض القدس جلد ۲ صفحہ ۷۶) یہن کر حضرت ام البنین بے چین ہو کر رو نے لگیں۔

حضرت عباسؑ کی رسم عقیقہ اور آپ کا نام:

عقیقہ اسلامی نقطہ نظر سے سنتِ مودہ ہے (مقائق الشرائع قمی ۱۴۲۷ء) آپ کی ولادت کے ساتویں دن یہ رسم عمل میں لائی گئی اور عباسؑ نام رکھا گیا۔

ناظرین کرام! اس بہادر فرزند کا نام عباسؑ رکھنا نہایت حقیقی مناسب تھا۔ اس لیے کہ شیر کا پچھہ شیر ہی ہوتا ہے۔ علی علیہ السلام کا نام حیدر بھی تھا۔ عمدة الطالب میں ہے کہ یسمی امیر المؤمنین علی۔ حیدر لانہ حیدرہ من اسماء الاسد۔ امیر المؤمنین علی کو حیدر اس لیے کہتے ہیں کہ آپ بڑے بہادر تھے اور حیدر شیر کے

ناموں میں سے ایک نام ہے۔ تو جس طرح شیر کے ناموں میں سے ایک نام ہے اسی طرح عباس بھی ہے۔ العباس من الاسماء الاسماء۔ شیر کے ناموں میں سے ایک نام عباس بھی ہے۔ میراثیں کہتے ہیں:-

خود شیر ہے، جد شیر، پچا شیر، پدر شیر غرے ہیں جد اشیر کے دل شیر، جگر شیر
پلکیں ہیں اگر شیر کا پچہ تو نظر شیر کیوں نہ وہ اس طرح کے شیروں کا پر شیر
یوں غیظ سے شیروں کو بھی بتتے نہیں دیکھا
پلکوں کو بہادر کی جھکتے نہیں دیکھا

حضرت عباسؑ کا اسم گرامی اور لغات:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نام نامی کے متعلق ارباب لغات کے بیانات پیش کئے جائیں۔ تاکہ اس کے نام کی وقت پچھا اور بلند ہو سکے۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ مشریو۔ ایں مسیحی المتجدد صفحہ ۵۰۳ میں لکھتا ہے کہ عباس کے معنی زیادہ تر ش رو کے ہیں اور یہ شیروں کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

۲۔ راجرا جیشوار ابن راجرا اپاٹ راؤ اپنی کتاب افراللغات طبع حیدر آباد کن ۱۳۲۳ء کے صفحہ ۲۷۶ پر لکھتے ہیں کہ عباسؑ اسم فرزندِ علیؑ مرتضیؑ یعنی شیر درندہ اور مرد پہلوان۔

۳۔ ملا عبد العزیز بن محمد سعید اپنی کتاب لغات سعیدی طبع کانپور ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۳۵۶ پر تحریر کرتے ہیں۔ عباسؑ شیر۔ ترش رو۔ نام حضور سرور کائناتؐ کے بیچا اور حضرت علیؑ کے ایک بیٹے کا۔

۴۔ مصنف غیاث اللغات فصل عین مع البا طبع لکھنؤ کے صفحہ ۲۸۰ پر لکھتے ہیں۔ عباسؑ کے معنی شیر درندہ کے ہیں۔ یہ نام آنحضرتؐ کے ایک بیچا کا تھا۔ جن کی طرف خلافے عباسیہ منسوب ہیں اور یہ نام حضرت علیؑ کے ایک بیٹے کا تھا۔ جو حضرت کی اس

بیوئی سے پیدا ہوا تھا جس سے آپ نے جناب سیدہ کی وفات کے بعد عقد فرمایا تھا۔
۵۔ صاحب لغات سرور طبع لکھنؤ ۱۸۷۱ء کے صفحہ ۲۸۶ پر لکھتے ہیں ”عباس نام عم
آنحضرتؐ و فرزند علی مرتضیؐ و درمند شیر و مرد پہلوان۔

۶۔ نور اللغات جلد ۳۔ صفحہ ۵۴ طبع لکھنؤ ۱۹۳۷ء میں ہے کہ ”عباس بمعنی شیر درمند۔
۷۔ جامع اللغات محمد رفیع طبع اللہ آباد ۱۹۳۲ء کے صفحہ ۱۷۶ پر ہے: ”عباس
آنحضرتؐ کے پیچا کا نام جن کی اولاد سے خلافائے عبایہ ہیں۔ حضرت علیؐ کے ایک
صاحبزادے جو کہ بلا میں شہید ہوئے۔

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام شجاع تھے۔ علامہ شہبہر
تحریر فرماتے ہیں کہ کمال شجاعت کی وجہ سے آپ کا اسم گرامی عباس رکھا گیا۔
(کبریت احر جزو ۳۔ صفحہ ۲۲) اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام
شجاعت علویہ کے ورثدار تھے:-

بیٹا وہی قدم ہے قدم ہو جو باپ کے
حضرت علی علیہ السلام کی جنتی جاتی تصویر تھے۔
میرا نہیں کہتے ہیں:-

صورت میں سرپا اسد اللہ کی تصویر
میری نہیں کہتے ہیں:-

غازی بڑا ہے سب سے زیادہ دلیر ہے
عباس جس کا نام ہے شیروں کا شیر ہے
حضرت عباسؐ کا عہد طفیل اور معرفت باری:

غیاث اللغات صفحہ ۳۲۵ میں ہے کہ یقین کے تین درجے ہیں (۱) علم الیقین

(۲) عین ایقین۔ (۳) حق ایقین۔ یہ ظاہر ہے کہ جو مدارج ایقین میں سے جتنے درجے حاصل کر سکے گا۔ وہ اسی قدر معرفت باری کی منزلوں پر بھی فائز ہو گا۔ (انجیل یوحنا کے باب ۱۷۔ آیت ۲۶ طبع لاہور میں ہے کہ حضرت عیسیٰ پانی پر چلتے تھے اخ پیغمبر اسلام ارشاد فرماتے ہیں ”لَوْاَذْدَادِ يَقِينًا لِمَشِى عَلَى الْهُوَى“ اگر عیسیٰ کا ایقین اور زیادہ کمال پر ہوتا تو وہ یقیناً ہوا پڑاتے۔ اب ذرا حدیث بساط کے مانے والے اور خبر میں ہوا کے دوں پر علیؑ کے قدم دیکھنے والے، علیؑ کے مدارج ایقین کا اندازہ لگائیں۔ اور اگر انسانی طاقت اس کے اندازہ سے قاصر ہو تو علیؑ ہی سے پوچھیں کہ حضرت آپ کا ایقین کس حد کا ہے تو وہ فرمائیں گے میں معرفت الہی کے بارے میں اتنا بڑا ہوا ہوں کہ **لَوْكَشَفَ الْغُطَاءِ لِمَا أَرَى دَدَتْ يَقِينًا** اب اگر پر دے ہٹا دیئے جائیں تو بھی میرے حد ایقین میں اضافہ نہ ممکن ہے۔

باق کا اثر بیٹھے میں ضرور ہوتا ہے۔ اب علیؑ جیسے عارف باللہ کے صلب مبارک سے جو بچہ پیدا ہواں میں بھی علوی کمال کی جملک ضرور ہونی چاہیے۔ علامہ برغانی لکھتے ہیں کہ:- مروی ہے کہ حضرت عباسؓ نہایت کم ہنسی کے عالم میں حضرت علیؑ کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے امیر المؤمنین نے دستور زمانہ کے مطابق تعلیم کے سلسلہ میں حضرت عباسؓ سے فرمایا نور نظریوں گنتی گنو۔ کہا ایک عباسؓ نے کہا ایک۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہو دو۔ عرض کی گستاخی معاف:-

میں ایک کا قائل ہوں کبھی دونہ کہوں گا

اسے بابا جان امجھے شرم آتی ہے کہ جس زبان سے ایک کہہ کر وحدت باری کا اقرار کر چکا ہوں اب اسی زبان سے دو کیوں کر کہوں۔ حضرت علیؑ نے اس معرفت میں ڈوبے ہوئے جواب کو سن کر عباسؓ کے لبوں کا بوسہ لے لیا۔ (مجلس ایقین صفحہ ۲۶ طبع

(۱۴۲۲ء)

دیکھتے ہیں ہے معرفت باری اور اس کو کہتے ہیں یقین خداوندی۔ گودیوں میں کھلنے والا بچہ کس طرح قرآن کی آیت "لَا تَخْذُلُوا الْهِنَّانِينَ" (دو خدا قرار نہ دو) پر عمل کر کے اپنے کمال عقیدہ اور اپنی معرفت کا ثبوت دیتا ہے۔ دراصل اسی آغاز کا انجام ہے کہ حضرت صادق آل محمد حضرت عباسؑ کو خطاب نافذ بصیرت صلب الایمان دینے پر مجبور ہوئے۔ (عدمۃ الطالب صفحہ ۳۲۲)

حضرت عباسؑ کا بچپن اور حضرت سید الشہداءؑ کی خدمت:

حضرت امام حسینؑ حضرت نامہ دیکھنے پڑتے تھے۔ پیغمبر اسلام سے سن چکے تھے اور حضرت علیؑ سے معلوم کر چکے تھے وہ جانتے تھے کہ واقعہ کربلا ہو گا۔ اور ضرور ہو گا۔ (ذخیرہ المال علامہ مجتبی و مسند ابن حبیل جلد اصنفہ ۸۵) اور یہ بھی جانتے تھے کہ یہی برادر عزیز میرا پورا وقت بازو ہو گا۔ اسی بنابر آپ حضرت عباس سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور وہ بھی اپنے اور تمام احسانات کو جو سید الشہداءؑ کی طرف سے ان کے متعلق تھے۔ دیکھا کرتے تھے۔ اور شیعہ امامت کے بچپن ہی سے پروانہ بننے ہوئے تھے۔ سنا جاتا ہے کہ حضرت عباسؑ فرط محبت سے امام حسین علیہ السلام کے پاؤں کی خاک اپنی آنکھوں سے لگایا کرتے تھے۔

حضرت عباسؑ کو یہ گوارانہ تھا کہ حسینؑ کی کوئی خدمت ایسی ہو جوان کے علاوہ دوسرا بجا لائے مسجد کو فہر کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام تشریف فرماتھے آپ کے پہلوئے مبارک میں آپ کے فرزند دلبد فرد کش تھے۔ بادشاہ کربلا کو پیاس محسوس ہوئی۔ قنبر سے جو آپ کے خاندانی غلام تھے۔ فرمایا اس فتنی من الماء قنبر ذرا پانی تو پلانا۔ حکم پاتے ہی قنبر اٹھے حضرت عباسؑ نے جو اس وقت نہایت ہی

کمن تھے۔ قبر سے فرمایا۔ ٹھہرو۔ اپنے آقا کے لیے میں پانی لا دیں گا۔

حضرت عباسؑ پانی کے لیے گئے اور آپ سردار کا ایک جام بھرا۔ بچپنے کا عالم تھا۔ حسینؑ
جام کو سر اقدس پر رکھا۔ اور چلتے گئے۔ پانی چھالا کا اور آپ تر ہو گئے۔ حسینؑ کے پاس
پہنچے۔ بدن مبارک پر چھالا کا ہوا پانی دیکھا۔ واقعہ کر بیان دادا آگیا۔ اور آپ اشکبار ہو گئے۔
(چهل مجلس صفحہ ۳۱۲ طبع لکھنؤ)

اس واقعہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کم سنی کی وجہ سے آپ نے سر پر پانی کا جام رکھا تھا
لیکن میں کہتا ہوں کہ عباسؑ کو یہ دکھانا تھا کہ میں اپنے آقا کے کاموں کو سر آنکھوں سے
کرتا ہوں۔

حضرت اُمّ الہنینؓ سے حضرت امام حسینؑ کی گفتگو:
میرا نبیس فرماتے ہیں:-

(۱۹)

لکھے کوئی کیا اُلفت سردار و علمدار
دیکھا نہ کبھی عاشق و معشوق میں یہ پیار
بلبل کو بھی یہ گل کی محبت نہیں زندہ
قری بھی نہیں سرد کی اس طرح طلگار
اک آن فراق ان میں شب و روز نہیں ہے
پروانہ بھی یوں شمع کا دل سوز نہیں ہے

(۲۰)

فخر اپنا سمجھتے تھے یہ نظیں اٹھانا
معراج تھی رومال کھڑے ہو کے بلا تا
ساتھ آنا سدا شاہ کے اور ساتھ ہی جانا

تھی عین تمنا قدم آنکھوں سے لگانا
 شہ سوتے تو سکیے پہ نہ سردھرتے تھے عباس
 مانند قمر پھر کے حر کرتے تھے عباس

﴿٣﴾

فرماتے تھے شیئر کہ اے میری گل انعام
 تم نے کوئی ساعت نہ کیا رات کو آرام
 کہتے تھے غلاموں کو ہے آرام سے کیا کام
 راحت ہے جو خدمت میں بسر ہو حسرو شام
 لازم ہے ادب آپ ہیں سردار ہمارے
 جاگے تو زہ طالع بیدار ہمارے

﴿٤﴾

فرماتے تھے شہ مادر عباس سے اکثر
 عباس علی ہے مرا شیدا مرا یاد
 پیارا نہ ہو کیوں کر یہ مجھے آپ کا دلب
 جب سامنے آتا ہے تو یاد آتے ہیں حیدر
 اس بھائی میں خوبی ہے شہ عقدہ کشا کی
 گھر میں مرے تصویر ہے یہ شیر خدا کی

﴿٥﴾

ساری وہی صورت وہی شوکت ہے وہی شان
 طینت میں وہی خلق وہی طبع میں احسان
 عباس دلاور پ تصدق ہے مری جان

منظور یہ ہے روز حسین اس پر ہو قربان
 اس کو بھی تو بچپن سے مرا عشق دلی ہے
 صدر ہے بہادر ہے سعید ازلی ہے

﴿۶﴾

وہ کہتی تھی اے احمد خفار کے پیارے
 خادم ہیں یہ سب آپ ہیں سردار ہمارے
 زیندہ ہے صدقے ہوں اگر چاند پر تارے
 فخر اس کا ہے عباس جو سر قدموں پر وارے
 منھ اس نے سدا پائے مبارک پر ملا ہے
 بیٹوں کی طرح آپ کی گودی میں پلا ہے

﴿۷﴾

عباس کی خاطر سے میں کہتی نہیں واری
 ہے اس کو نہ اولاد نہ جان آپ سے پیاری
 سوتے میں بھی رہتا ہے زبان پر بھی جاری
 فرزندِ پیغمبر پر فدا جان ہماری
 ہے عشق دلی اس کو شیر کون و مکاں سے
 لیتا نہیں بے صلن علی نام زبان سے

﴿۸﴾

اک روز کہا میں نے کہ عباس و فادر
 تم ان کا غلام آپ کو کیوں کہتے ہو ہر بار
 صدقے گئی یہ طرفہ محبت ہے نیا پیار

جو تم ہو سو وہ ہیں خلف حیدر کراز
 مرتے ہوئے حیدر نے پردان کے کیا ہے
 کچھ خط غلامی تو نہیں لکھ کے دیا ہے

﴿٩﴾

اتنا مرا کہنا تھا کہ بس آنکھ پھرا لی
 تھرا کے کہا بات یہ کیا منھ سے نکالی
 توبہ کرو یکساں ہوا میں اور شہ عالی
 میں بندہ ناجیز وہ کوئین کے والی
 قطرہ کبھی دریا کے برادر نہیں ہوتا
 ذرہ کبھی خوشید کے ہمسر نہیں ہوتا

﴿١٠﴾

نسبت مجھے کیا ان سے کہاں نور کہاں خاک
 میں بُرگد قدم اور وہ تاج سر افلاک
 عباس کے نانا بھی ہیں کیا سید لولاک
 میرے لیے آئی ہے کبھی خلد سے پوشاک
 سویا ہوں کبھی میں بھی محمدؐ کی عبا میں
 میری بھی ثنا ہے کہیں قرآن خدا میں

... ﴿۱۱﴾ ...

زہرا نے مجھے دودھ پلایا ہو تو کہہ دو
 کاندھے پے محمدؐ نے بھلایا ہو تو کہہ دو
 جبریل نے جھولے میں جھلایا ہو تو کہہ دو

ان رتبوں میں رتبہ کوئی پایا ہو تو کہہ دو
وہ فخر دو عالم ہے امام دو جہاں ہے
اسرارِ لدنی مرے سینے میں کھاں ہے

﴿١٢﴾

اک سور ہو کس طرح سلیمان کے برابر
رتبے میں صحیفہ نہیں قرآن کے برابر
ہر باغ نہیں روضہ رسول کے برابر
کیوں کر ہو سہا تیر تاباں کے برابر
سر قائم عرش تک جا نہیں سکتا
کجھے کا شرف کوئی مکاں پا نہیں سکتا

﴿١٣﴾

خوش ہوں جو غلامِ علی اکبر مجھے سمجھیں
میں یہ نہیں کہتا کہ براور مجھے سمجھیں
وہ خادمِ اولادِ پیغمبر مجھے سمجھیں
رتبہ مرا بڑھ جائے جو قنبر مجھے سمجھیں
تعلیمِ اٹھاؤں مری معراج یہی ہے
شاہی بھی یہی تخت یہی تاج یہی ہے

... ﴿١٤﴾ ...

یکساں ہے تو ہے مرتبہ شہر و شہیر
بیٹوں میں علی کے یہ کسی کی نہیں تو تقریر
میں پاؤں پہ سر رکھتا ہوں اے مادرِ ولگیر

مجھ سے نہ سنی جائے گی اس طرح کی تقریر
 اب آپ کو صورت بھی نہ دکھلائے گا عباسُ
 باقیں جو یہی ہوں گی تو مرجائے گا عباسُ

﴿15﴾

کیا بھول گئیں واقعہ رحلت حیدر
 تھا آپ کے زانو پر سر فاتح خبر
 اس پہلو میں شیر نخے اس پہلو میں شیر
 زینب بسر خاک ترقیتی تھیں کھلے سر
 صحت ہو پدر کو یہ دعا کرتا تھا میں بھی
 لپٹا ہوا قدموں سے بگا کرتا تھا میں بھی

﴿16﴾

پاس اپنے بلا کر مجھے بیانے کیا پیار
 اور ہاتھ مرا ہاتھ میں شہ کے دیا اک بار
 فرمایا حسن ہے مرے نوبیوں کا مختار
 عباس رہا اک تو حسین اس کا ہے سردار
 فرمایا تھا مجھ سے کہ امام اپنا سمجھنا
 آقا سے کہا تھا کہ غلام اپنا سمجھنا

﴿17﴾

ہنس ہنس کے میں سننی رہی تقریر یہ ساری
 اُس کو تو یہ غصہ تھا کہ آنسو ہوئے چاری
 لے لے کے بلا میں کہا تب میں نے کہواری

حاصل ہوئی واللہ مراد آج ہماری
وہ دن ہو کہ حق تجھ سے غلامی کا ادا ہو
تو قبلہ کوئین کے قدموں پر فدا ہو

﴿۱۸﴾

فرمانے لگے انک بہا کر شہہ ابرار
ہاں والدہ ایسا ہی ہے وہ بھائی و قادر
عباسؑ مرا اور مرے سب گھر کا ہے مقام
رکھتا ہے حسینؑ اک ہی مادر ہی غم خوار
اماں اسی بازو سے قوی ہاتھ ہیں میرے
عباسؑ نہیں ساتھ علیٰ ساتھ ہیں میرے
(میرانش)

میرانش کے اشعار کی تفسیر ملاحظہ ہو:-

امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ میں جو الافت و محبت تھی اس کو کس طرح بیان کیا جائے،
دو محبت کرنے والوں میں کبھی ایسا پیار دیکھا ہی نہیں گیا، یہ ایسی محبت تھی کہ پھول میں
اور بلبل میں بھی ایسی محبت نہ ہوگی، قمری بھی سرد کے درخت سے ایسی محبت نہیں کر سکتی،
یہ تو ایک آن کے لیے بھی آپس میں جدا نہیں ہو سکتا، پروانہ بھی شمع سے ایسے عشق نہیں
کر سکتا جو عشق عباسؑ کو حسینؑ سے تھا۔

عباسؑ فخر محسوس کرتے تھے حسینؑ کی نعلیں اٹھا کر، حسینؑ کے سر پر سایہ کرنا عباسؑ
کے لیے معراج کا رتبہ پانا تھا، جدھر جدھر حسینؑ جاتے غلام کی طرح عباسؑ سائے کی
طرح ساتھ ہوتے۔

امام حسینؑ جب سو جاتے تو عباسؑ حفاظت کی خاطر جا گتے رہتے، رات سے صبح

ہو جاتی شہلتے شہلتے جس طرح آسمان پر چاند رات بھرا بنا سفر جاری رکھتا ہے۔

امام حسینؑ صبح کو عباسؓ سے فرماتے اے میرے پیارے بھائی تم رات کو ایک ساعت کے لیے بھی نہیں سوئے، عباسؓ کہتے آقا، غلام کو آرام سے کیا غرض، آپ کی خدمت میں سحر و شام بسر ہو جائے بس عباسؓ کے لیے بھی آرام ہے۔ آقا آپ میرے سید و سردار، میرے مالک و آقا ہیں آپ کی خدمت میں اگر میں جاگ رہا ہوں تو یہ میں نہیں جاگ رہا بلکہ میرا مقدر جاگ رہا ہے۔

اکثر امام حسینؑ حضرت امّ الہینیؑ سے فرماتے تھے کہ عباسؓ میرا جانش، میرا مددگار اور میرا محبت ہے اور میں عباسؓ سے اس لیے بھی بہت زیادہ محبت کرتا ہوں کہ میں جب بھی عباسؓ کو دیکھتا ہوں مجھے بایا علیٰ یاد آ جاتے ہیں، عباسؓ ہمارے گھر میں گویا شیر خدا کی تصویر کی طرح ہیں۔

عباسؓ کی شکل، رعب، دبدبہ، شان و شوکت، طینت، خلق، طبیعت میں احسان گذاری، غرض سارے صفات شیر خدا اے ہیں۔ میری جان عباسؓ کے صدقے ہو میں چاہتا ہوں کہ روز عباسؓ پر سے قربان ہو جاؤں، کیونکہ بچپن سے عباسؓ مجھے بہت پیار کرتے ہیں اور یہ بہادر، نیک بخت صدر شکوہ مجھے عشق کرتا ہے۔

تو جناب امّ الہینیؑ امام حسینؑ سے فرماتیں کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور میرے بچے آپ کے خادم ہیں۔ تاروں کا فخر ہے کہ وہ چاند پر سے صدقے ہو جائیں عباسؓ کے سرآپ کے قدموں پر ہو یہی فضیلت ہے۔ بھی فخر ہے۔ میرے بیٹے نے ہمیشہ آپ کے قدموں کو چوما ہے اور کیوں نہ ہو آپ نے بھی تو بیٹوں کی طرح عباسؓ کو پالا ہے۔ اے فرزندِ رسولؐ عباسؓ آپ کے سامنے اپنی جان اور اولاد کو کچھ نہیں سمجھتا۔ یہاں تک کہ جب عباسؓ سوتا ہے تب بھی اس کی زبان پر بھی الفاظ جاری رہتے ہیں کہ سب

رسولؐ پر میری جان قربان۔ اس کے آپ سے عشق کا یہ عالم ہے کہ جب تک درود نہ پڑھ لے آپ کا نام نہیں لیتا۔

اُم الہینؑ کہتی ہیں:- ایک روز میں نے عباسؓ سے پوچھا کہ تم اپنے کو حسینؑ کا غلام کیوں کہتے ہو، یہ انوکھا پیار ہے اور نبی الفت ہے حالانکہ تم بھی علیؑ کے بیٹے ہو اور حسینؑ بھی علیؑ کے بیٹے ہیں اور علیؑ نے دنیا سے جاتے ہوئے تحسیں حسینؑ کے سپرد کیا تھا نہ یہ کہ غلامی میں دیا تھا۔

بس میرا یہ کہنا تھا کہ عباسؓ نے دوسری طرف منہ کر کے مجھ سے کہا یہ آپ کیا کہتی ہیں، کہاں میں اور کہاں حسینؑ اہن علیؑ، میں ایک بندہ ناجیز اور وہ کون و مکان کے مختار، ایک قطرہ دریا کے برابر نہیں ہو سکتا، نہ ہی ایک ذرہ سورج کے برابر ہو سکتا ہے۔

مجھے اُن سے کیا نسبت، وہ انور ہیں میں خاک ہوں، میں ان کے قدموں کی دھول ہوں وہ آسمانوں کے سر کا تاج ہیں، کیا میرے نانا پتیغیر ہیں؟ کیا میرے لیے بھی کبھی جنت سے لباس آیا ہے، کیا میں کبھی رسول اللہ کی عبا میں سویا ہوں، کیا قرآن میں میرے لیے بھی آیت آئی ہے۔

کیا فاطمہ زہراؓ نے مجھے دودھ پلا یا ہے، کیا بھی میں دوٹی نبیؑ پر سوار ہوا ہوں، کیا جبریلؑ نے میرا جھولا جھلایا ہے، نہیں ا manus یہ سب رتبے میرے آقا حسینؑ کے لیے ہیں وہ دونوں جہانوں کا فخر اور امام ہیں اور اللہ کے راز اُن کے سینے میں ہیں میرے سینے میں نہیں۔

ایک چیونٹی، سلیمانؓ کے برابر نہیں ہو سکتی، ایک صحیفہ قرآن کے برابر نہیں ہو سکتا، جنت کے باغ اور ایک عام باغ میں بڑا فرق ہے، کوئی ذرہ چکتے ہوئے سورج کی ہمسری نہیں کر سکتا، میرا سر عرش تک نہیں پہنچ سکتا، کوئی عام مکان، اللہ کے مکان کی

برابری نہیں کر سکتا۔

میرا تو فخر یہ ہے کہ اگر آقا حسینؑ مجھے علیٰ اکبر کا غلام سمجھیں، میں نہیں کہتا کہ مجھے اپنا بھائی سمجھیں بلکہ اولاد رسولؐ کا خادم کہہ کر مجھے پکاریں اور میرے لیے تو مرتبہ بھی ہے کہ آقا حسینؑ مجھے اپنا قبر سمجھیں۔ میری بادشاہی، میرا تخت، میرا تاج اور میری معراج یہ ہے کہ میں آقا حسینؑ کی نعلیں انٹھاؤں۔

اگر کوئی مرتبے میں ان کے برابر ہے تو وہ آقا حسنؑ بھتی ہیں۔

اماں میں تو ان کے پاؤں پر اپنا سر رکھتا ہوں اور اسے اتنا! اگر آپ نے پھر مجھ سے یہ کہا تو عباسؓ کی جان تن سے نکل جائے گی۔

اماں آپ کو یاد ہو گا جب بابا اس دنیا سے جا رہے تھے اور بابا کا سر آپ کے زانوپر تھا۔ بابا کے ایک طرف حسنؑ تھے اور ایک طرف حسینؑ اور آقا زادی زندگی سرکھو لے ہوئے ماتم کر رہی تھیں۔ میں بھی بابا کے قدموں سے لپٹ کر رور کر بابا کی صحت کی دعا کر رہا تھا۔

بابا نے مجھے اپنے پاس بلا کر پیار کیا اور میرا تھا آقا حسینؑ کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ میرا بیٹا حسنؑ تو میرے نوؓ بیٹے کا مختار ہے اور حسینؑ، عباسؓ کا سردار ہے، مجھ سے بابا نے کہا تھا کہ حسینؑ کو اپنا امام سمجھنا اور آقا حسینؑ سے کہا تھا کہ عباسؓ کو اپنا غلام سمجھنا اُتم اللہین ہوتی ہیں:-

عباسؓ کی ان پیار بھری باتوں کو میں تو مسکرا کر سن رہی تھی لیکن عباسؓ کو اتنا جلال تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہرہ ہے تھے۔ تب میں نے عباسؓ کی بلا کمیں لے کے کہا کہ بیٹا آج میری دعا اور میری مراد پوری ہو گئی۔ اب یہ خواہش ہے کہ خدا وہ دن دھلانے کے تو حقِ غلامی اس طرح ادا کرے کہ حسینؑ کے قدموں میں تیری جان فدا

ہو جائے۔

یہُن کے حسین رونے لگے اور جناب اُم البنین سے فرمانے لگے ہاں اماں میرا عباس بھائی ایسا تھی وفادار ہے وہ میرا بھی اور میرے سارے گھر کا مقدار ہے۔ بس میرے پاس تو آپ جیسی ماں ہے اور عباس جیسا بھائی ہے۔ اماں عباس میرے بازوؤں کی قوت ہے اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ عباس نہیں بلکہ میرے ساتھ ہیں۔

بَابٌ ۝

حضرت اُمّ الْبَنِينَ

کاشجاع بیٹا عباس علمردار

ایسا لڑا وہ بازوئے فرزندِ مرلضا سُکانِ عرشِ حق بھی گلے کرنے واہ واہ
 زینب سے شاہ کہتے تھے کیوں بنتِ مرلضا چودہ پھر کی پیاس میں عباس کیا لڑا
 شیر خدا کے شیر کی جرأت کو دیکھنا
 اُمّ الْبَنِينَ کے دودھ کی طاقت کو دیکھنا
 (مرزادِ تیر)

شجاعت عباس:

شجاعت بفتح شیں بہادری اور دلیری و جوانمردی کو کہتے ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین کی بہادری و دلیری حق تعالیٰ تعارف نہیں ایسے شجاع باپ کا بیٹا حضرت عباس ہے عباس عسی صدر سے ہے عس کے معنی تیوری چڑھاترش رو ہونا چیل بھیں ہونا عباس بچھرے ہوئے شیر کو کہتے ہیں۔ امیر المؤمنین نے شجاعت و سطوت و صولت و عبویت کی

وجہ سے اس بیٹی کا نام عباس رکھا۔

صاحب معالیٰ اسپطین نے تحریر فرمایا ہے۔ جب حضرت عباس میدان میں اترتے تھے تو شہنوں کے بدن خوف سے کاپنیتے تھے۔ جنم کے جوڑو سے پھر کتے تھے ایک شعر لکھا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ:-
”یعنی شہنوں کے منہ موت کے خوف سے گل جاتے اور عباس اس وقت میدان میں بتسم ہوتے تھے۔“

باب کے زمانہ میں شجاعت:

صاحب مقتل طریحی نے تحریر فرمایا ہے امیر المؤمنینؑ کی موجودگی میں عباس شریک جگ ہوتے تھے اور بڑے بڑے بہادروں کو پچھاڑ دیتے تھے۔ جگ صفين میں جب امام حسینؑ نے معاویہ کی فوج سے دریائے فرات کا گھاث چھرا یا تو عباسؑ بھیت مدگار امام حسینؑ کے ہمراہ تھے ابوالاعواد کو شکست دے کر ہشادیا (معالیٰ اسپطین)

صفین کا ایک واقعہ:

جگ صفين میں ایک نوجوان شہزادہ نقاب پوش میدانِ جگ میں اتر اڑے بڑے شجاعوں کے چکلے چھوٹ گئے معاویہ کے لشکری خوف سے میدان چھوڑ گئے۔ معاویہ نے این شعثاً نامی ایک فوجی سے کہا کہ تم مقابلہ میں جاؤ۔ کہا میں دس ہزار کے مقابلہ میں اکیلا اڑ سکتا ہوں اس اڑ کے کے مقابلہ میں کیسے جاؤں میرے سات اڑ کے موجود ہیں، کوئی ایک اس کا سر لے آئے گا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے ساتوں میدان میں اترے اس نوجوان اڑ کے نے سب کو جہنم پہنچا دیا۔ غصہ میں این شعثاً خود میدان میں اتر کہ خود جا کر اس اڑ کے کے ماں باپ کو اس کے غم میں سو گوار بناتا ہوں دو ایک جھپڑ پہونے کے بعد اس اڑ کے نے این شعثاً کو ہموزن دوکڑوں میں کاٹ دیا۔ دونوں

طرف کے لشکر حیران ہو گئے اتنے میں حضرت علیؑ نے آواز دے کر بلالا نقاب اٹھایا تو
سب نے دیکھا کہ قمر بنی ہاشم جناب عباس تھے۔ (کبریت احراء، معالی اسرائیل)

ابن زیاد کی امان:

شجاعت عباسیہ کی یہ حد تھی کہ نام من کر بہادروں کے جوڑ کا پیٹتے تھے۔ اور دل آب
آب ہوجاتے۔ بدن کے بال کھڑے ہوجاتے۔ (معالی اسرائیل) اسی وجہ سے ابن
زیاد نے امان لکھ کر دی کہ شاید عباسؑ عیحدہ ہو جائے تو لشکر ابن زیاد کا خوف گھٹ
جائے۔ اور جنگ لڑکیں۔

جب پانی لینے گئے:

حضرت عباسؑ نے کربلا میں کم از کم تین جنگیں لڑیں ہیں۔ پہلا حملہ آپ نے تلوار
سے اس وقت کیا جب حضرت قاسمؑ کی شہادت ہوئی۔ اور امام حسینؑ کے ساتھ شیر
غضب ناک کی طرح، جنگ کر کے لاثی قاسمؑ لے آئے، دوسرا جنگ فرات پر جاتے
ہوئے ہے۔ اور تیسرا جنگ فرات سے واپسی پر ہے۔ آپ نے مولا علیؑ کی طرح تلوار
چلانی ہے۔

فرات کے کنارے:

چار ہزار یا چھوٹا ہزار بلکہ دس ہزار، حوالہ اسرائیل شہادت دریائے فرات پر شامی متعین
تھے۔ پھر یہ کبریت احراء چھٹے کر کے ان سے دریائے فرات کا کنارہ لے لیا۔

ایک ہاتھ سے جنگ:

جب دیاں ہاتھ شہید ہو گیا تو بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر ایسا حملہ کیا ایک سو اسی
ایسے پہلو انوں کو قتل کر دیا جو ہزار بلکہ دو ہزار کے مقابلے کرنے والے تھے۔

(معالیٰ اسٹین)

بیس اصحاب:

اشکر امام کے بیس آدمی دشمنوں کے گھیرے میں آگئے۔ اکیلے جناب عباس نے حملہ کیا اور ان سب کو تحریت دشمن کا گھیر ا توڑ کر بکال لائے۔ (کبریت احر)

شجاعت کی حد:

جب بائیں ہاتھ سے ۱۸۰ ملاعین کو قتل فرمایا تو عبداللہ ابن زید شیبانی نے بائیں ہاتھ پر تواری کردہ ہاتھ مع تواریہ وہاں ایکین جناب عباس نے ہواستے تواریکو منہ کے ساتھ پکڑا اور دشمنوں پر حملہ کیا (کبریت احر)

تعداد مقتولین:

حضرت عباس نے ۲۵ ہزار ملاعین کو کیفر کردار کو پہنچایا۔ تمام شہداء نے ۲۵ ہزار کو قتل کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے پہنس نیس ۳ لاکھ ۳ ہزار قتل کے تمام اشکر عمر ابن سعد ۲ لاکھ ۶ ہزار تھا۔ جو ملاعین نجگ گئے ان کی تعداد ۸۰ ہزار تھی۔

(اسرار الشہادت در بندری)

در باری زید میں تقریز نہیں:

یہ بعد نہیں ہے کیونکہ علامہ بیر جندی نے کبریت احر میں لکھا ہے کہ جب الٰہ بیت شام پہنچا تو ایک ملوٹن نے زید عید سے کہا کہ حسینؑ آئے تھوڑے اصحاب کے ساتھ ہم نے جب حملہ کیا تو وہ ایک ذوزمرے کی پناہ میں آڑ لیتے تھے۔ جناب نہیںؑ نے فرمایا اسے کذاب تیری ماں تیرے غم میں روئے میرے بھائی حسینؑ کی تواری نے شام و کوفہ کا کوئی گھر نہیں چھوڑا کہ جس گھر سے روئے چھنے کی آواز نہ آ رہی ہو۔ اور وہ سب

میرے بھائی کی تواریخ قتل ہوئے۔

اولاً دعیس کی شجاعت:

جناب عباسؑ کی شہادت کے بعد جب امامؐ میں پر حملہ ہوا تو اس وقت مولائے مظلوم کو عباسؑ یاد آئے اس پر آپ نے استغاثہ فرمایا تو حضرت عباسؑ کے دو فرزند محمد ابن عباسؑ اور قاسم ابن عباسؑ نے اپنے آپ کو مولا کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے باپ کی شہادت کافی ہے۔ کہا نہیں آقا ہم بھی آپ پر قربان ہوں گے چنانچہ دونوں میدان میں اترے ایک نے دوسو پچاس ملائیں کو قتل کیا اور دوسرے نے آٹھ سو میں ملائیں کو قتل کیا۔ (کبریت احر)۔

شجاعتِ عباسؑ حضرت اُمّ الہینِ کی نظر میں:

حضرت عباس علیہ السلام کی ماں جناب اُمّ اہنینؐ نے خبر شہادت پانے کے بعد حسب ذیل اشعار جن کو ابو الحسن اخفش نے بھی شرح کامل میں لکھا ہے۔ بطور مرثیہ پڑھئے:-

یامن رای العباس کر

علی جماہیر النقد

اے وہ شخص جس نے میرے بیٹے عباسؑ کو منتخب اور چیزیدہ (مذہبی دل) جماعتوں پر حملہ آور دیکھا۔

ووراہ من ابنا ناء حیدر

کل لیت ث ذی لبد

اور ان کے علاوہ شیر خدا کے ایسے بیٹوں کو (حملہ کرتے دیکھا ہے) جو شیر بیشہ

شجاعت ہے۔

اتبئت ان ابني اصیب

براسے مقطوع یہ

(زرابتا تو سہی) مجھے یہ خردی گئی ہے کہ میری رگ بجان سے زیادہ عزیز تر فرزند
عباس کا سر دلوں ہاتھوں سمیت کاٹا گیا ہے (ہائے کیا یہ سچ ہے)۔

ویلی علی شبلی اما

ل براسے ضرب العمد

آہ! آہ! میرے شیر کا سر گرزا ہی کی ضرب سے جھک گیا تھا۔

لوكان سيفك فے ید

یک لمنادن منک آخہ

اے میرے بہادر بیٹے (خدا کی قسم) مجھے یقین ہے کہ اگر تیرے ہاتھ میں توار
ہوتی تو تیرے نزد یک کوئی پھٹک نہیں سکتا تھا۔

باب ۱۱

حضرت اُمّ الْبَنِينَ

چار شجاع بیٹوں کی ماں

حضرت اُمّ الْبَنِينَ فاطمہ کلابیہ کے چار بہادر اور شید صاحبزادے تھے الہزادہ اُمّ الْبَنِينَ کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔ عربی میں اُمّ الْبَنِينَ کے معنی ہیں بیٹوں کی ماں، اگر کسی خاتون کے تین بیٹے ہوتے تھے تو عرب میں اُسے اُمّ الْبَنِينَ کہتے تھے۔ فاطمہ کلابیہ کو اللہ نے چار بیٹے عنایت کئے تھے۔ پھر وہ اُمّ الْبَنِينَ کیوں نہ ہوتیں۔

برادران حضرت عباسؑ:

- (۱) حضرت عباسؑ جن کا اسن میرے خیال کے مطابق کربلا میں ۲۸ سال تھا۔
 - (۲) عبداللہ بن کاہن عاشورہ کو ۳۰ سال کا تھا اور ان کا قاتل ہابی بن شعیب حضرت تھا۔
 - (۳) عمران جن کا اسن وقت شہادت ۲۸ سال کا تھا اور ان کا قاتل بنی دارم کا ایک شخص تھا۔
- (۴) جعفر جن کا اسن واقعہ کربلا میں ۲۶ سال کا تھا اور ان کا قاتل خولی بن یزید تھا چاروں صاحبزادے تربیت علوی و تربیت حسني و حسینی سے آ راستہ تھے اور کربلا میں

بڑی بہادری سے جگ کر کے شہید ہوئے۔

حضرت عباسؓ حضرت ام البنینؓ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اور فضل و داش، تقویٰ و عبادت اور ادب میں بہت بلند مقام کے حاصل تھے۔ ان کو حضرت امام حسینؑ اور حضرت زینبؓ سے بہت محبت تھی اور بچپن سے ہی اپنے فرض کو پیچانتے تھے اور اپنے بھائی اور بہن کے حکم کی تعمیل فوراً فرماتے تھے، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور محمد بن حنفیہ کے بعد مردوں میں حضرت علیؑ کی اولاد میں اشرف و اعظم تھے۔ روز عاشورہ جب آپ نے اپنے بھائی حسینؑ ابن علیؑ کی صدائے "هل من ناصر" سنی تو اپنے چھوٹے بھائیوں سے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ تم مجھے پہلے اپنے سید و مولا کی مد کو نکلو۔ وہ ایک ایک کر کے میدان میں گئے اور خوب جگ کی اور اپنے پدر بزرگوار کی شجاعت جو انھیں میراث میں ملی تھی دھلا کر شہید ہو گئے۔

حضرت عباسؓ کے بھائیوں کی پیدائش:

حضرت عباسؓ کے حقیقی بھائی جناب عبد اللہ، جناب عمران اور جناب جعفر تھے۔ حضرت عباسؓ کے تقریباً نو دس برس بعد بطن جناب ام البنینؓ سے جناب عبد اللہ پیدا ہوئے۔ اور جناب عبد اللہ سے دو سال بعد جناب عمران بن علیؑ پیدا ہوئے۔ اور جناب عمران سے تقریباً دو سال بعد جناب جعفر بن علیؑ پیدا ہوئے جیسا کہ البصار انصین وغیرہ سے مستبط ہوتا ہے۔

عبد اللہ کی وجہ تسمیہ:

سرکار ختمی مرتبت علی اللہ وآلہ وسلم کے والدگرامی کا نام عبد اللہ تھا۔ جو حضرت علیؓ کے گے چھا تھے۔ لیکن پچھا کے نام پر اپنے اس بیٹے کا نام عبد اللہ رکھا تھا۔

عمران کی وجہ تسمیہ:

آپ کی پیدائش کے بعد حضرت علیؑ نے آپ کا نام عمران تجویز کر کے فرمایا: میں نے اس کا نام عمران اپنے پدر گرامی ابوطالبؐ کے نام پر اس لیے رکھا ہے تاکہ ان کی یاد تازہ رہے۔ حضرت ابوطالبؐ کا حقیقی نام عمران تھا۔ نجف اشرف کے ایک عالم نے حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا اور فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام عمران رکھا تھا، لوگوں نے اُس بیٹے کا نام ”عثمان“ مشہور کر دیا، میرے بیٹے کو عمران کہا کرو، تاکہ میرے پدر گرامی کی یاد تازہ رہے۔ (تکہ حسین جلد صفحہ ۲۳۳ و قتل علام صفحہ ۹۳)

ابن الی الحدید نے شرح فتح البلاغہ۔ ج ۹۔ ص ۲۲۲ پر عثمان کی جگہ عبدالرحمن لکھا ہے۔

عثمان نام معارف میں ابن قبیہ۔ مروج الذهب میں مسعودی اور اختصاص میں مفید نہ ذکر نہیں کیا۔ (ام المؤمنین علیہ السلام۔ محمد رضا عبد الامیر انصاری۔ ص ۲۲)

جعفر کی وجہ تسمیہ:

آپ کی پیدائش کے بعد حضرت علیؑ نے آپ کا نام جعفر رکھا تاکہ جعفر طیار کی یاد قائم رہے۔ روی ان امیر المؤمنین مسمماً اخیہ جعفر لجہ ایا۔ حضرت علیؑ نے ان کا نام جعفر اپنے بھائی جعفر ابن ابی طالب کے نام پر محض اس لیے رکھا تاکہ ان سے محبت کا ثبوت دیں۔ حضرت علیؑ جعفر طیار کو بے حد مانتے اور چاہتے تھے۔ (ابصار اصنیف صفحہ ۲۵۵ نجف اشرف)

کربلا میں حضرت امّ المؤمنینؑ کے بیٹوں کی قربانیاں:

دشتِ غما میں موت کا بازار گرم ہو گیا تھا، موت کے خریدار ایک اک پر گر رہے تھے، اصحاب و انصار قتل ہو گئے اب بنی هاشم اہو میں نبہا کر حسینؑ پر شار ہونے لگے۔

پایا جوازِ بُن جگ دلیروں نے ایک بار جانے لگا لڑائی کو ایک ایک نامدار
شہیر پر لہو میں نہا کر ہوئے شار لاشے اٹھا کے روئے بہت شاہ باوقار

دشتِ وغا میں گرم تھا بازار موت کا

گرتا تھا ایک اک پر خریدار موت کا

مارے گئے جدال میں جس دمودہ جاں ثار جانے لگے وتنا کو عزیزانِ ذی وقار
اللہ ری حرب و ضرب دلیران نامدار دشتِ نبرد ہلتا تھا ہنگام کارزار
کیا ذکرِ آن دلیروں کی تفہیق آزمائی کا

وکلا دیا تھا رنگِ علیٰ کی لڑائی کا (میر مولیٰ)

اب اُن میں سے ہر ایک سبقت کرتا ہوا وکھائی دے رہا ہے۔ اور جو موقع پا جاتا
ہے اور اجازتِ نبرد آزمائی حاصل کر لیتا ہے۔ میدان کی طرف ووڑتا ہے اور موت کی
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بانیِ اسلام کی نظر میں سرخوئی حاصل کرتا ہے۔ بہت سے
بنی ہاشم کے نوجوان اپنی قربانیاں پیش کرچکے ہیں۔ حضرت عباسؑ جن کے اوپر جگ
کر بلا کے سر کرنے کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ وہ ہر چند کوشش کر رہے ہیں کہ مجھے
میدانِ وغا کی اجازت ملے۔ تاکہ میں اپنے کو پیش کر کے بابا جان حضرت علیؑ کی بارگاہ
میں سرخو ہو جاؤں اور اُن پر یہ ثابت کر دوں کہ آپ نے جس غرض کے واسطے میری
ولادت کی تمنا کی تھی میں نے اُسے پورا کر دیا۔ لیکن علیبردار لٹکر ہونے نیز حسینؑ کے
ایسے قوت بیاہ وہونے کی صورت میں جن پر حسینؑ اپنے کوفدا کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔
اور اکثر فرمایا کرتے تھے ”اے بھائی عباسؑ تم پر میری جان قربان“ کیوں کر میدان
مقابل کی اجازت پا سکتے تھے۔ بنابریں حضرت عباسؑ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر
میں اپنی ذاتی قربانی اس وقت جبکہ سب بنی ہاشم کے نونہال جا رہے ہیں نہیں پیش کر

سکتا تو کم از کم یہ تو ضرور ہی کر سکتا ہوں کہ قاسم علی اکبر سے پہلے اپنے حقیقی بھائیوں کو
قربان گاؤ جیسی میں پیش کر دوں تا کہ بابا جان مجھ سے ناخوش نہ ہوں۔ اور ان کو گلہ و شکوہ
نہ رہے۔ اور وہ بانی اسلام کی بارگاہ میں اس بارے میں شرمندہ نہ ہوں۔ کہ ان کے وہ
بیٹے جو عبادت کے لئے بھائی تھے۔ انہوں نے سردینے میں تا خیر کی۔ حضرت عباسؓ نے
اپنے بھائیوں کو مناطب کر کے کہا یا بنتی اُمیٰ تقدِ مواحتی اراحتکم وقد
نصرتِ اللہ ولرسولہ اے میرے حقیقی بھائیوں! اب میدانِ قیام میں جا کر خدا
اور رسولؐ کے لیے اپنی جانیں دے دو۔ اور مجھ دکھادو کہ تم نے سرخوںی حاصل کر لی
اور ستونیہیں یاد ہو گا کہ جب جنگِ صفين ہو رہی تھی اور تیروں کا مینہ برس رہا تھا۔ اس
موقع پر پدر بزرگوار نے محمد حنفیہ سے فرمایا تھا کہ آگے بڑھو اور فوجِ مخالف کے میسند پر
حملہ کرو۔ اس وقت کسی نے حضرت علیؓ سے عرض کیا۔ یا علیؓ کیا حضور ملا حظیہ نہیں فرمایا
رہے ہیں کہ تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور محمد حنفیہ زخمیوں سے چور ہیں۔ حضور حسنؓ اور
حسینؓ بھی تو ہیں۔ یہ سننا تھا کہ بابا جان کے غیض و غضب کی انتہا رہی اور انہوں
نے فرمایا۔ وائے ہو تجھ پر۔ سن! محمد حنفیہ میرا بیٹا ہے اور حسنؓ اور حسینؓ رسول اللہ کے
فرزند ہیں۔ نیز یہ کہ محمد حنفیہ میرے ہاتھ کی مانند ہیں۔ اور حسنؓ اور حسینؓ میری آنکھوں کی
کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہاتھ کافر یہضہ ہے کہ جب آنکھ پر کوئی آفت آئے تو وہ آنکھوں کی
حافظت کرے۔ غرض کسی کے لئے پر بابا جان کو غصہ آگیا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ
میرے فرزندوں میں وہ زیادہ خوش نصیب ہو گا جو دشست کر بالا میں فرزندِ رسول حسینؓ کی
مد کرے گا۔ میرے بھائیو ہماری مادر گرامی اُمِ الہمینؓ بہادر خاندان کی خاتون ہیں۔
اور ہمارے کارنامے کر بلکہ نویدِ حمایت سننے کے لیے مدینہ میں موجود ہیں۔ آج جنگ
کرو قربانیاں پیش کرو اور ماں اُمِ الہمینؓ اور باپ حیدر کر بار کا کام روشن کر دو۔

یہ سن کر حضرت عباسؓ کے بھائیوں نے کمال دلیری سے جواب دیا کہ ہم اسی لیے آئے ہیں۔ اور انشاء اللہ اپنی قربانیوں سے جس قدر جلدی ممکن ہو سکے گا۔ اپنے پدر بزرگوار اور مادر گرامی نیز آپؐ کو خوش کر دیں گے۔ (تحفہ حسینہ جلد اصنف ۱۶۲۔ جلس انتخاب صفحہ ۲۷۔ روشنیہ الحسینیہ طبع ایران۔ معنی النورین صفحہ ۲۵۴ طبع ایران)

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت عباسؓ چار حقیقی بھائی تھے۔ (۱) خود حضرت (عباسؓ) (۲) جناب عبد اللہ (۳) جناب عمران (۴) جناب جعفر۔ ان کی والدہ جناب اُم الحنینؓ اور والد ماجد حضرت علی علیہ السلام تھے۔ اور انہیں سے حضرت عباسؓ نے یوم عاشورہ خصوصی طور پر خاطبہ فرمایا تھا۔ اور انہی کو شرماں نامہ کے حوالہ سے اپنی طرف بلارہا تھا۔ جس کا انہیوں نے کمال دلیری سے یہ جواب دیا تھا کہ تیرے ہاتھ ٹوٹیں۔ تیری امان پر لخت ہے۔

غرضیکہ حضرت عباسؓ نے اپنے بھائیوں کی حوصلہ افزائی کی اور وہ سب مرنے کے لیے جلد سے جلد نکلنے پر خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ ناموس اسلام صفحہ ۱۶۳ میں ہے۔ باغ مرتضوی کے پھول اُم الحنینؓ کی آنکھ کے تارے دریائے فنا میں ڈوبنا شروع ہوئے، حسینؓ کے بازو توٹنے لگے۔ باپ کی نشانیاں، علیؓ کی یادگاریں خاک میں ملنے لگیں۔ حضرت عباسؓ نے بھائیوں کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ پیارو۔ تم مجھے جان سے زیادہ عزیز اور پیارے ہو، مگر آن جیری خواہش بھی ہے کہ تم سب مجھ سے پہلے بابا علیؓ مرتضیؓ کی خدمت میں دربار رسولؐ میں سرخ روکوڑ کے کنارے پہنچ جاؤ۔ تمہارے داغ ہم سینے پر آٹھائیں اور تمہارے غم میں صبر و رضاۓ الہی کے درجات بھی حاصل کریں۔ یہ بہادر بھائی کے ندائی، حسینؓ کے عاشق پہلے سے ہی شوق شہادت میں بے چیں تھے۔ خوش ہو کر عرض کرتے ہیں، ہماری بھی تمنا اور بھی آرزو ہے کہ آپ سے پہلے خون میں

ڈوہیں، اور اپنے بیارے بزرگ بھائی آقا حسین پر شمار و قربان ہو جائیں، ہتھیار سمجھتے ہیں، تواریخ اٹھاتے ہیں، سلام وداع عرض کر کے رخصت ہوتے ہیں، حسین ایک ایک کو حضرت بھری لگاہ سے دیکھتے ہیں اور رخصت فرماتے ہیں، بیشہ حیدری کے شیر میدان میں جاتے ہیں، شجاعت علوی کے جو ہر دکھاتے ہیں، شیر ان حملے فرماتے ہیں، تیر لگتے ہیں، برچھیاں پڑتی ہیں، زخمی ہو کر گرتے ہیں، اور بھائی پر قربان ہو جاتے ہیں، حسین لاشوں کو اٹھاتے ہیں اشکبار ہوتے ہیں اور خون بھری لاشوں کو خیس میں لے آتے ہیں۔

اب حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے چار بہادر فرزندوں کے مختصر الفاظ میں تفصیلی واقعات تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے دوسرا فرزند عبد اللہ بن علی:

عبد اللہ بن علی حضرت عباس کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ حضرت عباس سے تقریباً آٹھ سال چھوٹے تھے۔ آپ کی کنیت نائخ التواریخ کے مطابق ابو محمد تھی۔ آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ آپ کو جو ہر شجاعت و روش میں ملا تھا۔ بڑے بہادر۔ نہایت جری تھے یہی وجہ ہے کہ جب آپ حضرت عباس کے ارشاد کے مطابق میدان میں تشریف لے گئے تھے تو جو ہر شجاعت دکھا کر لوگوں کو حیران کر دیا تھا۔ آپ کے سن کے متعلق مورخین لکھتے ہیں۔

آپ اپنے بھائی حضرت عباس کے تقریباً آٹھ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی ما در گرامی بھی اُمّ الْبَنِينَ فاطمہ کتابی تھیں۔ آپ نے پدر بزرگوار کے ساتھ ۲۰ سال اور امام حسن کے ساتھ تین سال زندگی برکی اور بیہی ۳۰ سال) آپ کی مدت عمر ہے۔ معتبر ساکبہ صفحہ ۲۳۶۔ انوار الحدیثہ صفحہ ۶۸ میخ

الاحزان صفحہ ۱۶۲ اور ترجمہ حسینیہ جلد اصفہان ۱۶۳ میں ہے کہ جناب عبداللہ ابن علیؑ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت عباسؓ کے تینوں بھائیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں، چھوٹے چھوٹے پچھے ساتھ تھے۔ جانتے تھیوں اور دوڑتے گھوڑوں میں یہ کس نے پچھے شہید ہو گئے، بیان اسیر ہو گئیں۔

میدان جنگ کی طرف رہروی اور جانبازی:

آپ چونکہ فطرتاً شجاع تھے اور بڑے بھائی حضرت عباسؓ نے بھی حوصلہ افزائی کر دی تھی۔ لہذا جب آپ میدان میں تشریف لے گئے تو آپ نے کمال بے جگدی سے جنگ فرمائی۔ آپ کی شجاعت کے متعلق صاحب نامخ اتوارخ لکھتے ہیں کہ عبداللہ مثل شیریز داں و آرزو مند ببردا زماں کے لیے بے چین تھے۔ تواریخ میں ہے کہ جب آپ میدان میں تشریف لے گئے تو وہاں پہنچتے ہی ایک زبردست حملہ کیا۔ اور ان لفظوں میں رجز پڑھا:-

انا ابن ذالنجدة والافضال ذاك على الخير في الفعال
سيف رسول الله ذوالنکال

فی کل قوم ظاهر الافعال

ترجمہ: میں ایک عظیم الشان بہادر اور صاحب جود و کرم کا فرزند ہوں اور مبہی وجہ ہے کہ میرے افعال و اعمال میں اچھائی نظر آتی ہے۔ اور تم سمجھو وہ کون ہے۔ وہ رسول اللہؐ کی شمشیر بہمنہ ہیں ان کے افعال و اعمال روز روشن کی طرح ساری دنیا پر روشن اور جلی ہیں، وہ علیؑ ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن علیؑ کی شہادت:

رجز پڑھنے کے بعد آپ نے اس طرح حملہ کیا کہ سارا میدان کا پاٹ اٹھا، مورخین

لکھتے ہیں:- وَجْهُنِ يَضْرِبُ بِسِيقَهٖ قَدْ مَا وَيَجُولُ فِيهِمْ جَوَانِ الرَّحْمَى۔ آپ نے چکنی کی طرح میدان میں چکر لگا کر تلوار سے کاشش روئے کیا اور مجھ میں چین و پکار کی آواز بلند ہو گئی۔ (تختہ حسینیہ جلد اصغیر ۱۲۳ و انوار الحسینیہ صفحہ ۲۸) دشمنوں نے جب دیکھا کہ اس بہادر پر قابو نہیں پایا جا رہا تو پائی ہزار کی جمعیت سے حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ نے جب ملاحظہ کیا کہ اب دشمن اپنی پوری طاقت سے حملہ کر رہے ہیں۔ تو بقولے صاحب حقائق المصیبۃ حضرت عباس علیہ السلام کو آواز دی۔ آپ عون بن علیؑ کو ہمراہ لیے ہوئے میدان میں پہنچے اور دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ جناب عبداللہ جن کے مقابلہ میں ہانی ابن ثبیت حضری تھا۔ چونکہ کافی رُخی ہو چکے تھے۔ لہذا دشمن آپ پر غائب آگیا۔ فشد علیہ ہانی ابن ثبیت الحضری نضر بہ علی راسہ فقتله اور آپ کے سر مبارک پر اس نے تکوڑا کی۔ جس سے آپ شہید ہو گئے۔

(ابصار اعن، صفحہ ۳۲۳۔ سیحہ الانوار جلد اصغیر ۲۲۳۔ ناخ انوار جلد اصغیر ۲۲۸۔ تختہ حسینیہ جلد اصغیر ۱۲۳۔ عباس امتنین صفحہ ۲۴۷۔ تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۷۔ دعہ ساکہ صفحہ ۲۳۷۔ حقائق المصیبۃ صفحہ ۲۲۸۔ طبع بسمی ۱۴۹۲ھ)

حضرت عبداللہ پر امام معصوم حضرت جنت کا سلام:

السلام علی عبد اللہ بن امیر المؤمنین سبلی البلا و المناجی
بالولا عرصۃ کربلا المضروب مقبلًا و مدبراً لعن الله قاتلة هانی

ابن ثبیت الحضری

عبداللہ ابن علی علیہ السلام پر سلام ہو۔ جنہوں نے بلا پر بلا جھیل کر موقعہ امتحان میں کامیابی حاصل کی اور جو میدان کربلا میں اپنی محبت کا علی الاعلان ثبوت دے گئے۔ جنہیں دشمنوں نے ہر جانب سے رُخی کیا۔ خدا ان کے قاتل ہانی بن ثبیت حضری پر

لغت کرے۔ (شفاء الصدور صفحہ ۱۸۷، بیبی)

حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے تیرے فرزند عمران ابن علیؑ:

حضرت عمران بن علیؑ حضرت عباسؓ علدار کے دوسرے بھائی تھے۔ آپ جناب عبداللہ سے دو سال چھوٹے تھے۔ آپ کی عمر ۲۸ سال اور کنیت ابو الحسن تھی۔ آپ کا اسم گرامی ”عمران“ اس لیے رکھا گیا تھا کہ حضرت علیؑ کے والدِ گرامی ابوطالب کا نام عمران تھا۔ جب اس فرزند کی ولادت ہوئی تو حضرت علیؑ نے ان کا نام ابوطالبؓ کے نام پر رکھا۔

إِنَّ اللَّهَ أَصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عُمَرَانَ عَلَى
الْعَالَمِينَ (سورہ آل عمران آیت ۳۳)

”اللہ نے مصطفیٰ بنی آدم و نوح و آل ابراہیم و آل عمران کو عالمین میں“

آپ کا نام ناصیبوں نے ”عثمان“ مشہور کر دیا ہے۔ جبکہ نام عمران ہے۔ آپ کی عمر کے متعلق مورخین لکھتے ہیں۔ آپ اپنے بھائی عبداللہ سے دو برس بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی ما در گرامی بھی جناب اُمّ الْبَنِينَ تھیں آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ آٹھ برس اور اپنے بھائی امام حسنؑ کے ساتھ اخخارہ برس اور امام حسینؑ کے ساتھ آٹھ برس اور سیکھی آپ کی مدینت عمر ہے۔ (الہصار الحین صفحہ ۳۲۷۔ انوار الحسینیہ صفحہ ۶۸ طبع نجف اشرف)

میدان جنگ کی طرف رخصت اور جانا بازی:

میدان جنگ میں جانے کے لیے حضرت عباس علیہ السلام ہمت افزائی فرمائی چکے تھے۔ اب عبداللہ کی شہادت نے جناب عمران کے دل میں نہر آزمائی کا زور پیدا کر دیا تھا۔ آپ میدان کی طرف کمال شجاعت اور جوش میں تشریف لے گئے۔ اور

آپ نے یہ جز پڑھا:-

انى انالعمران ذوالمفاحر
شيخى على "ذوالفعال الظاهر
وابن عم الرسول الطاهر
اخى حسين خيرة الاخائر

ترجمہ:- اے دشمنانِ اسلام! میں تمہیں بتادینا چاہتا ہوں کہ میں صاحبِ مفاحر
عمران بن علیٰ ہوں میرے بزرگ اور آقا میرے پدر نامدار حضرت علیٰ ہیں۔ جن کے
کارنا سے ناصيہ روزگار پر روشن ہیں۔ وہ رسول مقبول علیہ السلام کے ابنِ عم تینی چچا زاد
بھائی ہیں۔ اور میرا بھائی حسین ہے جو تمام منتخب لوگوں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

وسید الکیارو الاصاغر
بعد الرسول والولی الناصر

وَهُسَيْنُ جُو رَسُولُ اللَّهِ وَالْوَلِيُّ اللَّهِ كَبَّ كَنَاتَاتَ كَتَمَ جَحْوَلَةً اُورَبَّرَ سَبَ
كَسَرَدَارَ ہیں۔ (باقِ التواریخ جلد صفحہ ۲۸۔ تحریک حسینیہ ۱۲۳۔ بخارا تو اور جلد صفحہ ۲۲۳۔ و معہ
ساکب صفحہ ۳۳۶)

حضرت عمران بن علیٰ کی شہادت:

آپ کمالِ دلیری کے ساتھ مشغول جنگ تھے۔ فرمادہ خولی ابن یزید
الاصبحی بسهم فاوہطہ حتی سقط لجنبہ فجائہ رجل من بنی
ابیان بن دارم فقتلة واجتزراسة کہ ناگاہ خولی ابن یزید اصبحی نے ایک
ایسا تیر مارا جس نے انہیں بالکل کمزور کر دیا۔ اور آپ پہلو کے بل زمین پر گر گئے۔
انتہے میں ایک شخص۔ بنی ایمان ابن دارم کا آیا اور اس نے آپ کا سرکاث لیا۔ (ابصار

اعین صفحہ ۳۲۷۔ جیس امتنین صفحہ ۲۷۔ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۷۔ بخار الانوار جلد۔ صفحہ ۲۲۲، ناخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۲۸۔) صاحب صحیح البزار صفحہ ۱۶۰ میں لکھتے ہیں کہ چلة کمان سے چھوٹا ہوا تیر جنین مبارک پر گاؤ اور آپ زین پر تشریف لائے۔

جناب عمران پر امام معصوم کا سلام:

السلام على عمران ابن امير المؤمنين مسمى عمران ابن عبد المطلب، لعن الله راميه بالسهم خولي ابن اليزيد الاصبهي الا يادى الدارعى

ترجمہ: جناب عمران ابن عبدالمطلب کے ہنام عمران بن امیرالمؤمنین پر سلام ہو اور خدا تیرے شہید کرنے والے خولی ابن یزید اسکی ایادی داری پر لعنت کرے۔
(شفاء الصدور شرح زیارت عاشور صفحہ ۱۴۷، میمی)

حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے چوتھے فرزند جعفر بن علی علیہ السلام:

جناب جعفر بن علی حضرت عباس علمدار کے تیرے بھائی تھے۔ آپ جناب عمران سے تقریباً دو سال چھوٹے تھے۔ آپ کی عمر ۲۶ سال تھی۔ آپ کی کنیت بقول صاحب ناخ التواریخ ابو عبد اللہ التحبی۔ آپ کی حیات کے متعلق مورخین لکھتے ہیں:-

آپ اپنے بھائی عمران کے دو سال بعد پیدا ہوئے آپ کی مادر گرامی جناب اُمّ الْبَنِينَ تھیں۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ۲۶ سال اور بھائی حسن کے ساتھ ۱۶ سال اور امام حسین کے ساتھ ۲۶ سال زندگی بسر کی اور یہی آپ کی مدت حیات ہے۔

علام شیخ محمد بن کمال الدین شافعی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ کے بھائی، جناب جعفر طیار تھے۔ جنین حضرت علیؑ علیہ السلام بے حد چاہیے تھے۔ آپ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص جناب جعفر طیار کے نام سے آپ کو واسطہ دیتا تھا تو آپ کا غصہ فروہ ہو جاتا تھا۔

”اذا سلِ بحق جعفر سکن“ (مالاحظہ و مطالب السول صفحہ ۱۱) علامہ یزدی لکھتے ہیں کہ جب جنگ موت میں جعفر طیار شہید ہوئے تھے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ الان الكسر ظہری بھی! اب میری کمرٹ گئی ہے۔ (انوار الشہادت صفحہ ۲۹) صاحب البصار اعین علامہ سماوی لکھتے ہیں۔ روی ان امیر المؤمنین سماءہ اخیہ جعفر لحبہ ایاہ صفحہ ۳ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند جعفر کا نام اس لیے جعفر کھاتھا تاکہ جعفر طیار کی یاد تازہ رہے۔

آپ کی میدان کی طرف رخصت اور جانبازی:

آپ اپنے دیگر بھائیوں کی طرح نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ آپ کو یونی حوصلہ جنگ تھا۔ پھر حضرت عباس نے باپ کی وصیت یاد لانا کر رہت افزائی کر کے سونے پر سہاگ کا کام کیا تھا۔ مورخین کا بیان ہے۔ ”فقد مروشد مَا عَلَى الْأَعْدَاءِ يُضْرِبُ فِيهِمْ بِسَيِّفِهِ“ کہ آپ نے میدان جنگ میں جا کر دشمن پر حملہ آوری کی اور تلوار سے انہیں فنا کے گھاث اتنا رنگ لگے۔ اور یہ جز پڑھا:-

انی انا الجعفر ذو المعالیٰ ابْنُ عَلَیٰ خِيرَة النَّوَالِيٍّ

حسبی بعمری شرفاً و خالی

احمی حسیناً ذی اللذ المفضل

ترجمہ:- میں بلندی کا باڈشاہ جعفر ہوں اور حضرت علی علیہ السلام کا فرزند ہوں۔ جو بڑے جود و کرم والے تھے۔ میرے بچا اور مامول کی شرافت حسب و نسب میری شرافت کی شاہد اعظم ہیں۔ میں ایسے حسین کی مدد کر رہا ہوں۔ جو بڑے بخشش کرنے والے ہیں۔ (تکہ حسینیہ جلد اصفیہ ۱۶۳۔ البصار اعین صفحہ ۳۵۔ بخار الانوار جلد اصفیہ ۲۲۳۔ ناخ

التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۸۔ جواہر الایقان صفحہ ۲۰۲۔ و معہ ساکبہ صفحہ ۳۳۶)

جناب جعفر بن علیؑ کی شہادت:

آپ کمال دلیری اور بہادری کے ساتھ جگ آزماتھے۔ کرناگاہ "شد علیه" ہانی ابن ثبیت الحضرمی الذی قتل اخاہ فقتله" آپ پر ہانی ابن ثبیت الحضرمی نے وار کیا۔ اور آپ کو شہید کر دیا۔ (ابصار العلیین صفحہ ۳۷ مقتل ابن مخفی طبع ایران)

جناب جعفر پر امام معصوم حضرت جنتؓ کا سلام:

السلام علی جعفر بن امیر المؤمنین الصابر بنفسه محتسباً
والناتی عن الاوطان مفترباً المستقدم للنزال المکثور
بالرجال لعن اللہ قاتله هانی بن ثبیت الحضرمی۔ - جعفر بن امیر المؤمنین علیہ السلام پر سلام ہو۔ جو اپنی جان کی قربانی پیش کرنے میں بڑے صابر تھے۔ اور غربت کی حالت میں دن سے نکالے ہوئے تھے جو جگ آزمائی کے لیے دل و جان سے تیار تھے۔ جو میدان کا رزار میں بڑھ بڑھ کر جملے کرنے والے تھے جنہیں لوگوں نے اپنی کثرت سے مغلوب کر دیا تھا خدا ان کے قاتل ہانی بن ثبیت الحضرمی پر لعنت کرے۔ (اشناقاً الصدور شرح زیارت عاشور طبع بیجنگ)

مورخ طبری کی تنگ نظری:

حضرت عیاس علیہ السلام کی وفاداری کے کارناموں میں سے ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اسلام کی حمایت کے سلسلہ میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ نہ میں خود باتی رہوں گا اور نہ اپنے کسی بھائی اور بیٹے کو زندہ رہنے دوں گا۔ یہ انہوں نے کیوں کیا صرف اس لیے کہ وہ موقع آشنا تھے اور جانتے تھے۔ کہ آج اسی کا محل ہے۔ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ نے اپنے حقیقی بھائیوں کو جن کے نام عبد اللہ، عمران، جعفر ہیں مخاطب کر

کے اس وقت کہا جبکہ امام حسین پر نام اصحاب اپنی جان قربان کر چکے تھے اور اعلیٰ بیت میں سے بھی اکثر ہستیاں قربان گاہ اسلام پر صحیث چڑھ چکی تھیں۔

اسے میرے حقیقی بھائیو۔ میرے قریب آؤ۔ اور میری بات سنو۔ وہ نیہے کہ اب وہ وقت ہے کہ تم بھی اب میدان قتال میں قدم جدال رکھ دو اور اس طرح جنگ کرو کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ تم نے خدا اور رسول کی راہ میں اپنی جان عزیز قربان کر دی ہے، دیکھو آج کے دن جان دینے سے دربغ کرنے کا محل نہیں ہے، دلیری سے جان دن دے دو، ارے میرے بھائیو! میں تو اپنی اولاد بھی آج قربان کر دینا چاہتا ہوں، میں اپنی اولاد بھی عزیز نہیں رکھنا چاہتا، تم بھی ایسا ہی کرو، عجلت کرو اور شرف شہادت حاصل کر کے بارگاہ رسول میں سرخو ہو جاؤ۔

(جوہر الایقان در بندر صفحہ ۲۰۲، بخار الانوار جلد اصفہان ۲۲ وغیرہ)

آپ کے بہادر بھائی جو پہلے ہی سے جنگ کے لیے تیار تھے۔ میدان قتال کی طرف چل پڑے اور سب سے پہلے جس نے قدم اٹھایا وہ آپ کے بھائی عبد اللہ تھے۔ آپ نے اپنے ہر بھائی کو میدان قتال میں بھیجتے وقت فرد افراد ایکی فرمایا تھا کہ تقدم یا اخی حتی ارالک قتیلا و احتسبد فانه لا ولد لک۔ میرے عزیز بھائی! میدان میں جا کر اس طرح لڑو۔ کہ میں تمہیں خاک و خون میں ترپتا ہو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ (انوار الحکیم صفحہ ۷۸) چنانچہ آپ کے برادر ان خوش اعتقاد میدان میں جا کر اسلام پر قربان ہو گئے۔ (ابصار عین صفحہ ۳۹)

علماء اور مورخین نے اس امر کی وضاحت میں کہ حضرت عباس نے اپنے سے پہلے اپنے بھائیوں کو جنگ گاہ میں بھیجنے پر مقدم کیوں کیا۔ ایسی چیزیں پیش فرمائی ہیں جن سے حضرت عباس کے کمال تدرکا پتہ چلتا ہے۔ صاحب منافع الابرار صفحہ ۳۳ میں لکھتے

ہیں کہ کار خیر میں عجلت کرنی چاہیئے۔ علامہ برگانی مجلس امتحان کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں۔

حضرت عباس نے بتا کید تمام اس بات کی کوشش کی کہ ان کے بھائی ان سے پہلے حسین پر قربان ہو جائیں۔

حضرت عباس نے اپنے سے اس لیے مقدم رکھتا کہ میری شہادت ان کی نظر دوں کے سامنے نہ واقع ہو۔ کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے مرنے سے ان کی ہمت ٹوٹ جائے اور وہ شرف شہادت سے محروم رہ جائیں۔ اور امام حسین علیہ السلام کی بدنامی ہو کر ان کے لشکر میں ایسے لوگ بھی تھے جو میدان کا رزار میں نہ آئے۔ اور اپنی جان بچا لی۔

راجہ سرکشن پر شاد وزیر اعظم حکومت حیدر آباد اپنے رسالہ شہید کر بلا طبع لکھنؤ ۱۳۵۸ھ کے صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں۔ حضرت عباس اپنی شہادت کے لیے راستہ بنا رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ علمداری کا عہدہ چہارڈیکی اس وقت تک اجازت دینے پر مجبور رہ کرے گا جب تک کوئی تلوار اٹھانے والا باقی رہے گا۔ یعنی حضرت عباس نے اپنے بھائیوں کو جنگ کے لیے انجام کر اس لیے جلد سے جلد شہید کرایا تاکہ انہیں حوصلہ شہادت پورا کرنے کا موقع مل جائے، کیونکہ جب تک کوئی بھی باقی رہے گا، علمدار لشکر کو درج شہادت پر فائز ہونے کا موقع نہ ملے گا۔

بہر حال حضرت عباس نے کمال و فادراری کے جذبے سے مجبور ہو کر اس امر کی کوشش فرمائی کہ تمام بھائی جلد سے جلد شہید ہو کر میرے لیے راست صاف کرو دیں تاکہ میں امام حسین پر قربان ہو کر اپنے والد بزرگوار حضرت علیؑ کی تمنا پوری کروں۔ دنیا کا کون انسان ایسا ہو گا جو حضرت عباس کے اس جذبے و فادراری کی قدر نہ کرے گا۔ لیکن

نہایت افسوس ہے کہ دنیا نے اسلام کا ایک مورخ علامہ ابو جعفر محمد ابن جریر طبری اپنی کتب فہمی اور تعصّب کی وجہ سے لکھتا ہے کہ حضرت عباسؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا۔

تقدموا حتی ارثکم فانه لا ولد لكم اخ - اے میرے بھائیو!

عبداللہ، عمران - جعفر تم جلد سے جلد میدان جنگ میں جا کر شہید ہو جاؤ۔ تاکہ میں تمہاری میراث کا مالک بن جاؤں کیونکہ تمہارے کوئی اولاد نہیں ہے۔ (تاریخ طبری جلد

۶ صفحہ ۲۵ طبع مصر)

اسی کی پیروی ابو الفرج نے مقاتل الطالبین میں کی ہے۔ وہ لکھتا ہے: قدم اخاہ
جعفر بین یدیہ لانہ لم یکن له ولد لیجوز میراثه العباس۔ جعفر کو
شہادت کے لیے حضرت عباسؑ نے بھیج دیا تاکہ ان کی میراث کے مالک بن جائیں۔
علامہ عبدالرزاق موسوی کتاب ”قمرینی ہاشم“ طبع نجف اشرف کے صفحہ ۵۰ پر لکھتے
ہیں۔ کہ ان دونوں مورخین نے عجیب و غریب بات کہی ہے۔ کجا حضرت عباسؑ کی
شخصیت اور کجا بھائیوں کی میراث میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان دونوں مورخوں نے یہ کیوں کہہ
دیا کہ حضرت عباسؑ اپنے بھائیوں کی میراث لینے کا خیال رکھتے تھے۔ کیوں کہ یہ تو
معمولی آدمی بھی جانتا ہے کہ ماں کی موجودگی میں بھائی کو بھائی کی میراث میں سے کچھ
نہیں ملا کرتا کیا وہ حضرت عباسؑ جو آن غوش امامت میں پروردش پاچکے تھے اور جن کا علمی
پایہ بے انتہا بلند ہے انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ شرعاً مجھے ان کی میراث کا کوئی حق نہیں پہنچتا
اور پھر ایسے موقع پر جب کروہ جانتے تھے کہ اب چند منٹوں میں بھی درجہ شہادت پر
فائز ہو جاؤں گا، اور یہ سوچنے کی بات ہے کہ بازاری شخص بھی کسی کو اس طرح مرنے
کے لیے نہیں ابھارا کرتا کہ تم جاؤ قتل ہو جاؤ تاکہ میں تمہاری میراث کا وارث بن
جاوں، چہ جائیکہ حضرت عباسؑ جو جامعہ نبوت کے تعالیم یافتہ اور مدرسہ امامت میں

پڑھے ہوئے تھے اور جنہوں نے باپ اور بھائی کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔ اور ان سے معارف سکھے تھے۔ یہ باور کرنا چاہیے کہ حضرت عباسؑ نے اپنے بھائیوں کو میدان میں بھیجنے میں اس لیے جلدی کی تھی۔ تاکہ امام حسینؑ پر یہ ثابت کر دیں۔ کہ میرے بھائی آپ سے کس درجہ اُنس رکھتے ہیں اور کس طرح آپ پر قربان ہونے کو بے چیز ہیں۔ اسی لیے آپ نے فرمایا تھا:

تقدموا حتى ارالكم قد نصحتم الله ورسوله

میدان میں میرے سامنے جاؤ۔ تاکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ تم لوگ خدا اور رسولؐ کی راہ میں قربان ہو گے۔ یعنی آپ کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جلد سے جلد اجر شہادت حاصل کر لیں۔ ابوحنیفہ دینوری لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا۔ تقدموا بنفسی انتم و حاموا عن سید کم حتی تم تووا دونہ، فتقدموا جمیعاً فقتلوا۔ میرے بھائیوں میں تم پرفدا ہوں۔ اپنے سردار امام حسینؑ کی حمایت کے لیے نکل پڑو۔ اور ان کے سامنے جان دے دو یہ سن کر سب کے سب میدان میں گئے۔ اور اپنے کو قربان کر دیا۔

میرا خیال ہے کہ جن لوگوں نے میراث کا حوالہ دیا ہے انہیں لفظ (لا ولد لكم) سے دھوکا ہوا ہے۔ حالانکہ موقع گنگتو پر نظر کرنے کے بعد یہ دھوکا نہیں ہوتا چاہیے تھا۔ اور اس سے سمجھنا چاہیے تھا کہ تمام مورخین نے جو یہ سمجھا ہے کہ ”برائے ثما عقب و اولاد نیست تا غم آنہارا بخورید“۔ یہ درست ہے اس کے علاوہ علامہ عبدالحسین علی نے یہ اختال کیا ہے۔ کہ شاید ارز لکم کے بجائے ارشکم غلطی سے لکھا گیا ہو اور علامہ شیخ آغا بزرگ نے یہ اختال ظاہر فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تاریخ میں ارشیکم کے بجائے ارشکم غلطی سے آگیا ہو یعنی اختال اول کی بنابر پر مقصد یہ ہے کہ حضرت عباسؑ نے فرمایا

کہ تم مرنے کے لیے جاؤ تاکہ میں تمہارا غم برداشت کر کے ثواب کا مستحق ہوں اور احتمال ثانی کی بنا پر مقصد یہ ہے کہ حضرت عباس نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تم مرنے کے لیے جاؤ تاکہ میں تم پر نوحہ ماتم کروں اور تمہارا مرشیہ کہوں۔ یعنی تم پر رونے کا حق ادا کروں۔ کیونکہ تمہارے کوئی اولاد تو ہے نہیں جو تمہارا غم منائے گی۔ (القدۃ التزیریہ جلد ای)

صفحہ ۹۹۔ الدرر الیٰ تصانیف الشیعہ

چھوٹے چھوٹے پیچے بھی شہید ہو گئے، ماتم کرنے والا کوئی نہ رہا، المحرم قیدی بن ۰ کرد دیار بدیار پھرائے گئے صرف ماتم کون بچھاتا۔ حضرت زینبؓ مدینے واپس آئیں تو جب تک زندہ رہیں ان جوان بھائیوں کی یاد میں مجلس منعقد کرتی رہیں۔ یا پھر ذکھیاری ماس اُمّ الہبینؓ تا حیات جوان بیٹوں کا مرشیہ پڑھ کر جنتِ لقیع میں ماتم کرتی رہیں۔

۱۲۔۔۔۔۔ باب

حضرت اُمّ الْبَنِينَ

اور میرانس کے مرثیے

دنیا میں سوتیلے رشتے بہت بدمام ہیں۔ اور ہندوستان تو اس معاملے میں سب سے آگے ہے۔ یہاں تک کہ سوت اور سوتیلے کا نام آ جانا ہی دشمنی کا ضامن ہو جاتا ہے۔ اس معاملے میں غلو اور تعصب اتنا بڑھا ہوا ہے کہ سوتیلی ماں بچوں کے لیے جان بھی دے دے تو دنیا سے مکر و فریب ہی سمجھتی ہے۔ اور سوتیلے بچے کتنی ہی محبت کریں ماں اور اس کے رشتے دار ان کے خلوص پر یقین نہیں کرتے۔ ادب اور شاعری میں بھی (مستثنیات کو چھوڑ کر) یہی صورت کا فرمان نظر آتی ہے۔ اس قسم کی باتوں کا جواہر اور رِدِ عل انسانی فطرت پر پڑتا یا پڑ سکتا ہے۔ اس کی طرف شاید ہی کسی کا دھیان جاتا ہو۔ لیکن واقع کر بلکہ تاریخ شاید ہے کہ یہاں حسینؑ کے اور سوتیلے بھی رشتہ داروں نے یہاں محبت و خلوص اور جاں ثاری و کھانی۔ سگی بہن زینبؓ اور سوتیلے بھائی عباسؓ کے کروار میں ذرا بھی فرق نظر نہیں آتا بلکہ کہیں تو عباسؓ کی جاں ثاری اور جاں فروذی زینبؓ سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

میر انیس حضرت عباسؓ، ان کی والدہ اور بیوی کے کردار سے بہت متاثر ہیں۔ انھوں نے ان سوتیلے رشتہ داروں کی محبت، جان شاری، خلوص اور وفا کو بڑی خوبی اور کمال کے ساتھ کھایا ہے۔ امام حسینؑ کی سوتیلی ماں اُم الحنینؑ کا کردار جہاں بھی سامنے آتا ہے دل کو متاثر کرتا ہے وہ عالی ہمت خاتون ہیں۔ خاندان رسولؐ سے گھری محبت اور عقیدت رکھتی ہیں جس کا اثر قدرتی طور پر ان کے بیٹوں پر پڑا ہے۔ اس باب میں ہم عباسؓ کی والدہ اُم الحنینؑ کا کردار انیسؑ کے کلام کی روشنی میں دکھائیں گے۔

واقعہ کربلا میں اُم الحنینؑ کے چار بیٹوں نے شہادت پائی۔ جن میں سب سے بڑے حضرت عباسؓ تھے جن کی بیوی پچھے بھی ساتھ آئے تھے۔ حسینؑ کے ان جانباز بھائیوں کی سیرت میں شاعر ان کی ماں کی سیرت اور کردار کا جلوہ دیکھتا ہے۔ وہ یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ بخت پیغمبر سیدۃ النساء کے بعد جس عورت سے علی مرتفعی نے شادی کی اس کے لیے خاندان میں اپنی جگہ بنانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ تاریخی روایات میں جو ذرا سی جھلک ان کی نظر آتی ہے اس سے شاعر ان کی پوری شخصیت اور کردار کا اندازہ لگاتا اور اس سادہ سے خاکے میں بڑے دلکش اور شوخ رنگ بھرتا ہے۔

میر انیسؑ کا ایک مشہور مرثیہ ہے:-

عباسؓ علی شیر نیستانِ نجف ہے تابندہ ذری تاج سلیمانِ نجف ہے
سر و چن و خضر بیانِ نجف ہے آئینہ روزے مد کنعانِ نجف ہے
ظحلی سے اسے عشق امام دوسرا تھا

شہ اس پر قدا تھے، وہ شہر دیں پر فدا تھا
مرثیے کو میر انیسؑ نے عباسؓ ابن علیؓ کی پیدائش کے ذکر سے شروع کیا ہے اور ابتدا

ہی میں والدہ عباس حضرت ام البنین کا ذکر یوں ہوتا ہے:-
 جب خلد کو دنیا سے ہوئیں فاطمہ رُگیر یاور تھی زبس مادر عباس کی تقدیر
 جس روز سے آئی تھی یاد اللہ کے گھر میں
 رہتی تھی شب و روز تمنائے پسر میں

اگلے ہی بند میں جب وہ حضرت ام البنین کا تعارف کرتے ہیں تو صاف پتہ چل
 جاتا ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی صفات کی بی بی ہیں۔ جنہیں فاطمہ زہرا سے عقیدت اور
 حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین سے گھری محبت ہے۔ اور علی مرتضی سے شادی
 کے بعد جواہم ذمہ داری اُن پر عائد ہوتی ہے اس کا پورا احساس ہے۔ یہ بھی بحثی ہیں
 کہ علیؑ کو دل میں جگہ بنانے کا ایک ہی ذریعہ ہے یعنی ان کے پیوں سے پر خلوص محبت
 اور خدمت۔

دعائے کنیری تھا اسے بنتِ نبیؑ سے تھا اُنس بہت آل رسولؐ عربی سے
 مطلب نہ تھا اپنی اسے حاجتِ طلبی سے آگاہ تھی شبیرؑ کی عالی نسبی سے
 مصروف و فضہ سے بھی خدمت میں سواتھی
 ۳۰۰ جان سے فرزندوں پر زہرا کے فدا تھی
 حیدر سے کبھی پچھتی تھی یا شہزادہ صدر دونوں میں بہت چاہتے تھے کس کو شبیرؑ
 اس بی بی سے فرماتے تھے یوں فال تھی خیر اُلفت تھی محمدؓ کو نواسوں سے برابر
 یہ دونوں دل و جان رسولؐ دوسرا تھے
 صدقے کبھی اس پر تھے کبھی اس پر فدا تھے
 قدرتی طور پر حضرت ام البنین کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ ان کے بھی کوئی بیٹا
 ہو جو دنیا میں کچھ کام کرے اور نام اور شہرت پائے مگر کس طرح؟

جب مصحفِ ناطق سے سُنی اس نے یہ تقریر کی حق سے مناجات کرائے مالکِ تقدیر
 گردے تو مجھے اک پر صاحبِ تقریر میں اس کو خوشی ہو کے کروں فدیہ شبیر
 ممتاز غلاموں میں جو ضرغام ہو میرا
 زہرا کی کنیروں میں بڑا نام ہو میرا
 حضرت امّ اہمین کی مراد برآتی ہے اور خلیلِ تمنا بار آور ہوتا ہے:-
 اللہ نے بخشنا پر نیک شہل
 دکھلائی جو تصویر پر بخت رسانے عباس علی نام رکھا شیر خدا نے
 عباس کے بعد ان کے تین بیٹے اور ہوئے۔ چار بیٹوں کی ماں ہونے ہی کی وجہ
 سے ان کا لقب امّ اہمین پڑا تھا۔ اور اس صاحبِ حوصلہ بی بی نے چاروں بیٹوں کی
 ایسی تربیت کی کہ دنیا کی نتاریخِ افت و وفا میں ان کا نام امر ہو گیا۔

عباس اور ان کے بھائیوں نے میدان کر بلایں حق کی خاطر اور حسین کی محبت میں
 جس طرح جانیں فدا کیں اور وفاداری کے جوبے مثال کارنا میں انجام دیئے۔ انہیں
 بتاتے ہیں کہ ان کی بنیاد ابتداء ہی سے ماں نے ڈالی تھی۔ کوئی اور ماں ہوتی تو سب سے
 بڑے بیٹے کی پیدائش کا حجش منانی اور چاہے منہ سے نہ کہتی مگر دل میں یہ سوچتی کہ وہ
 بھی اب کسی سے گھٹ کر نہیں، خود بیٹے والی ہے مگر ما در عباس کا کردار ہی اور تھا۔
 شبیر کو عباس کی مادر نے بلایا اور گود میں فرزند کو دے کر یہ سنایا
 لو واری وفادار غلام آپ نے پایا تعلیم اٹھائے گا تمہاری مرا جایا
 آتا ہو شہنشاہ ہو سردار ہو اس کے
 مالک ہو تمہیں اور تمہیں مختار ہو اس کے
 چھاتی سے لگا کر اسے بولے شہزاد ختوخو یہ تقویت روح ہے اور قوت بازو

اس گل سے وفاداری کی آتی ہے مجھے بو کتنا مرے بابا سے مشابہ ہے یہ گلو^۱
 یہ شیر مددگاری شیبیر کرے گا
 اللہ اسے صاحب توفیر کرے گا

ماں نے عباس کے دل میں امام حسین کی محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ ایک
 دن ماں بیٹھے کامتحان لیتی ہے کہ دیکھیں میری تربیت اور تعلیم نے بچ پر کہاں تک اثر
 ڈالا ہے۔

جب سات برس کا ہوا وہ گیسوؤں والا ماں نے کہا تم نے مری جاں ہوش سنھلا
 مانی تھی یہ نذر اور تھا اسی واسطے پالا اب تم کو کروں گی میں شاہزادہ والا
 حق الفت زہرا کا ادا کرتی ہوں بیٹا
 جو عہد کیا اس کو وفا کرتی ہوں بیٹا
 اب بیٹھے کا جواب منئے:-

خوش ہو کے یہ کی حضرت عباس نے تقریر یہ میں تمنا ہے کہ ہوں فردی شیبیر
 حاضر ہوں کرو جلد فدا ہونے کی تدبیر لازم نہیں اتنا عمل خیر میں تاخیر
 گو عمر میں چھوٹا ہے گل اندام تمہارا
 پر خلق میں ہوئے گا بڑا نام تمہارا

بظاہر یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ بے وجہ و بلا مقصد مادر عباس بیٹھے کو زہرا کے پسر پر
 کیوں شاہزادہ ہیں مگر یہاں انہیں عقیدت و جانشیری کا مظاہرہ کر کے اُم المہینہ کے
 جذبہ ایثار کی عکاسی کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ بیٹے کو علیٰ رضی کے پاس لے جا کر کہتی
 ہیں:-

تھا وین ادا کرنے کا اس کا مرے سر پر

اب اس کو فدا کیجئے زہرًا کے پسر پر
حضرت ام البنین فاطمہ زہرًا کی عظمت کا اعتراف کرنا چاہتی ہیں۔ شوہر یہ سن کر
بیٹے سے مخاطب ہوتے ہیں:-

شیر پر ماں تجھ کو فدا کرتی ہے بیٹا
عباس بتادے مجھے مرضی ہے تری کیا
تو عباس جواب دیتے ہیں:-

میں عاشق فرزند رسول دوسرا ہوں
سوبار جو زندہ ہوں تو سوبار فدا ہوں

حضرت علی جو رسول اکرم سے واقعہ کریلا کی پیشین گوئی سن چکے ہیں۔ یہ سن کر

آبدیدہ ہو جاتے ہیں اور آنے والے واقعات کا منتظر تصور میں گھوم جاتا ہے:-

روکر اسد اللہ نے دیکھا رخ شیر جنگاہ کی آنکھوں کے تلے پھرگی تصویر
پیاسوں کا خیال آگیا حالت ہوئی تغیر یاد آئی بھری مشک لکھیے پہ لگاتیر

طاقت نہ رہی ضبط کی احمد کے وصی کو

نزو دیک تھا صدمے سے غش آجائے علی کو

عباس کو لپٹا کے گلے کرنے لگے پیار چونے کبھی عباس کے بازو کبھی رخسار

فرماتے تھے تجھ سانہبیں دنیا میں وقار صدمے ترے اے دلبر زہرًا کے مد دگار

ما تم ترا ہر تعزیہ خانے میں رہے گا

شہرہ تری الفت کا زمانے میں رہے گا

تاریخ اپنے ورق پلنے لگی۔ عباس اور ان کے بھائی جوان ہوئے۔ علی مرضی نے

شہادت پائی، امام حسن کو بھی ظلم و ستم کی طاقتیوں نے چکے سے زہر دلوادیا اور روحانی

قیادت امام حسینؑ کے حصے میں آئی۔ لیکن تخت غافل پر معادویہ کا بقدر رہا۔ معادویہ کی موت کے بعد یزید نے اپنے خلیفہ رسولؐ ہونے کا اعلان کر دیا اور امام حسینؑ سے بیعت طلب کی جسینؑ کے انکار پر ان کے قتل کے درپے ہوا۔ حسینؑ نے مدینے میں عافیت نہ دیکھی تو حج کا عزم کیا اور وہاں سے کوفہ جانے کا ارادہ، جہاں سے خط پر خط آرہے تھے کہ آپ آئیے اور ہماری قیادت فرمائیے۔ حسینؑ کی مدینے سے روانگی سے متعلق انبیاء کے کئی مرثیے ہیں۔ مگر عجب بات ہے کہ ان میں مادر عباسؑ کا ذکر نہیں ملتا۔ لیکن جب کربلا میں امام حسینؑ اپنے عزیز و احباب کے شہادت پا جاتے ہیں اور سال بھر کے قید و بند اور مصائب اٹھانے کے بعد الی حرم کا لانا قابل مدینے واپس آتا ہے۔ اس وقت کے مرثیوں میں امّم الابنینؑ کا تذکرہ پھر ملتا ہے۔

اللی حرم حسینؑ اور سارے خاندان کو کھو کر آئے ہیں۔ سارا مدنیہ گریہ و ماتم سے گونج رہا ہے۔ صغریاً اپ کی جدائی میں خون رو رہی ہیں۔ خواتین مدینہ بینہ کو بی کر رہی ہیں۔ پیاروں مولیٰ ماں بینہں تڑپ رہی ہیں۔ مگر مادر عباسؑ کا کیا حال ہے؟ کیا چار کڑیں جوان بیٹوں کی شہادت کی خبر ان کو بدھواں کرنے میں کامیاب ہوئی؟ نہیں۔ ان کو تو یہ فکر ہے کہ ان کے بیٹوں نے اپنے بھائی حسینؑ پر جان قربان کرنے میں کوئی کوتاہی یا دیر تو نہیں کی۔ سب سے زیادہ فکر ہے سب سے لاڈلے بیٹے عباسؑ کی۔ کہیں اس کے لخت جگرنے ان کی محبت اور وفا پر تو آج چ نہیں آنے دی۔ بیٹوں سے بیٹوں کے مرنے کا ذکر سن کر بے اختیاری کی حالت میں پوچھتی ہیں:-

میں سن چکی، اتنا تو کہ مارا گیا عباس	مرنا تو یقین ہو گیا لیکن ہے یہ وساں
کس وقت تلک جنگ میں بھائی کے بہاں	تھے کہہ دو جو کچھ گذری ہے توڑو نہ مری آس
	کچھ قاسم و اکبر پہ تو آفت نہیں دیکھی

شبیر کی خیے سے تو رخصت نہیں دیکھی

ان کے لیے اتنا ہی کافی نہیں کہ بیٹا حسین کے ساتھ مارا گیا بلکہ وہ یہ بھی چاہتی تھیں
کہ جان یوں دی جائے کہ رہتی دنیا نکل اس وفا و محبت کا نام رہ جائے۔ بیٹے سے
رخصت کے وقت کی باتیں یاد آتی ہیں:-

رخصت کو تھا وہ چلتے ہوئے جس گھڑی آیا حق دودھ کا بخشتاتا تھا مجھ سے مرا جایا
میں نے اسے یہ کہہ کے تھا چھاتی سے لگایا شبیر کے قدموں پر جو سرتونے کشایا
تو دودھ بھی بخشوں گی دعا بھی تجھے دوں گی
جان اپنی بیانی تو کبھی نام نہ لوں گی

آخری شعر میں ایک بہادر عرب عورت کی شجاعت کس انداز میں بول رہی ہے اُم
کلثوم، امام حسین کی چھوٹی بہن جو عباس کو بہت چاہتی تھیں۔ حضرت اُم الحسنؑ کو ان
کے بیٹوں کی جانشیری اور بہادری کے کارنامے سناتی ہیں اور کہتی ہیں:-

اس خوبی سے مارا گیا فرزند تمہارا دودھ اس کو نہ بخشا ہو تو اب بخشو خدارا
پھر فاطمہ زہرا کو وہ کیوں کرنا ہو پیارا واللہ سر اس نے قدم شاہ پر دارا
وکھلائی وہ جانبازی شہہ تشنہ وہن کو
راضی کیا حیدر کو، محمدؐ کو، حسنؐ کو

یہ سنن کر مادر عباس بیٹوں پر ماتم کرنے کی جگہ جو عین فطرت انسانی کے مطابق ہوتا
مجده شکر بجالاتی ہیں کہ ان کے لیے بیٹوں کا کارنامہ باعث فکر و سرست ہے:-

یہ سنتے ہی اس مادر عباس دلاور قبلے کی طرف گر پڑی سجدے کوز میں پر
اور درود جدائی کی تیس دل کے دل ہی میں دفن کر کے یہ باہمت بی بی:-

جب کرچکی سجدہ تو وہ کہنے لگی روکر سب مل کے کرو ماتم فرزند پیغمبر

یہ جو کہا غل ہونے لگا سینہ زنی کا
اور ذکر تھا شبیر کی تشنہ وہنی کا
اُمِ ابْنَتَنِ، والدہ حضرت عباس کی جھلک اگرچہ مرثیوں میں کہیں کہیں نظر آتی ہے
مگر اس کے باوجود اپنی نسبت نے ان کی کردار تگاری اس خوبی سے کی ہے کہ وہ ایک مثالی
ماں ہی نہیں مثالی عورت کے روپ میں ہمارے سامنے آتی ہیں جس کے دل میں اتنی
وسعت ہے کہ وہ سوتیلے بچوں پر اپنی سُکّی اولاد کی خوشی سے قربان کر دے اور ایمان و
عقیدے کے بل پر دنیا کا سب سے بڑا غم، غم اولاد اس پا مردی سے جھیل جائے۔

(خواتین کر بل اکلام میرا نہیں کے آئینے میں ازصالح عبدالحسین)

۱۳..... باب

حضرت اُم البنینؓ کی بہو

(زوجہ حضرت عباسؓ)

حضرت عباسؓ کی شادی (مرزا دیر):

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے دو سال کے بعد ۲۲ میں حضرت عباسؓ کی پہلی شادی ہوئی۔ اب حضرت عباسؓ ۱۹ برس کے جوان تھے۔ حضرت اُم البنینؓ کے دل میں شادی کی تمنا تو تھی ہی، امام حسینؑ سے کہا:-

سلطانِ دو عالم! کیا اچھا ہوتا اگر میرے نور نظر کا گھر آباد کر دیا جاتا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شادی کے انتظامات شروع کر دیئے۔

مدینے میں ایک مومن دیندار فضل ابن شعیب ابن اویس رہتا تھا۔ اس کی دختر ذکیہ کے لیے شادی کا پیغام دیا گیا۔ اور بخیر و خوبی حضرت عباسؓ سے ذکیہ بنتِ فضل کی شادی ہوئی۔

مولانا سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے حضرت عباسؓ کی زوجہ کا اسم گرامی ذکیر ہری کیا

ہے (دُنْعَ عَظِيمٍ)

جناب ذکریہ سے تین فرزند تھے۔

- (۱) محمد بن عباس (۲) حسن بن عباس (۳) قاسم بن عباس
ابن قتبیہ اور عمال زادہ اصفہانی حضرت عباسؓ کی دوازدواج کے قائل ہیں۔
حضرت عباسؓ کی دوسری شادی لبایپ سے ہوئی۔
مورخین یہ طبقیں کر پائے کہ لبایپ کس کی بیٹی ہیں۔
عباس بن عبدالمطلب کے دو بیٹے الگ الگ نام کے ہیں۔
۱۔ عبد اللہ ابن عباس (جو ایں عباس کے نام سے مشہور ہیں)۔
۲۔ عبید اللہ ابن عباس (حضرت علیؑ کی علافت میں یمن کے گورنر مقرر ہوئے)
کوئی سورخ لبایپ کو عبید اللہ کی بیٹی بتاتا ہے اور کوئی سورخ لبایپ کو عبد اللہ ابن عباس کی بیٹی
بتاتا ہے۔
ابن قتبیہ نے ”کتاب المعرف“ میں لبایپ کو عبد اللہ ابن عباس کی دختر لکھا ہے۔
مولانا جنم احمد کراوی یہند ہیں کہ لبایپ عبید اللہ ابن عباس بن عبدالمطلب کی دختر
نیک اختر قصیں، جن کی شادی حضرت عباسؓ سے ہوئی۔
ان سے وفرزند ہوئے۔
۱۔ فضل ابن عباس علمدار۔ ۲۔ عبید اللہ ابن عباس علمدار
یہ دونوں کریمائیں آئے تھے۔ مدینے میں رہے۔
حضرت عباسؓ کی نسل عبید اللہ ابن عباس سے قائم رہی۔
تشویش:- حضرت علیؑ کے عہد حکومت میں دونوں بھائی عبد اللہ ابن عباس بن
عبدالمطلب اور عبید اللہ ابن عباس بن عبدالمطلب گورنر کے عہدے پر نامور تھے اور

دونوں نے بیت المال میں خود بروکیا تھا۔ جس کا شکوہ حضرت علیؓ نے اپنے خطوط میں کیا ہے، یہ خطوط فتح البلانی میں موجود ہیں۔ حضرت علیؓ دونوں سے ناراض تھے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے اس خاندان کی لڑکی الباہر سے حضرت عباسؑ علمدار کی شادی کی ہوگی؟

”سیرۃ العباس“ اور ”مودۃ القریبی“ میں لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن عباس بن عبد المطلب کی بیٹی الباہر کی شادی خلیفہ عبد الملک بن مردان کے پیچازاد بھائی ولید بن عقبہ سے ہوئی تھی۔

مولانا نجم الحسن کراوی لکھتے ہیں:-

”علامہ سبط ابن جوزی اور علامہ مجددی کا بیان ہے کہ حضرت عباسؑ کی شہادت کے عرصہ دراز کے بعد ان کی بیوی الباہر کا عقد نامی حضرت امام حسن علیہ السلام کے بیٹے زید بن حسن بن علی علیہم السلام سے ہوا اور ان سے ایک لڑکی نفیسہ نامی پیدا ہوئی۔ پھر زید بن حسن کے انتقال کے بعد ان کا عقدہ ثالث ایک شفہ ولیدنا نامی سے ہوا جس سے قاسم نامی لڑکا پیدا ہوا۔ (ذکر العباس صفحہ ۳۶۶)“

مولانا نجم الحسن کراوی نے تحقیق کے بغیر یہ بتیں لکھ دی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ الباہر حضرت عباسؑ کے عقد میں آئی تھیں یا نہیں؟ جبکہ حضرت عباسؑ کی ایک شادی حضرت ذکیرہ خاتون سے ہو چکی تھی؟

دوسری بات کیا الباہر نام کی ایک ہی عورت تھی ہو سکتا ہے ایک ہی خاندان میں دو الباہر ہوں ایک عبد اللہ ابن عباسؑ کی بیٹی اور دوسری عبد اللہ ابن عباسؑ کی بیٹی ایک الباہر کبراء اور دوسری الباہر صغرا ہوں گی۔ ایک کا عقدہ زید بن امام حسن سے ہوا ہو گا۔ کربلا میں شہید ہونے والے حضرات کی کسی بھی بیوہ نے عقدہ نامی نہیں کیا۔

لہا ب اگر عبد اللہ ابن عباس کی بیٹی ہیں تو وہ کربلا نبیس گئی ہیں اس لیے کہ عبد اللہ ابن عباس بن عبد المطلب نے ۲۸ رب جب ۶۰ھ کو امام حسین سے کہا تھا کہ عراق نہ جائے اور اگر جار ہے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو نہ لے جائے۔

لبابہ قافلہ حسین کے ساتھ کربلا نبیس گئیں وہ حضرت ام البنینؼ کی خدمت کے لیے مدینے میں رہ گئی تھیں اور ان کے دونوں بیٹے فضل اور عبد اللہ ابن عباس علمدار مدینے ہی میں رہے۔

حضرت عباسؑ کی شادی کا عالِ مرزا دیرا اس طرح بیان کرتے ہیں:-

(۱)

خط جس گھری اُس ماہ یہاں اللہ نے نکالا
ماں بولی مبارک ہو مرے چاند پہ ہالا
حیدر سے یہ کی عرض کہ اے سید والا
اب بیاہ کے قابل ہے مری گود کا پالا
نو شاہ علمدار حسین کو بنا دو
سہرا ہمیں سقائے سکنہ کا دکھا دو

(۲)

آخر تو یہ دنیا میں ہیں کچھ روز کے مہمان
کچھ کچھ تو نکل جائے مرے دل کا بھی ارمان
آیا وہی آج ان کی جوانی کا گلتستان
رہ جائے گی حسرت ہی جو کل ہو گیا ویران
کس کو یہ توقع ہے کہ پھولیں گے پھلیں گے
گر جلد خداں آئی تو ہم ہاتھ ملیں گے

۴۳

آخر مرے بچے کے لیے بے کتفی ہے
پھر کیوں نہیں پوشاک عروسانہ بنی ہے
گر آج وطن میں ہے تو کل بے طنی ہے
پھر سر ہے نہ سہرا نہ بنا ہے نہ بنی ہے
کیوں جلد نہ شادی کی تمنا کروں مولا
آجائے ابھی موت تو پھر کیا کروں مولا

۴۴

جبیسا مرا فرزند خوش اطوار ہے صاحب
ایسی ہی دلہن بھی مجھے درکار ہے صاحب
جو دھوم ہو شادی میں سزاوار ہے صاحب
زہرا کے پر کا یہ علمدار ہے صاحب
گھر بار شب عقد لٹا دیکھو والی
ستائے سکینہ کی خوشی یکجیو والی

۴۵

فرمایا علیٰ نے مجھے دل سے ہے یہ منظور
زینت نے کہا اتماں لو اب تو ہوئیں مسرور
مشاطہ کو بلواؤ کرو اُس سے یہ مذکور
رقعہ لکھو بی بی جو زمانے کا ہے دستور
مشاطہ جو یہ خوش خبری پائے گی اماں
سو باقیں ابھی ڈھونڈھ کے لے آئے گی اماں

﴿٦﴾

عباس کو کاغذ دیا مادر نے منگا کے
ہنس کر کہا شرماتے ہو کیا آنکھیں جھکا کے
قسمت سے یہ دن آیا ہے صدقے میں خدا کے
اک دن تھا کہ مکتب میں پڑھا کرتے تھے جا کے
اب اسم نویسی کے سزاوار ہوئے تم
قابل ہوئے عاقل ہوئے ہشیار ہوئے تم

﴿٧﴾

لو لکھو کہ اشرف مدینہ کو ہو معلوم
میں بندہ ہوں عباس غلام شہر مظلوم
بایبا شیر مردان اسد خالق قیوم
اور والدہ ہے خادمہ زینت و کلثوم
احمد کے مدینے میں ولادت لکھو واری
اور کرب و بلا جائے شہادت لکھو واری

﴿٨﴾

لکھنے لگا زانو پر ورق رکھ کے خوزادہ
ہرگز خط رخ وہ بنا کاغذ سادہ
مشاطون نے انہوں کیا حد سے زیادہ
کوئی تو سوار آئی وہاں کوئی پیادہ
اک ہاتھ میں رقعہ لیے جیران کھڑی تھی
دولھا کو کوئی دیکھ کے بیہوش پڑی تھی

﴿٩﴾

ہر کوچے میں غل پڑ گیا گھر گھر ہوا چرچا
 لو شیر خدا بیٹی کی نسبت کے ہیں جویا
 ہر بالغہ صالح کو مثل زیخنا
 سو جان سے ہوئی یوسف حیدر کی تمنا
 کہتی تھیں مدد چاہیئے اب بخت رسا کی
 ویکھیں کہ بہو کون بنے شیر خدا کی

... ﴿۱۰﴾

اب راوی صادق سے یہ ہے وارد اخبار
 فضل ابن شعیب ابن اولیس ایک تھا دیندار
 شیخ العرب و فخر تمیم الشیخ و کرار
 دختر تھی ذکیرہ لقب اک اُس کی خوش اطوار
 خوش طالع و نیک اختر و فرشنہ لقب تھی
 بلقیس حشم حور شیم عاشق رب تھی

﴿۱۱﴾ ..

رُخ زاپر عفت کے لیے قبلہ نما تھا
 دل حاجی عصمت کے لیے بیت خدا تھا
 یا رکن رکین حرم شرم و حیا تھا
 اور سجدے کی معراج کو سر عرش علا تھا
 کہتے ہیں صداقت ہے وہ اُس کی زبان تھی
 باتوں سے والا مجرم صادق کی عیاں تھی

﴿١٢﴾

بجھی تھیں خدا نے دو کنیریں پے خست
 جن کا کہ لقب شرع میں ہے زہد طہارت
 جس چار عناصر سے بدن کی ہوئی خلقت
 چاروں وہ تھے تقویٰ و ورع صبر و فناعث
 منھ لاکھ زبانوں سے شاخوان خدا تھا
 تن پنجتین پاک پہ سو جاں سے فدا تھا

﴿١٣﴾

کھانا جو غذا فاطمہ کے فاتق پہ رونا
 گریاں کبھی قیدِ اسد اللہ پہ ہونا
 باؤ کے تصور میں کبھی شب کو نہ سوتا
 گہہ فرقتِ زینت کا غبار اشکوں سے دھونا
 مشہور تھی گھر میں وہ کنیر آلی عبا کی
 پر عرش پہ لکھی تھی عزیز آلی عبا کی

﴿١٤﴾

اک روز تھے محرابِ عبادت میں یاد اللہ
 آکر یہ ذکیہ کے پدر نے کہا ناگاہ
 عباس کو نوشہ بنتا ہوا جو یا شاہ
 اس گوہر یکتا سے مجھے رشتے کی ہے چاہ
 یہ بات فقط قدر بڑھانے کے لیے ہے
 لوٹھی مرے گھر باتھ دھلانے کے لیے ہے

۱۵

اللہ ری عدالت کے علی نے کیا اظہار
 شر میں ہے خلقِ حسن احمد مختار
 شبیر میں مظلومی زہرا کے ہیں آثار
 عباس میں ہے دبدبہ حیدر کرار
 سب وصف ہیں الفت ہے مروت ہے وفا ہے
 غصہ مرے عباس کا پر قبر خدا ہے

۱۶

اور اس سے زیادہ یہ تامل کا سبب ہے
 عترت جو مری فخر خواتین عرب ہے
 ایک ایک کی قسمت میں اسیری کا تعجب ہے
 یہ تازہ دلہن قید اگر ہو تو غصب ہے
 جب بیس برس گذریں گے رحلت کو علی کی
 در در پھرے گی بال کھلے آل نبی کی

۱۷

راضی ہو جو تو اس پر میں صیغہ کروں جاری
 یہ ہے ترا فرزند وہ بیٹی ہے ہماری
 ہاتھ نبے ندا دی وہ ہے اللہ کی پیاری
 عباس تمھارا ہے نظر کردہ باری
 یہ دلخواہ دلہن جن لیے معبود علا نے
 خود عرش کے منبر پر پڑھا عقد خدا نے

﴿١٨﴾

اقرار کیا فضل نے خوش ہو کے مکر
 اور ہوتی تاریخ عروی بھی مقرر
 سامان دو جانب ہوا شادی کا برابر
 ناگاہ شب عقد کے طالع ہوتے یاور
 یوں روز چھپا پردے میں منجھ جیسے دہن کا
 سہرا گرا خورشید کے چہرے سے کرن کا

﴿١٩﴾

وہ شام شب عقد نے کی چہرہ نمائی
 یا عمر گذشتہ وہ زمانے کی پھر آئی
 کی تھی جو محاسن سے سیاہی نے جدائی
 ایک مشت ضعیفون نے وہ اس شام سے پائی
 تاروں سے ہوئے دانت عیاں چرخ کہن کے
 اس شام نے دن پھیر دیئے الی زمن کے

﴿٢٠﴾

شب آئینہ ماہ دکھاتی ہوئی آئی
 اور نقل ستاروں کی لثاثی ہوئی آئی
 رُزہرہ ڈف شادی کو بجا تی ہوئی آئی
 اور قاضی گروں کو جگاتی ہوئی آئی
 نوشہ کے خلعت کی جو طمع نظر آئی
 سہرا لیے کشتی میں شاعر قمر آئی

﴿٢١﴾

تاروں سے بھری مانگ ادھر کا ہکشان نے
 نوشہ کو سنوارا یہاں نوشاہ کی ماں نے
 گرد آکے مبارک کہا ہر خرد و کلام نے
 دروازے پہ انبوہ کیا بیدر و جوان نے
 باطن میں براتی ملک عرش بریں تھے
 سر حلقة مگر حضرت جبرئیل امیں تھے

﴿٢٢﴾ ..

بیٹے کو چلے بیانہنے حلال مہمات
 بارہ رفاقتہفت پر شاہ کے تھے سات
 ہاتھوں میں جو سجد تو زبانوں پہ مناجات
 اور نُقل کی شیرینی طبق میں لیے سوغات
 باچھیں کھلی جاتی تھیں پیغمبر کے وصی کی
 شادی تھی علمدار حسین ابن علی کی

﴿٢٣﴾

مشتق قدم فضل جو تھا راه گذر میں
 خالق کے ویر علم کو وہ لے گیا گھر میں
 نوشاہ تھے سر خم کیے پہلوئے پدر میں
 داخل ہوا خورشید علی برج قمر میں
 ابن اسداللہ جو جملے میں در آیا
 پھر فضل خدا فضل کے گھر میں نظر آیا

(۲۳)

سب بیباں کرنے لگیں چپ چپ کے نظارا
 بولی کوئی یہ دولھا ہے یا عرش کا تارا
 اک نے کہا کیا نام خدا چہرہ ہے پیارا
 ساس آکے پکاری کہ خوشا بخت ہمارا
 کیوں بیبیو ایسا ہی خوش اسلوب تھا یوسف
 داماد مرا خوب ہے یا خوب تھا یوسف

(۲۴)

خوش ہو کے پڑھا عقد شہر عقدہ کشانے
 اور نقل لیے ہاتھ میں فخر دوسرا نے
 عباس کے منھ میں جو دیے نقل کے دانے
 ہر نقل سے کلمہ یہ شنا شیر خدا نے
 شہیر سا سادات میں سردار نہ ہوگا
 عباس ترے بعد علمدار نہ ہوگا

(۲۵)

پھر نقل ذکیہ کو کھلانے جو گلے شاہ
 بے ساختہ وہ نقل یہ گویا ہوا واللہ
 اُس صاحبِ عصمت کا خوشا رتبہ خوشا جاہ
 ہے پردہ جو ہو قاطرہ کی آل کے ہمراہ
 زینت کے قریب اُس کا تو رتی میں گلا ہو
 اور قاطرہ کی روح دعا دے کے فدا ہو

۲۷) ...
 اتنے میں سحر آئی بجائی ہوئی نوبت
 انھی انھی گئے مہمان پریشان ہوئی صحت
 ہل ہل کے ڈھن کنبے سے ہونے لگی رخصت
 جو بیٹیوں والے تھے انھیں آگئی رقت
 ڈھن کا مخافہ بھی لگا آن کے در سے
 اساباب جبیزی بھی نکلنے لگا گھر سے

دو موزے دو نعلین اور اک رُو یہاںی
 خود د زرو مصری و تیق صفحہانی
 اسپر دُورکاہب مع سازِ ہمدانی
 مشکیزہ پُر تور بھی اک بھرنے کو پانی

مدت میں یہاں جمع یہ سامان ہوا تھا
 عاشور کو اک دم میں پریشان ہوا تھا

ناگاہ ڈھن والے پکارے کہ خبردار
 لوگو ہٹو حیدر کی بہو ہوتی ہے اسوار
 گردان کے دامن حسن آگے بڑھے اک پار
 دوڑے شہر مظلوم یہ کرتے ہوئے گفتار
 ہم پردة ناموں علمدار کریں گے
 بھا بھی کو مخافے میں ہم اسوار کریں گے

﴿٣١﴾

کی ترک رو آمد و شد پیک صبائے
اور آنکھوں کے پردوں سے کیا پردہ حیانے
سائے میں ذکیہ کو لیا خیر نماء نے
لبیک نبی نے کہا سعدیک خدا نے
پرکھول کے روکے سر دروازہ ملک نے
منھ پھیر لیا کانپ کے خورشید فلک نے

﴿٣٢﴾

پھر تو نہ پرندہ بھی چمکنے وہاں پایا
شہزادوں نے بجاوج کو محافے میں بٹھایا
فریاد فلک نے اسی بی بی کو ستایا
بیوہ کیا قیدی کیا بلوے میں پھر لیا ۔
نا محروم کی فون تو چو گرد کھڑی تھی
سر نگے یہ عباس کے لاشے پہ پڑی تھی

﴿٣٣﴾

القصہ دہن نے کیا گھر دلخا کا روش
اور ساس کے پاس آئی جگکائے ہوئے گردن
مجرا کیا جب اُس نے کہا بوڑھ سہاگن
زہرا کا ترے سر پہ سدا سایہ دامن
شیریں کی آئی ہوئی عباس پہ آئے
آئی ہو جو تجھ پر وہ تری ساس پہ آئے

پھر تھام کے بازو وہ نظر کر دے باری
 لائی اُسے زینت کے حضور اور یہ پکاری
 آداب بجا لاؤ یہ زہرا کی ہے پیاری
 میں ساس ہوں یہ مالک و مختار تمہاری
 بائوں کو دکھا کر کہا یہ فخرِ عجم ہے
 گردان کے پھر و بائوں سلطانِ ام ہے

جب خلیٰ گلتانِ علیٰ میں شر آئے
 اور خاتہِ امید میں شش و قمر آئے
 عباس کی آغوش میں لعل و گھبر آئے
 اولاد ہوئی مطلب دل سارے بر آئے
 پیارے سے علیٰ کے کئی پیارے ہوئے پیدا
 گل سے چن اور چاند سے تارے ہوئے پیدا
 (مرزادیر)

مرزادیر کے اشعار کی شرح نظر میں درج ہے:-

نامِ خدا عباس جوان ہوئے۔

عباس کے خوبصورت چاند چیسے چہرے پر سبزہ خط نمودار ہوا، اُمِ ابینہ نے اٹھا رہ
 برس ہونے پر سبزہ خط دیکھ کر حضرت علیٰ کو مبارک باد پیش کی کہ چاند پر ہالہ نمودار ہوا
 ہے۔ اور عرض کی کہ اسے سید والا یہ میری گود کا پالا، شادی کے قابل ہو چکا، عباس کو
 دو لھا بنا کر ہمیں بیٹے کا سہرا دکھاد بجئے۔

جو نبی کی بہار شباب پر ہے، خدا جانے یہ پھول اچھا گلستان کب نذرِ خزاں ہو جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں کہ دل کے ارمان نہ نکل سکے۔

عباسؑ کے لیے شادی کی پوشش کشاہانہ ہو، جیسا میرا فرزند ہے وہن بھی ایسی ہی خوش اطوار ہو، عباسؑ کی شادی میں ہر دھوم دھام بجا ہے کہ یہ قاطعہ زہرا کے لال کا علمدار ہے، شب عقد گھر بار بھی لٹا دیا جائے تو کم ہے، یہ پیاسی سکینہ کا سبقہ ہے۔
حضرت علیؑ نے فرمایا:-

مجھے یہ دل سے منظور ہے، حضرت نبیؓ نے کہا اتنا، یہ تو خوشی کی گھڑی ہے پیغام عقد کا رقہ لکھا جائے۔

حضرت اُمّ انبیاءؓ نے کاغذ منگا کر حضرت عباسؑ کو دیا، حضرت عباسؑ نے شرما کسر جھکالیا، حضرت اُمّ انبیاءؓ نے خوش ہو کر کہا، عباسؑ خدا کے کرم سے آج یہ دن خوشی کا قسمت نے دکھایا ہے ابھی ہم کو تمہارا بھپن یاد ہے جب باب اعلم علیؑ کی خدمت میں تم کتب میں پڑھتے تھے۔

اب نام خدا قابل، عاقل اور ہوشمند ہو گئے، لکھو کہ اے اشرافِ مدینہ "میں عباسؑ غلامِ سردار جنت ہوں، بیا ہمارے شیرِ خدا شاہ مرداں ہیں، ہماری ماں اُمّ انبیاءؓ نبیؓ و اُمّ کاشم کی کنیت ہے، عباسؑ لکھو کہ میں مدینے میں پیدا ہوا اور کربلا میں میرا مدن بنے گا۔"

عباسؑ نے زانو پر کاغذ رکھ کر لکھنا شروع کیا، سادہ کاغذ عباسؑ کے سرخ چہرے کی طرح سرخی مائل ہو گیا۔ خبر عام ہوئی۔
رشتے لے لے کر مدینے کے لوگ آنے لگے عباسؑ کو دیکھ کر لوگ جیران ہو جاتے وہ حُسنِ زر الاتھا۔

مدینے کے گھر چرچا ہونے لگا کہ شیر خدا پنے بیٹے کی نسبت کرنا چاہتے ہیں، ہر صالحو پاک دامن مثل زیخا چاہ یوسف حیدر میں غرق ہو جانا چاہتی تھی، سب یہی کہتے تھے دیکھیں علی شیر خدا کی بہوکوں بنے گی۔

چچ راوی کا بیان ہے:-

قبيلہ بنی تمیم کا سردار نبایت شجاع و کرا رخا جس کا نام فضل ابن شعیب ابن اویس تھا وہ دیس دار و زاہد و ابرار تھا۔ اس کی ایک بیٹی تھی ذکیرہ جو بہت خوش اطوار خوش طالع نیک اختر، پاکیزہ، مثل بلقیس ملکہ کا وقار اس میں تھا، عبادت گزار و جدہ گزار تھی۔
عفت و شان عصمت میں لا جواب، شرم و حیا میں انتخاب، ولائے آل محمد مل میں رکھتی تھی زبان صداقت مآل تھی۔ عابدہ وزاہدہ تھی، زہد و طہارت اس کی کنیزی میں تھے۔ تقوی، خوف الہی، صبر و قاتعت چار عناصر سے اس کا غیر تھا،
ہر وقت حمد خدا بجالاتی اور چنگن پاک کے ذکر سے زبان کو تر رکھتی تھی۔

حضرت فاطمہؓ کی مصیبت کا ذکر اس کی غذا تھی، اسدالله کے مصائب پر گریاں ہو جاتی، جتاب شہربانو کے تصور میں اور ذکر زینت میں شب بیداری کرتی تھی، پورے خاندان میں کنیز آں عبا مشہور تھی، لوح پر اس کا نام اہل بیت کے عزیزوں میں درج تھا۔

حضرت علی ایک دن مسجدِ نبوی میں محراب عبادت میں محو عبادت تھے، ذکیرہ کے والد گرامی فضل ابن شعیب تھی وہاں آئے اور حضرت عباسؓ سے رشته کے خواہش مند ہوئے اور کہا کہ میری قدر بڑھ جائے گی ذکیرہ آپ کے گھر کنیز بن کر آئے یہ میرے لیے فخر کی جائے۔
مولانا علی نے اس سے فرمایا:-

میرا حسن خلقِ محمدی کا ناموںہ ہے، حسین میں فاطمہ زہر آکی مظلومی کے آثار نظر آتے ہیں، لیکن میرے عباس میں الفت، محبت، مرقت، وفا کے علاوہ میرا جلال بھی ہے۔
عباس کا جلال قبرِ خدا کا پرتو ہے۔

دوسری بات یہ ہے اے فضل ابن شعیب ہمارے انتقال کے میں برس کے بعد ہمارے اہل حرم بے پرده ہوں گے آل رسولؐ کو بال کھلے در در پھرایا جائے گا۔ تجھے یہ منظور ہے کہ زینت و اُمّ کلثوم کے ساتھ عباس کی زوجہ بھی قیدی بنے؟
اگر تو اس بات پر راضی ہے تو میں صیغہ عقد جاری کروں، ہاتفاق نے نداوی کر اللہ نے عباس کے لیے ذکیرہ کا انتخاب کر لیا ہے، عرش پر دونوں کا عقد ہو چکا ہے۔
فضل ابن شعیب تھی نے اس رشتے کو منظور کر لیا، شادی کی تاریخ مقرر ہوئی، دونوں طرف شادی کی تیاریاں دھوم دھام سے ہونے لگیں۔
شب عقد آشکار ہوئی۔

دن ایسے چھپ گیا جیسے آنچل میں دھن کا چہرہ، آفتاب کے سر سے کرنوں کا سہرا اگر پڑا، عقد کی شب نے چہرہ نمائی کی، گذری ہوئی گھریاں پھر سے واپس آنے لگیں، سیاہی و سفیدی گلے ملے۔ شام کی سیاہی بزرگوں کے محاسن پر سمت آئی، تاروں بھرا آسمان پس پڑا، اس شام نے اہل زمانہ کے دن پھیردیے۔

شب عقد کیا آئی کہ
ماہتاب کا آئینہ دکھاتی ہوئی آئی، ستاروں کے لُقل لٹاتی ہوئی آئی، زہرہ شادی کا دف بھاتی ہوئی آئی، اور قاضی گردوں کو جھاتی ہوئی آئی، عباس کو نوشہ بنا نے کے لیے خلعت شہابان کی طلعت نظر آئی، چاند کی کرنیں سہرا سجا کر لائی تھیں۔
کہکشاں نے آسمان کے تاروں سے ذکیرہ کی مانگ بھری، ادھر حضرت اُمّ اہمن

نے اپنے خوبصورت بیٹے عباسؑ کو نو شاہ بنایا، بنی ہاشم چھوٹے بڑے آکے مبارک باد
دینے لگے، علیؑ کے گھر میں خاندانِ رسولؐ کے پیروجوں کا مجمع تھا۔
آسمان کے فرشتے براتی ہن کر آئے تھے، اور ان براتیوں کے سردار اس وقت
جریل امیں تھے۔

مولانا علیؑ، عباسؑ کی برات لے کر دھن کے گھر چلے، مولانا علیؑ کے بارہ صحابی اور
سات پسر امام حسنؑ، امام حسینؑ، محمد عظیم، محمد اصغر، عون بن علی، یحییٰ ابن علی اور خود
حضرت عباسؑ (یہ سات پسر) علیؑ کے ساتھ تھے۔

آیات کی تلاوت و مناجات زبانوں پر تھی، طبق میں نقل (ایک قسم کی مشاہی) کی
سوغات تھی، حسینؑ کے باو فاعل مدعا کی شادی تھی اس لیے حیدر کرا بہت خوش تھے، فضل
ابن شعیب تھیؑ نے برات کا استقبال کیا، درعلم کو اپنے گھر میں لے گیا، (حضرت
عباسؑ) نو شاہ بنے اپنے پدر گرامی کے پہلو میں سرخم کئے ساتھ تھے، عباسؑ قمر تھے اور
فضل ابن شعیب کا گھر برج شرف بنا ہوا تھا۔

فضل کے گھر میں اسداللہ کیا آئے کہ فضل خدا فضل کے گھر میں نظر آیا۔
خواتین مدینہ نے پردے سے دلھا کی زیارت کی کسی نے کہا یہ دلھا ہے یا عرش کا
تارہ ہے، کسی نے کہا دلھا کا چہرہ کتنا پیارا ہے۔

ذکیرہ کی ماں نے کہا کہ ہماری قدر راجح شب قدر رہو گی، اے یہ بیوی یہ تو بتاؤ میرا داماد
زیادہ خوبصورت ہے یا یوسف زیادہ خوبصورت تھے۔
مولانا علیؑ نے عقد پڑھا۔

عقد کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی، عباسؑ کو علیؑ نے اپنے ہاتھ سے شیرینی (نقل)
کھلانی ہر نقل کے دانے سے یہ صد آتی تھی، حسینؑ سا سردار ارب سادات میں نہ ہوگا

اور اے عباس اب تیرے بعد دنیا میں کوئی علمدار نہ ہوگا، مولا علیؑ نے دلوحن (ذکیہ بی بی) کو بھی نقل کے دانے کھائے، اس وقت صد آمی کہ لہن بہت خوش قسمت ہے اس کا پرده فاطمہؑ کی بیٹیوں کا پرداز ہے۔ اس کی چادر بھی زینتؓ کی چادر کے ساتھ لٹھے گی اور بازو میں زینتؓ کے ساتھ رسن بند ہے گی، روح فاطمہؑ ہر ادعا بھی دے رہی تھی اور گریاں گھنائیں بھی تھی۔

شادی کی شب گزری، تاروں کی چھاؤں میں صح نوبت بجائی آئی، مہمان رخصت ہونے لگے، دلوحن اپنے خاندان والوں کے گھلے کے گھلے کے رخصت ہونے لگی، دلوحن کا محاف (پاکی) درپر لا کر رکھا دیا گیا، جہیز گھر سے نکلنے لگا، جہیز میں ایک یعنی چادر، غلین اور موزے، ایک خود، مصری زرہ، ایک اصفہانی تلوار عباسؓ کو سلامی میں ملی، ایک اسپ و دو رکاب پہ جا ہوا معم ساز، ایک ملکیزہ پانی بھرنے کے لیے۔ ذکیہ کے گھروں نے مدت میں یہ سامان جمع کیا تھا،

ہائے کر بلا میں دم بھر میں سب کچھ لٹ گیا۔

ناگاہ دلوحن کے گھروں نے صدادی کے لوگوں خبردار!

حیدرؓ کرا کی بہسوار ہو رہی ہے، اس صد اپر امام حسنؓ بھی کمر بستہ ہو گئے اور امام حسینؓ بھی بفسی نفس کھڑے ہو گئے اور پاکر کر کھا۔
ہم عباسؓ کی ناموں کا پرده کریں گے اور بجاوچ کو مجانے (پاکی) میں ہم سوار کریں گے۔

ہوانے را روک دی، حیانے آنکھوں کے پردے سے پرداز کر تھام لیا، فاطمہؓ زہرؓ اجنت سے آئیں اور عباسؓ کی دلوحن ذکیہ کو اپنے سامنے میں لے لیا حضرت رسولؐ

خدانے لبیک کہا اور اللہ نے سعدیک کہا،

فرشتوں نے اپنے پروں کا سایا کیا، سورج نے کانپ کر اپنا منہ پھیر لیا۔

سواری کے وقت پرنده بھی پرنسیں مار سکتا تھا، شہزادوں نے بجاوں کو محاففے میں بٹھایا، اے فلک دیکھ یہ ہے زوج عباس ذکیر، اشقیا نے اس کے (شوہر) والی کو فرات کے کنارے قتل کر کے ذکیر کو بیوہ بنا دیا، قیدی بنا کر بلوے میں پھر لایا، کر بلا میں یہی بلبی فوج یزید کے نرخے میں اپنے والی و سرتاج عباس کے لائے پر سرنگکھڑی رسول اللہ سے فریاد کر رہی تھی۔

دولحن رخصت ہو کر علیٰ کے گھر آئی اُمّ الہین کا گھر روشن ہو گیا، دولحن مادر عباس کے پاس سر جھکا کر سلامی کو آئی، ماں نے دعا دی۔

”سد اسہا گن رہو“

تمہارے سر پر ہمیشہ چادر زہرا کا ساید ہے۔

اُمّ الہین نے بہو کی بلا کیں لے کر دعائیں دیں، بہو کا ہاتھ تھام کر اُمّ الہین ذکیر کو حضرت زینب کی خدمت میں لا کیں۔ اور کہا سلام کرو یہ ثانی زہرا ہیں، یہی تمہاری مالک و مختار ہیں، پھر حضرت شہربانو کی خدمت میں لا کیں اور کہا یہ فخر جنم ہیں، یہ بانوے سلطان اُمم ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد

علیٰ کے باعث کے شہر میں شر آنے لگے خانہ امید میں نہس و قمر آئے،

عباس ٹکی آنکوش میں لعل و گھر آئے۔

عباس صاحب اولاد ہو گئے،

علیٰ کے پیارے سے عباس کے کئی پیارے پیدا ہوئے، ہکل سے چبن اور چاند سے

تارے پیدا ہوئے۔

حضرت اُمّ البنینؓ کی بہو زوجہ حضرت عباسؓ (کلامِ میرانیس کی روشنی میں) ان سوتیلے رشتوں میں دوسرا اہم اور بڑا ہی دلکش حسین کردار ان ہی اُمّ البنین کی بہو حضرت عباسؓ کی بیوی کا ہے۔ جن کا نام بعض روایات میں ذکیرہ بیان کیا جاتا ہے۔ مگر انیس نے ان کا تذکرہ زوجہ عباسؓ یا عباسؓ کی بیوی کہہ کر کیا ہے۔ (صالح عبدالحسین) عباسؓ واقعہ کر بلکے وہ محبوب ولی ہیں جن کی محبت و دفا، بہادری و جان بازی کی داستان چودہ صدیوں سے ہر ای جاری ہے۔ انیس کو حضرت عباسؓ سے محض عقیدت ہی نہیں بے حد محبت بھی ہے۔ وہ جہاں بھی ان کا ذکر کرتے ہیں (اور کہاں نہیں کرتے) اس طرح کہ پڑھنے والا اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر جو مرثیے انہوں نے خاص طور پر ان سے متعلق کہے ہیں وہاں تو قلم توڑ دیا ہے۔ امام حسینؑ کے لادلے بھائی عباس ابن علیؑ کی سیرت کی ایسی مرقع کشی کرتے ہیں کہ کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑتے۔ ان کی بیوی کا کردار بھی ان مرثیوں کا ایک اہم جزو ہے اور ایسے شوہر کی کچی رفیق حیات کیسی ہونی چاہیے۔ یہ کوئی انیس کے بیہاں دیکھے۔ اس کی فطری نیکی اور شرافت، اور پھر ایک ایسے شوہر کی رفاقت نے اس میں کچھ ایسے جو ہر پیدا کر دیئے ہیں جو انسانیت کی جان اور نسوانیت کی آن ہیں۔ اسے اپنے شوہر اور اس کے خاندان پر فخر ہے۔ حسینؑ سے گھری عقیدت اور ان کے بچوں سے دلی محبت ہے۔ نندوں کا احترام کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی دل میں اس بلند مقصد کی لگن بھی ہے۔ جس کے لیے قربانی دینے امام حسینؑ کر بلماں آئے۔ اور اس کا ثبوت وہ اپنے محبوب شوہر کو اس مقصد پر جان دینے کی رضاوے کر کرتی ہے۔ اصلیت اور مثالیت کے رنگ اس کردار میں اس حسن و تناسب کے ساتھ

بھرے ہیں کہ وہ دل میں اُترتا چلا جاتا ہے۔

انیس کے کلام میں پہلی بار زوجہ عباسؑ کی بھلک اس وقت نظر آتی ہے، جب ۲ محرم کو امام حسینؑ کا قافلہ کربلا کے میدان میں پڑا ڈالنے والا ہے اور عباسؑ اس کا اہتمام کر رہے ہیں۔ یا کیک شام کی فوجیں خمودار ہوتی ہیں اور انھیں نہر کے کنارے خیمے نصب کرنے سے روکتی ہیں بہادر عباسؑ کو جلال آ جاتا ہے وہ اور ان کے ساتھی مقابله کے لیے تیار ہو جاتے ہیں لیکن امام حسینؑ ان کو روک دیتے ہیں اور یہ دی مشکل سے انہیں سمجھا بھاکر ہٹاتے اور صحرائے کربلا میں خیمے نصب کرنے پر آمادہ کر لیتے ہیں۔ ہمیں، بجاو جیں، ان کی سلامتی سے واپسی کا شکریہ ادا کر رہی ہیں۔ رائے زنی ہو رہی ہے کہ:-
 کہنے لگی یہ زوجہ عباسؑ خوش بیان غصے میں ان کو کچھ نہیں رہتا کسی کا دھیان
 ہر بات میں ہے شیر الہی کی آن بان یہ جان کو بھلا کبھی سمجھے ہیں ان پنی جان

آتا ہے غیذا جب تو نہ کھاتے نہ پیتے ہیں

یہ تو فقط حسینؑ کے صدقے میں جیتے ہیں

(مراثی انیس، جلد چہارم صفحہ ۵۲)

”خوش بیان“، کہہ کر انیس پہلے ہی اس کردار کا تعارف کرادیتے ہیں کہ اور صفات کے ساتھ ساتھ اس میں عرب کی فصاحت بھی موجود ہے۔ اس کے بعد مصرعوں کی اٹھان دیکھے۔ ”غصے میں ان کو کچھ نہیں رہتا کسی کا دھیان“، مگر کیسا غصہ؟ جو حق کی خاطر آتا ہے۔ ظلم و نا انصافی کے خلاف آتا ہے۔ اور پھر ”ہر بات میں ہے شیر الہی کی آن بان“، کس خوبی سے خرا و شور پر فخر کا اٹھا کرتی ہیں اور آخر میں:-

”یہ تو فقط حسینؑ کے صدقے میں جیتے ہیں“

اس لاقانی محبت کی جو دنوں بھائیوں میں ہے۔ چند لفظوں میں بیان کر جاتی

ہیں۔ واقعات آگے بڑھتے ہیں۔ دشمن کی فوج کا دریا پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ فوج پر کھانا اور پانی لانے کے راستے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ عباسؑ فوج کے سردار ہیں۔ اس لیے سب سے زیادہ فکر منداور مصروف ہیں۔

یہاں تک کہ دشمن کی قیادت خیز صحیح نمودار ہوتی ہے۔ دشمن کی فوج میں طبل جنگ بجھنے لگتا ہے۔ امام حسینؑ کی فوج کے گفتگی کے سوار بھی تھیارج کر مقابله کے لیے تیار ہیں۔ اب خییے میں امام حسینؑ کے حکم سے علم نکالا جاتا ہے وہی علم جو محمد مصطفیؐ کا علم تھا جس کے پہلے علیہ علیہ دارِ جعفر طیار تھے، جو اس علم کی حفاظت کرتے کرتے شہید ہوئے تھے۔ دوسرے علی مرتضیؑ، جس پر چشم کو بلند کر کے آپ نے بدر و حسین، خندق و خیر کی اڑائیاں سر کی تھیں۔ اس کا علم ملنا بہت بڑا اعزاز تھا اور ساتھ ہی بہت بڑی ذمہ داری بھی۔ آج حسینؑ یہ ذمہ داری کس کو سونپتے ہیں۔ ہر بھادر کے ذہن میں یہ سوال گردش کر رہا ہے۔ امام حسینؑ کے بھانجے عون اور محمد علیؑ کے نواسے اور جعفر طیار کے پوتے اور بقول اپنیں کے سب سے بڑا احتدرا را پنے کو سمجھتے ہیں۔ زوجہ عباسؓ کو ملتا ہے کہ یہ اعزاز ان کے شوہر کو نصیب ہو۔ علم لکھتا ہے۔ عورتیں علم کو دیکھ کر روئے لگتی ہیں۔ آج اس علم کے زیر سایہ حق و باطل کی جنگ ہوگی، کون زندہ رہے گا؟ کون شہادت پائے گا؟ یہ خدا جانے۔ دیکھئے عورتوں کی آپس کی باتیں اور باتوں باتوں میں دل کی بات کہہ جانے کا کتنا خوبصورت اور قدرتی انداز ہے:-

عباسؓ کی زوجہ یہ بیاں کرتی تھیں رورو کیو صاحبو بکھیں یہ علم ملتا ہے کس کو
زمبؓ کے پسر عمر میں چھوٹے ہیں ابھی تو تم شکل نبیؑ کے ہیں علی اکبر خوشنگو
خادم شہدیں کے ہیں تو عباس علیؑ ہیں
اس عہدے کے لائق جو اگر ہیں تو وہی ہیں

ذرا دلیلوں پر غور کیجئے، زینب کے بیٹے کم من ہیں۔ علی اکبر کا رتبہ تو بہت ہے کہ
ہمشکل رسول ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کو اتنی خطرے والی ذمہ داری نہیں ملنی چاہیے بلکہ
حسین کے خادم عباس ہی تو رہ جاتے ہیں اور انھیں کو اصل میں یہ عہدہ ملتا چاہیے۔
اور جب یہ خوشخبری ملتی ہے کہ علم کا عہدہ انھیں کے ذی مرتب شوہر کو ملا ہے تو
سرست اور شکر گزداری کا جذبہ دیکھنے کے قابل ہے:-

مرشدہ یہ سن ازوجہ عباس نے جس دم منہ سرخ خوشی سے ہوا تشویش ہوئی کم
بوی کہ بڑی فکر تھی پر اب نہیں پچھغم قربان تمہارے میں شہنشاہ دو عالم
محرومہ کوئین کے جانی کے تصدق
مولہ میں تری تشنہ دہانی کے تصدق

انکسار اور عاجزی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔ مگر یہ چھپا ہوا احساس بات بات
میں موجود ہے کہ دونوں کے ربتوں اور محبت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ انداز گفتگو
میں عورتوں کے روزمرہ کا اس طرح خیال رکھا گیا ہے کہ صاف پتہ چل جاتا ہے کہ ذکر
کس کا ہو رہا ہے۔ دیکھنے نہ ہونے:-

کیوں کر شہزادی کو ہے گود میں پالا نعلین اٹھانے لگے جب بھوی سنہجالا
(انداز بتاویتا ہے کہ نعلین اٹھانے والا چھوٹا بھائی ہے)۔

نام اپنا ہے خادم کا جو رتبہ ہوا بالا سب ملتے ہیں، ملتا ہے کہاں چاہئے والا
تو قیر جوان کی ہے تو نام شہ دیں ہے
جانیں گے سب کہ غلام شہ دیں ہے

لنجھ کی روائی اور بیان کی فصاحت، دلیلوں کا زور اور پھر اس پر فتح انداز بیان:-
کوئین میں والی کو نمرے کر دیا ممتاز عزت وہ نہ دیویں تو کرے کوں سرافراز

ہے دلبر زہرا کی محبت پر انھیں ناز وہ شمع ہدایت ہے یہ پروانہ جاں باز
 شمشیر کے شعلے سے نہل جائے گا عباس
 آنچھ آئے گی آقا پر توجہ جائے گا عباس
 مگر باتیں کرتے کرتے جیسے ایک دم خیال آیا کوئی یہ سمجھے کہ شاید شوہر کی طرف
 داری یا بڑائی کی جاری ہے:-

شوہر کی میں خاطر سے یہ کرتی نہیں گفتار عباس سا دنیا میں نہ ہوئے گا وفادار
 عباس کی وفاداری کی دلیل میں وہ بات منہ سے نکل جاتی ہے جس کو چھپانے کی
 شوہرنے تاکید کی تھی۔ روایت ہے کہ شرمنے حضرت عباس کو بہکانے کی بہت کوشش
 کی۔ ان کو پیش کش کی کہ اگر وہ حسین کا ساتھ چھوڑ دیں تو یہ زیدی لشکر کا سپہ سالار بنا دیں
 گے۔ شوہر یا محبوب کی قربانی اور ایثار پر زوجہ کو خود تو خیر خیر ہوتا ہی ہے مگر دوسروں کو بھی
 جتنا چاہتی ہے۔

بھڑکانے کے درپے ہی رہا شرست گار سالاری لشکر کے پیام آئے کئی بار
 جنمجنھلا کے وہ کہتے تھے کہ مر جانے کی جا ہے
 تکوار کے بھی زخم سے زخم سوا ہے
 منصب مر ارجانا ہے اور خلد کی جا گیر دنیا کے لیے چھوڑ دیں ہم دامن شیر
 کیا قبر ہے کیوں کرنا مجھے رنج و تعب ہو
 سن یوں کہیں قلبہ عالم تو غضب ہو
 اس رات تک مجھ سے بھی کہتے تھے ہر بار صاحب یہ ڈاما گوکارے کل کے مد گار
 عباس کو لشکر کا علم دیں شہ ابرار
 حضرت ہے کہ جب سامنے افواج ستم ہو

اس دوش پر توار ہو اور اس پر علم ہو
پھر یہ کہنا کہ ”میں کہتی تھی کیوں شاہ سے کرتے نہیں مذکور“ تو شوہر کے مند سے عالی
مرتبت بھائی کے درجے کا اقرار اپول کرتی ہیں:-

تھرا کے وہ کہتے تھے یہ میرا نہیں مقدور میں ذرہ ہوں وہ مہر ہیں میں خاک ہوں وہ نور
اور پھر خوشی سے بے حال ہو کر کہہ اُختتی ہیں:-

سامان تو خالق نے کیے سارے خوشی کے
پھولے نہ ساویں گے وہ اب مارے خوشی کے
میرا نہیں نے ایک اور مرثیے میں علم ملنے کے بعد زوجہ عباس کے جذبات
کیفیت کو یوں بیان کیا ہے۔

یہ سن کر آئی زوجہ عباس نامور شوہر کے سمت پہلے سمجھوں سے کی نظر
لیں سبط مصطفیٰ کی بلا کمیں پچشم تر زینب کے گرد پھر کے یہ بولی وہ نوہ گر
فیض آپ کا ہے اور تصدق امام کا
عزت بڑھی کنیز کی ، رتبہ غلام کا

سر کو لگا کے چھاتی سے زینب نے یہ کہا تو اپنی ماگ کو کھسے ٹھنڈی رہے سہ
”ماگ کو کھسے ٹھنڈی رہے“ خاندانی تہذیب میں اس سے بڑھ کر کوئی ڈعا ایک
عورت دوسرا عورت کو نہیں دے سکتی۔

زوجہ عباس کا جذبہ ایثار شکر و صرفت بے پناہ ہے۔ حضرت زینب سے جو بتاتی
کرتی ہیں اس میں حضرت امّم العین کا ذکر بھی آتا ہے۔ وطن واپس جانے کی ڈعا ہے
ہے اور علی اکبر کے بیاہ کی تہذیباً اور دعا میں بھی:-

قسمت وطن میں خیر سے پھر سب کو لے کے جائے

پیرب میں شور ہو کہ سفر سے حسین آئے

امم البنین جاہ و حشم سے پر کو پائے

جلدی شب عروی اکبر خدا دکھائے

مہندی تمحارا لال ملے ہاتھ پاؤں میں

لاوَ ذُلْمَنَ کو پیاہ کے تاروں کی چھاؤں میں

زوجہ عباس عرب کی بہادر عورت ہیں جو مقصد اور آن پر ہستے کھیلتے اپنی عزیز ترین

ہستیوں کو قربان کرنے کا حوصلہ رکھتی ہیں اور اس کا مظاہرہ زوجہ عباس روز عاشورہ

وقت ظہر کرتی ہے۔ حسین کے سب یاور و انصار اور بہت سے عزیز شہادت پاچے ہیں

اور اب فوج حسینی کے علم بردار، عباس، علی اکبر، اور سردار فوج حسین کے سوا اور کوئی باقی

نہیں۔ عباس جو صحیح سے مرنے پر کمر بستہ ہیں اور اجازت نہیں ملتی اب مزید تاخیر

برداشت نہیں کر پاتے اور جب بھائی سے رضا نہیں ملتی تو بہن اور بھاونج سے شفارش

کرانے خیہے میں جاتے ہیں۔ شہر بانو زوجہ امام حسین عذر کرتی ہیں۔ بھلا میں کیسے

حسین سے یہ کہوں کہ عباس کو رضادو۔ وہ یہ نہ کہیں گے:-

بانو نے مرتفعی کی کمائی کو کھو دیا بچوں کے واسطے مرے بھائی کو کھو دیا

عباس بڑی بہن زینب سے مدد کے طالب ہوتے ہیں تو وہ بھی بھاونج کی ہم نوائی

کرتی ہیں:-

پانی بھی مل رہے گا صغیروں کا ہے خدا

موقع نہ سمجھی کا ہے مشکل کشائی کا پچل بے تو کون ہے پھر میرے بھائی کا

زینب چھوٹے بھائی کو بھی بہت چاہتی ہیں۔ بڑی قدر کرتی ہیں۔ مگر حسین صرف

بیمارے بھائی ہی نہیں بلکہ وہ انھیں اسلام کی سلامتی کا ضامن سمجھنے کی وجہ سے ان سے

گہری عقیدت بھی رکھتی ہیں۔ اور اسی لیے ان کی جان کی گلر سب سے زیادہ ہے۔ کوئی عام مزاج کی عورت ہوتی تو کڑھ کے رہ جاتی کہ نند کو گے بھائی کی فکر ہے۔ میرے شوہر کی نہیں۔ مگر وہ غالباً طرف بی بی اُسی بات سوچ بھی نہیں سکتی تھی:-

کہنے لگی یہ زوجہ عباس خوش صفات واری بھلا کون سے وساں کی ہے بات مشکیزہ لے کے گریہ نہ جائیں سوئے فرات پھر نہ نہ بچوں کی ہو کس طرح حیات

ہر وقت کبریا سے طلب گاہر خیر ہوں

آگے جو کچھ سبھوں کی رضا میں تو غیر ہوں

(مراثی امیش جلد چہارم صفحہ ۱۶۲)

آخری مضرے کی بلاعث پر غور کیجئے۔ یہ خالص ادبی تہذیب کا لاب و لبجہ ہے۔ جو جانتے ہوئے بھی کہ اس سے زیادہ حقدار اس سے زیادہ چاہنے والا نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔ وہ مرد اور لاج کی وجہ سے بھی کہتی ہیں۔ ”میں تو غیر ہوں“۔ لیکن جب شوہر کو جنگ پر جانے کی رضام جاتی ہے:-

دل ہل گیا سینے میں رٹاپے کی خبر سے

حالت یہ تھی کہ:-

چہرا تو فتن ہے گود میں ہے چاند سا پر مانع ہے شرم روتنی ہے منہ پھیر پھیر کر موقع نہ روکنے کا ہے، نے بول سکتی ہے
حضرت کے منہ کو زگسی آنکھوں سے تکتی ہے

لیکن دل بیقرار کسی طرح چیعنہ نہیں لینے دیتا۔ دل کہتا ہے ثیرا در دسب سے زیادہ امام حسین کی بیوی سمجھ سکتی ہیں کہ وہی مصیبت انھیں بھی در پیش ہے۔ شوہر کو موت کے سفر پر جاتے دیکھ کر چاہنے والی بیوی کی کیا حالت ہوتی ہے:-

کہتی ہے روکے بانوئے عالم سے بار بار ہم کو تباہ کرتے ہیں عباس نامدار
ہے لوفٹیوں کے باب میں بی بی کو اختیار کچھ آپ یوتی نہیں میں آپ کے شار
کہیے جو روکنے کی کوئی ان کے راہ ہو
اب عنقریب ہے کہ میرا گھر تباہ ہو

مگروہ کیا بولیں کہ صبح سے دیکھ رہی ہیں کہ جو جاں ثار اس را پر گیا واپس نہ آیا۔
ان کو خاموش پا کر بے قراری میں پکارا رکھتی ہے:-

اکابر کا واسطہ کوئی تدبیر کیجئے امداد بہر حضرت شبیر کیجئے
کچھ دل کو ہو قرار وہ تقریر کیجئے پہلا وہ باندھتے ہیں نہ تاخیر کیجئے
کیا غصب کی مصوری ہے۔ دیکھئے وہ تو پہلا بھی باندھنے لگے اب دیری کی تو غصب
ہو جائے گا۔ مگر اس بے قراری میں بھی یہ احساس باقی ہے کہایسے وقت میں اس کی یہ
ترپ بے جا ہے۔ محدث کا انداز دیکھ کر دل لرز جاتا ہے۔

اب دل ہے میرا اور کئی غم کے تیر ہیں
بی بی میں کیا کروں مرے پچھے صغير ہیں
اپنی الفت و محبت کا تذکرہ کرتی ہیں مگر یہ کہہ کر کہ میرے پچھے بھی نئھے نئھے سے ہیں
وہ سب کچھ کہہ جاتی ہے جو ایسے وقت عورت کہہ سکتی ہے۔

عباس بہادر ہیں، جاں ثار ہیں۔ مرنے پر کمر کس پھے ہیں۔ اور اس مقصد پر جان
دینا دنوں جہان کی سعادت جانتے ہیں۔ مگر انسان ہیں، دل میں یہوی کی محبت، پھوپھو
کی الفت بھی تو موجز ہے:-

عباس دیکھتے ہیں جو زوجہ کا اضطرار ہوتا ہے تیر غم جگر نا تو ان کے پار
روتے ہیں خود مگر یہ اشارہ ہے بار بار شوہر کے غم میں یوں کوئی ہوتا ہے بیقرار

آؤ ادب سے دلبر زہر کے سامنے
روتی ہیں لوٹدیاں کہیں آقا کے سامنے

بیوی کو بھی سمجھایا جا رہا ہے۔ اس اعلیٰ مقصد کو بھی یاد دلا رہے ہیں۔ جس کی خاطر

جامع شہادت پینا ہے:-

کھولا ہے گوند ہے بالوں کو صاحب یہ کیا کیا روتی ہوتی ہے تو روتا ہے فرزندِ مدد لقا
خیرالتا کے لال پچ ہوتے ہیں ہم فدا شادی کا ہے مقام کہ ما تم کی کی ہے یہ جا

ایذا میں صبر صاحب ہمت کا کام ہے

میری بھی آبرد ہے، تمہارا بھی نام ہے

”میری آبرد“ اور ”تمہارا نام“ یعنی دنیا تھیں کو سراہے گی کہ کیسی صاحب ہمت

بی بی تھی کہ کسی بات کی پرواہ نہ کی اور شوہر کو نواسہ رسول پر قربان کر دیا۔ چاہئے والے
شوہر کے دل پر اس وقت جو گذر رہی ہے اور جس طرح دلداری کی جا رہی ہے اس کا

پروقار اور دل گداز انداز دیکھئے۔

لو پونچھ ڈالو آنسوؤں کو بہر ڈوال جلال دیکھو زیادہ رونے سے ہو گا ہمیں ملال

میری مفارقت کا نہ کچھ بھی خیال قائم تمہارے سر پر رہے قاطمہ کا لال

غم چائیے نہ آہ و بکا چائیے تھیں

شہ کی سلامتی کی دعا چائیے تھیں

گھبرا جاتے ہیں کہ کہیں امام بجاوچ کو روئے نہ دیکھ لیں:-

کیا اشکِ خوں بہا کے بگاڑوگی میرا کام ہم ہاتھ جوڑتے ہیں، یہ ہے صبر کا کام

پوچھیں حضور گر کہ تھیں کیا قبول ہے

صاحب یہ کہیو تم کو رنڈا پا قبول ہے

بھیجی کی مصیبت اور صبر کی تعریف کر کے بیوی کے سامنے مثال پیش کی جاتی

ہے:-

قائم کو دیکھو جانب کبریٰ کرو نگاہ گذری جوشب تو صح کو گھر ہو گیا تباہ
دشمن کو بھی دکھائے نہ اللہ ایسا بیاہ کیا صابرہ ہے دختر شیریٰ واد واد
تکنی پیس یوں جہاں میں جفا رانڈ ہونے کی
آواز بھی بھلا کوئی ستتا ہے رونے کی

آفت میں صبر کرتی ہیں اس طرح لبی بیان ہوتا ہے صابروں کا مصیبت میں امتحان
جل جائے دل مگرنے اٹھئے آہ کا دھواں اُف کچھ نہ منھ سے، جو پہنچے یلوں پہ جاں
چرچا رہے کہ وقت پ کیا کام کر گئی
چھوٹی بھو علیٰ کی بڑا کام کر گئی

آخری مصروف سارے بیان کی جان ہے۔ تم علیٰ کی بہو ہو، اس مجاہد کی جس نے اپنا
سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا تھا۔ تھیں اس عظیم شخصیت کی بہو ہونے کے قابل بننا
ہے کہ دنیا پہچان لے کہ یہ علیٰ کی بہو ہے۔ بڑے عزم اور حوصلے کی عورت۔ چھوٹی
ہونے کے باوجود دنیا میں وہ کام کر گئی جو بڑوں بڑوں کے بس کا نہیں ہوتا۔

زوجہ عباسؓ کی یہ بے قراری بہ تقاضائے بشری تھی۔ ورنہ وہ تو پہلے ہی سے شوہر کو
مرنے کی رضادے پچلی تھی:-

شوہر نے یہ کلام کیے جب بچشم تر
چپ ہو گئی وہ صاحب ہمت جھکا کے سر

ایک اور موقع پر حضرت عباسؓ بیوی کو سمجھاتے وقت اپنی ماں حضرت اُم الینینؓ کا
ذکر کر کے گویا ان کو یہ جتنا چاہتے ہیں کہ دیکھو میری ماں کیسی صاحب عزم ہے کہ اس

نے بیٹوں کو اس عظیم مقصد پر قربان کرنے بھیجا ہے۔

جاؤ جو وطن و تجیب اماں کو یہ پیغام جو آپ نے فرمایا تھا وہ میں نے کیا کام
کاندھے پر اٹھایا علمِ لشکرِ اسلام سقائے حرم آپ کے بیٹے کا ہوا نام
عباسؓ میدانِ جنگ کی سمت روانہ ہو جاتے ہیں اور ہزاروں دشمنوں سے نبرد آزما
ہوتے ہیں۔ ائمہ وہ روایت پھر بیہاں بیان کرتے ہیں کہ شریز یہی فوج کا سپہ سالار
عباسؓ ابن علیؑ کو بہکانے اور لالج دے کر اپنی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ سن کر
عباسؓ رنج و غصے سے بے حال ہو جاتے تھے۔

سرتا بہ قدم کا پ گیا عاشق شیر فرمایا زبان بند کر او ظالم بے پیر
میں عاشق شیر ہوں اور الی وفا ہوں
سر تن سے جدا ہو پہ نہ بھائی سے جدا ہوں
اور خوارت سے اس کی پیش کش کو تھکردا یتے ہیں:-

خلعت ترا کیا چیز ہے او ظالم بے پیر یا حلہ فردوس ہے یا دامنی شیر
مختر ہیں کوثر کے ہماری ہے یہ تو قیر منصب ہے غلامی شا اور خلد ہے جا گیر
کچھ حشمت ظاہر کی ہمیں چاہ نہیں ہے
وال دوست دنیا ہے تو یاں دوست دین ہے
فوج کفار بیہاں عباسؓ بن علیؑ کو بہکانے میں ناکام رہی تو دوسری چال چلتی ہے اور
امام حسینؑ کو غلط فتحی اور بدگمانی میں بنتا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ایک شخص خیلے کے
قریب آ کر چلاتا ہے:-

اس فوج میں عباسؓ امیر عرب آیا
عباسؓ علمدار ہماری طرف آیا

امام حسین پر تو اپنے بھائی کی سیرت آئینے کی طرح روشن تھی۔ وہ لشکر یزید کی مناقبت کی اس بات پر ایک لمحے کے لیے بھی دھیان نہیں دے سکتے تھے:-
 اکبر سے یہ بولا پسر مجرم صادق کافر ہیں، جنگاکار ہیں، مفسد ہیں یہ فاسق یہ بات نہیں رتبہ عباس کے لائق وہ ہے مرشیدا، مرایاور، مراعاشن لیکن الہی حرم کے خیطے میں یہ خبر دوسری طرح پہنچتی ہے۔ وہاں بھی حضرت نہب فوراً کہتی ہیں کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔ زوجہ عباس اہل حرم کو گجر ایسا اور پریشان دیکھ کر سمجھتی ہیں کہ شاید عباس نے شہادت پائی۔ ایک ایک سے گھبرا گھبرا کر ان کی خیریت پوچھتی ہیں۔ سب بیباں خاموش رہتی ہیں مگر کم سن سکتیں یہ سب کیا جانے؟

اور کہتے ہیں آپس میں خوشی ہو کے یہ اعدا عباس ملا ہم سے، شہدیں ہوئے تھا وہ رات ہی شوہر کے منہ سے اعدا کا پیغام سن پچی ہیں، مگر سعادت اور شرف یقین میں ذرا سائک پیدا نہیں ہونے دیتیں۔ بھائی کو بھائی سے جو محبت ہے اس سے وہ خوب والفت ہیں۔

عباس پھرے شہ سے نہ مانوں گی غلط ہے
 میں روئی تھی شب کو تو یہ سمجھاتے تھے ہر بار تم لوٹھی ہوا اور میں ہوں غلام شہابدار
 سردار پہ کل ہو گا تصدق یہ علمدار کچھ اپنے رنڈاپے کا نہ غم تکو زنبہار
 فدیہ ہوں میں اس کا جو محمدؐ کا خلف ہے
 میری بھی سعادت ہے تمہارا بھی شرف ہے
 گردل میں نہ جانے کیسی ہوک اٹھ رہی تھی، کنہے کی نظر میں سبک ہونے کے خیال
 سے کلیچہ بیٹھا جا رہا تھا:-
 اس سوچ میں پھرتی تھی سر اسی سہ وہ مختصر اس کا بھی نہ تھا ہوش کہ کب گرگی چادر

رخ زرد تھا، دل کا عپتا تھا سینے کے اندر وہ رکھا کہ اب کیا کہیں گے آن کے سرور
یہ دوسرا اور خوف بالکل فطری بات ہے، لاکھ یقین اور بھروسہ ہو مگر انسان کیا کہہ
سکتا ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ عرب کی غیرت دار بیٹی کا یہ جذبہ دیکھتے:-

یارب نہ سنوں میں کہ جدا ہو گئے عباس

یہ غل ہو کہ بھائی پہ فدا ہو گئے عباس

بیجوں کے رن میں جو مفصل خبر آئے کیا وجہ جو گھر میں نہ شہر بخود برآئے
شرستم آرا کی نہ امید برآئے آپ آئیں ویا منک علم خون میں ترآئے
کھل جائے کہ عاشق تھا شہر بدوسرا کا

شہر ہو جہاں میں مرے والی کی وفا کا

آب رنڈا پے کی فکر نہیں۔ بچوں کی تیزی کا دھیان نہیں، شوہر کی محبت اور جدائی کا
احساس نہیں، درد فراق کی میں نہیں۔ اب تو آن پر آبی ہے۔ دل کا حال کس سے
کہیں؟ بینا کم سن سہی گر ہے تو ان کا اپنا بینا بلا کر کریں ہیں:-

ویکھ آؤ کہ لڑتے ہیں کہ مارے گئے عباس

غیرت سے موئی جاتی ہوں میں بیکس و ناچار کہتے ہیں عدو، پھر گیا بھائی سے علمدار
جانتی ہیں کہ یہ بات جھوٹ ہے مگر غصہ اس پر ہے کہ آخر انہوں نے دشمن سے بات
ہی کیوں کی۔ ان دو شعروں کو پڑھئے۔ رفاقت، محبت، اعتقاد اور بھروسے، شکوہ شکایت
کی تقدیمی داستانیں اس میں چھپی ہیں:-

صد قلچی کہیو مری جانب سے بکرار کیا قبر ہے تم شر سے کیوں کرتے ہو گفتار
وہ تفرقة انداز ہے، مردود خدا ہے
شیئر کے دشمن سے علاقہ تھیں کیا ہے

بہادر باپ اور صاحبِ غیرت ماں کا پچھہ میدانِ جنگ میں جانے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو پچھوپھی زندگی میقرار ہو کر بجاوج سے کہتی ہیں:-

عماں کی ہے خیر، عبیث روئی ہو بی بی پچھے کو بھلا ہاتھ سے کیوں کھوتی ہو بی بی
مگر پچھے کس ماں کا پچھے ہے:-

کہتا تھا وہ معصوم لیے ہاتھ میں توار کیوں روکا ہے جانے دوسوئے انٹکر کفار رکھتے ہیں مرے باپ پر تھت یہ شنگر اس جھوٹ کی دیتا ہوں سزا میں انھیں جا کر خاندانی محبت کا یہ منظر کتنا پر اثر ہے:-

آنکھوں میں بھرے اشک وہ کرتا تھا یہ تقریر لیتی تھی بلا کس شہ ولگیر کی ہمشیر منہ چوم کے فرماتی تھیں یہ بانوئے ولگیر صدقے تری جرأت کے میں اے صاحبِ ششیر تھت کوئی رکھ سکتا ہے بابا پر تمہارے یہ کرو فریب الہی شقاوتوں کے ہیں سارے ناگاہ میدانِ جنگ میں شور بلند ہوتا ہے:-

لو عنیض میں فرزند امیرِ عرب آیا توار علمدار نے کچھنی غصب آیا اور یہ سنتے ہی یہوی کا دل، اطمینان، فخر اور سرث سے سرشار ہو جاتا ہے:-

سرخی سی یہوئی چاند سے چہرے پر نمودار پردے سے لگی دیکھنے رون کو وہ دل افگار اور پھر یہو یوں سے مخاطب ہو کر بولیں:-

سب سے کہا دیکھو یہ دعا ہے کہ دعا ہے بھائی کو علمدار نے چھوڑا تو یہ کیا ہے اب تک کسی سے آنکھیں چار کرنے کا حوصلہ نہ رہا تھا۔ اور اب خود امامِ وقت سے بے خوفی فخر سے کہا جا رہا ہے:-

کس شان سے لوتا ہے غلام آپ کا داری

اور پھر توجہ دلائی جاتی ہے:-

عباس کے ہاتھوں سے اسکیے کی لڑائی کو تو دیکھو
لڑکوں سے اسکیے کی صفائی کو تو دیکھو
کیا آپ کی الفت ہے اس الفت کے میں قربان
بیٹھے کا خیال ان کو نہ اسدم ہے مراد ہی ان
لڑنے میں بھی جاری ہے زبان سے بھی ہر آن
لنش قدم شہ پر تصدق ہے مری جان
اور باتیں کرتے کرتے پھر ایک دم کلیجے میں ہوک مٹھتی ہے اور یہ روح فرسا
حقیقت یاد آ جاتی ہے اس لڑائی کا انعام کیا ہے تو بے قراری میں کہہ مٹھتی ہے:-

لڑکوں میں وہ نہتا ہیں یہ لوڈڑی ہے قلق میں

صدتے گئی کچھ سمجھے دعا بھائی کے حق میں

امام حسینؑ جو بھائی کی جدائی میں خود بیقرار ہیں مگر اس بیقراری کو دل کی گہرا نیوں
میں چھپا رکھا ہے۔ بھاونج کے سامنے بھائی کی بھادری اور وفا و محبت کی تعریف کر کے
اس کا دل بڑھاتے ہیں مگر تسلی میں بھی یا یوئی مضمر ہے:-

شہ بو لے دعا کرتا ہے سینے میں مرادل آس کرے اللہ مرے بھائی کی مشکل
صادق ہے محبت میں وفاداری میں کامل کس شوق سے طے کرتا ہے وہ عشق کی منزل

دورو زکی اس بھوک کے اور پیاس کے صدقے

شبیر و فاداری عباس کے صدقے

بھاونج سے بھائی کی محبت اور احسان کا اعتراف کیا جا رہا ہے:-

محبوب خدا ہیں ترے شہر کے شاخوں یہیں اس کی شجاعت کے معرف شیر والا

اور حمزہ و عزفر بھی ہیں شرمندہ احسان

اور یہ کرن کر جان ثار بھائی کی بیوی اپنی وفاداری کا یقین یہ کہہ کر دلائی ہے:-

دنیا میں رہیں آپ سلامت یہ دعا ہے

عباس سے سو ہوئیں تصدق تو بجا ہے

گمراں جذبہ صادق کے باوجود عورت پھر عورت ہے جس کے لیے محب شوہر کی
جدائی سے بڑھ کر عظیم صدمہ اور کوئی نہیں۔ ساری دنیا کی چاہئے والی بیویاں اس
جذبے کی شدت میں یکساں ہیں، انہیں نے حضرت عباس کی شہادت کے بعد زوجہ
عباس کی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ انھیں جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔

حضرت عباس نہ پر شانے کنانے کے بعد ابدی نیند سو گے۔ گھر میں شہید کی لاش
نک نہ آسکی کہ سارا تن گلزارے ٹکڑے تھا، صرف چھدی مشک اور خون آلو علم آیا ہے۔

اس وقت:-

زیر علم تھا زوجہ عباس کا یہ حال	ما تھا بھرا تھا گاں بنے پکھرے ہوئے تھے بال
چالاتی تھی یتیم ہوئے میرے دونوں لال	دنیا سے کھو گئے مجھے عباس خوش خصال
ہے ہے علی کا نور نظر مجھ سے پھٹ گیا	
میں راثد ہو گئی مرا اقبال لٹ گیا	

ناگہ صد اعلیٰ کی یہ آئی کہ اے بھو	زانو پر تھا مرے سر عباس بیک خو
آئی ہے تیرے پر سے کو زہرا کشادہ مو	بی بی بس اب حسین کو، روکر زلانہ تو
بھائی کے غم میں لال مرا درد مند ہے	
اب صبر کر کہ صبر خدا کو پسند ہے	
(مراثی انہیں جلد چہارم صفحہ ۲۶)	

اللہ رے دل خراش علی کی بھو کے بین	سکان آسمان وزمیں کو بھی تھا نہ چین
چادر پڑی تھی منہ پر کہ تھے سامنے حسین	تھا نے تھی ہاتھ خواہر سلطانِ مشرقین

کھلے تھے تیغ غم سے دل سوگار کے
حکم حیا یہ تھا کہ نہ رونا پکار کے

امام حسینؑ وہاں سے ہٹ جاتے ہیں کہ بد نصیب بیوہ دل کی بھڑاس نکال لے تو
زوجہ عباسؑ کے ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں اور عالم بیقراری میں شوہر کی روح
سے مخاطب ہو کر با تمیں کرنے لگتی ہیں:-

چشمِ تصور سے دیکھئے! نہیں تصور کی بھی کیا شرط ہے۔ آپ نے اپنے عزیزوں،
دوستوں، ہمسایوں کی نہ کسی کے ایسا سانحہ دیکھا ہوگا۔ کمزیل جوان شہر مر گیا ہے۔
جوان بیوہ اور ننھے ننھے بچے رہ گئے ہیں۔ اس وقت بیوہ کی جو حالت ہوتی ہے وہ لوگوں
سے دیکھی نہیں جاتی۔ میں نے میت پر گریہ و ماتم کو مراد اور ناجائز قرار دینے والی عورتوں
کو بھی ہمل کی طرح تڑپے اور ایسے دل خراش بین کرتے دیکھا ہے کہ سننے والے کا کلیج
پھٹنے لگتا ہے۔ میرا نیس نے حضرت عباسؑ کی بیوی کی جو حالت دیکھائی ہے، جو میں ان
کے منہ سے کرائے ہیں اس میں کسی بھی بیوہ عورت کے نازک احساسات و جذبات کی
مکمل اور حقیقی ترجیحی ملتی ہے اندرازیاں ضرور ہندوستانی عورت کا ہے مگر دل کے زخم
سے جو ہورس رہا ہے وہ ہر درمند بیوہ کے دل کا ہو سکتا ہے:-

کل تھی سہاگن آج تو میں سوگوار ہوں بیوہ ہوں، جاں بلب ہوں، غریب الدیار ہوں
جان علی ہیں آپ تو میں جاں فثار ہوں ہاں ناز ہے تو یہ ہے کہ خدمت گزار ہوں

جنگل میں چھور یئے نہ مرا ہاتھ تھام کے
سیئے ہیں آپ امام کے بھائی امام کے

والی کہاں یہ رانڈ تیموں کو لے کے جائے اس کربلانے لوث لیا مجھ کو ہائے ہائے
کیا اس کی زندگی جسے وارث سے یاں ہو میری بھی قبر آپ کی تربت کے پاس ہو

رات تو شوہران کے پہلو میں تھا۔ بیمار و محبت کی باتیں ہو رہی تھیں۔ چند گھنٹے میں
یہ کیسی قیامت ٹوٹ پڑی:-

کہتے تھے شب کو بھر کے دم سردوم بدم تم ہم کو چاہتی ہو، تمھیں چاہتے ہیں ہم
سو سرخا جو دے تو شاہِ اُمم گر ہے تو بس تمہاری جدائی کا ہے الٰم
کل ہم ہیں اور خبر و شیش و تیر ہیں
اس کا بھی غم بڑا ہے کہ بچے صغیر ہیں

یہ باتیں یاد آتی ہیں تو کلیچہ چھٹنے لگتا ہے۔ ضبط و شرم کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں:-
کیسی یہ غلطت آج ہے اے شیرحق کے لال بچوں کی اب نہ فکر نہ لونڈی کا ہے خیال
بھاتی ہی جس کے بالوں کی بوآپ کوکال اس نے تمہارے گل میں کھولے ہیں مر کے بال
اب وصل کے نہ دن، نہ شہین اشتیاق کی
کیوں کر کٹیں گی آہ یہ راتیں فراق کی

صاحب تمھیں تو سونے کو ہاتھ آئی خوب جا دریا کا قرب، سرد ترائی، خنک ہوا
میں اور آپ آج کی شب تک نہ تھے جدا بستر کو خانی دیکھ کے گزرے گی مجھ پر کیا
ترپوں نہ کس طرح کہ نئی واردات ہے
صدقے گئی فراق کی یہ پہلی رات ہے

در دو غم کا دریا جوہر میں مارتا بھا چلا جا رہا ہے:-

کیونکر کہوں کہ آپ میں مہر و مقام تھی میری ہی خاک قابل خاک شفائد تھی
اتنا گلمہ ہے بس کہ یہ غلطت بجا تھی کیا پاکتی بھی اک مری تربت کی جانتے تھی
بے وجہ خیر خواہ سے منہ موڑتے نہیں
ساتھی برا بھی ہو تو اسے چھوڑتے نہیں
(چھ بند مراثی انس جلد چہارم صفحہ ۲۸)

یہ میں ہر سار مرد اور درد مند عورت کے دل کو تپادیتے ہیں۔ کیونکہ اسی سے ملتی جلتی حالت انھوں نے بھی اپنی یا اپنے کسی پیارے کی دیکھی ہے۔ الٰہی بیت کی مصیبت انھیں اپنی مصیبت محسوس ہونے لگتی ہے۔ جیسے یہ سب ان پر بھی بیت رہا ہے۔ زمان و مکان کا فرق ذرا دیر کے لیے مت جاتا ہے۔ دل دروغم سے بھر جاتے ہیں، آنکھیں بولنے لگتی ہیں۔

اور یہی انسُن کا مقصد ہے اور یہی ان کے کلام کی کامیابی

حضرت امام حسینؑ رخصت آخر کے لیے خیئے میں تشریف لائے۔ الٰہی حرم الوداع کہہ کر گھوڑے پر سوار ہوا چاہتے ہیں اس وقت زوجہ عباسؑ کا یہ بیان میرا نہیں نے تہایت پُرانِ ظلم کیا ہے:-

یہ کے ذوالجناح تو روتا تھا زار زار جلاتی تھی یہ زوجہ عباسؑ نامدار صاحب اٹھوٹرائی سے میں آپ پر شمار آقا سوار ہوتے ہیں آتا ہے راہوار
یاں آکے ساتھ جاؤ امام غیر کے

سایہ کرو کہ دھوپ ہے سر پر حضور کے

(میرا نہیں جلد دوم صفحہ ۳۰۵)

(بحوالہ:- خواتین کر بلاء۔ کلام انسُن کے آئینے میں ازصالح عبدالحید حسین)

۱۳..... باب

حضرت اُمّ البنینؑ

اور اولاً دفاطمہ زہرؓ کی محبت

مدینے سے امام حسینؑ کا سفر اور
حضرت اُمّ البنینؑ کا اضطراب

جب اُمّ البنین، ولایت کے اس نورانی مرکز (بیتِ علیؑ) میں داخل ہوئیں تو محبت اور مہربانی سے دسویں ماں کی طرح حسینؑ، زینبؓ کبریٰ اور اُمّ کلثوم کی دیکھ بھال فرمائی۔ اس وقت امام حسنؑ و امام حسینؑ کی طبیعت ناساز تھی۔ آپ ان کی تیارداری کرتیں اور رات ان کے سرہانے جاگ کر گزارتی تھیں۔

اُمّ البنینؑ کی تربیت نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی، علمی اور اخلاقی اوصاف میں بھی وہ بلند رتبے پر فائز تھیں۔ قرآن و حدیث کا علم انہوں نے حضرت علیؑ سے سیکھا۔ وہ آیت مودت کی تفسیر سے واقف تھیں، فاطمہؓ اور اولاً دفاطمہؓ کی محبت کو واجب سمجھتی تھیں۔

۲۸ رب جمادی ۶۰ھ کو امام حسینؑ علیہ السلام نے مدینے کو الوداع کہا، قافلہ چلنے کو تیار

تھا۔ شہزادیوں کے ناقے آگے بڑھ چکتے، سب سے آخر میں حضرت عباسؓ عالمدار اپنے سواری کے گھوڑے مر تجوہ کے قریب آئے تاکہ سوار ہو کر آگے بڑھیں، عصمت سرا سے ایک کنیٹ برآمد ہوئی، اور با ادب حضرت عباسؓ سے کہا کہ آپ کو حضرت اُمّ المیتینؓ یاد فرمائی ہیں۔

حضرت عباسؓ عصمت سرا میں داخل ہوئے، دیکھا کہ ماں دروازے کے قریب گریاں و پریشان کھڑی ہیں۔ عباسؓ نے ادب سے سرخم کر دیا۔ اور فرمایا:-
ماور گرامی آپ مجھے رخصت کر چکی تھیں، اب کیوں بُلا یا ہے۔
اُمّ المیتینؓ نے فرمایا:-

بیٹا عباس! یہ حسینؓ، فاطمہ زہراؓ کی امانت ہے جو میں تیری حفاظت میں دے رہی ہوں۔ عباسؓ ازہراللیؓ کی امانت سے خبردار حسینؓ کو میں تجوہ سے لوں گی۔ بیٹا اپنی جان کو جان نہ سمجھنا، حسینؓ پر آج چ آئے تو اپنی جان حسینؓ پر فدا کر دینا:-

میں جانتی ہوں اُس کا تعاشق ہے مری جان
عباسؓ مرے لال سے رستے میں نگہبان

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں:-

عباسؓ نے کی عرض میں جب تک ہوا۔ سلامت
بھائی پہ خدا چاہے تو کچھ آئے نہ آفت
اللہ سے تم بھی دعا مانگیو حضرت
شیرؓ سلامت رہے بندے کی ہو رحلت
سامان تو بڑے یہاں سے کئے جاتا ہے عباسؓ

بیٹے بھی تصدق کو لیے جاتا ہے عباس
مدینے سے سفر کے وقت حضرت اُمّ الْمُنْعِنَ اپنی پوتی حضرت سکینہ سے گفتگو فرماتی
ہیں۔ اس منظک کو مرزا دیرا اس طرح پیش کرتے ہیں۔

﴿۱﴾

اس باغ کے جب پھولے پھلنے کے دن آئے
اک دفعہ مدینے سے نکلنے کے دن آئے
اور گرمیوں کی دھوپ میں جلنے کے دن آئے
قبروں کی طرف پاؤں سے چلنے کے دن آئے
کوفہ کی عزیمت ہوئی شاہ دو جہاں کی
تقدیر وہاں لے چلی تھی خاک جہاں کی

﴿۲﴾

پردوں سے کمر باندھ کے جس دم ہوئے تیار
شہ سے یہ کیا مادر عباس نے اظہار
واری مرے لے چلنے سے تو کرتے ہوا انکار
بس حشر پر موقوف ہے اب پیاروں کا دیدار
محبوب کو اپنے علم شیر خدا دو
طوبی مجھے عباس کے کامنے پر دکھا دو

﴿۳﴾

حضرت نے منگایا علم خیر اُمّ کو
عباس کے کامنے پر دھرا پسِ علم کو
ماں یوں کہ اب حضرت کوثر رہی ہم کو

آنکھوں سے ملا بڑھ کے سکنڈ کے قدم کو
وہ کہنے لگی دادی نہ چومو کف پا کو
جو اور کھو بیبا سے دلوں دلوں پچا کو

• • • (۴) • • •

وہ بولی تمنائے سفارش نہیں جانی
شہہ کرتے ہیں خود فدویوں کی مرتبہ دانی
میں چاہتی ہوں تم سے یہ اقرار ربانی
پردویں میں جب بند ہو شیرپ پاپی
نا خضر کو مشغیزہ نہ الیاس کو دینا
سقائی تم اپنی مرے عباس کو دینا

• • • (۵) • • •

اقرار کیا اُس نے کہ اچھا مری دادی
دادی نے وہن چوما بلاسیں لیں دعا دی
یثرب سے روانہ ہوا کونین کا ہادی
اور خضر شہادت نے رو گود بتا دی

غرے کو محروم کے وہاں پہنچے یہاں سے
نوروز^۹ کے رستے پر رہا خلد جہاں سے
(مرزا ذییر)

کر بلا میں حضرت عباس^{۲۸} رجہ کو حضرت اُمّ الہین کی وصیت کو یاد کر رہے
ہیں۔ جو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عباس سے کی تھی۔ مرزا ذییر حضرت عباس کے
اس بیان کاظم کر رہے ہیں۔

جب بھائی کے ہمراہ ٹلن سے میں چلا تھا
 رخصت کے لیے والدہ کے پاس گیا تھا
 سینے سے لگایا تھا سر اور پیار کیا تھا
 روئیں تھیں بہت اور مکرر یہ کہا تھا
 جاتے تو ہوشیَّر کے ہمراہ خوشی سے
 عباس خبردار حسین ابن علی سے
 شیبیر مرا لعل ہے شیبیر مری جان
 تو میرے پسر فاطمہ کے پیارے پے قربان
 چھوڑے گا کسی دکھ میں جو تو بھائی کا دامان
 محشر میں مرا ہاتھ ہے اور تیرا گریا
 میں ذودھ نہ بخشوں گی اور آزردہ مروں گی
 پھر عرش ہلا کر تری فریاد کروں گی
 گر تجھ سے ہوئے کچھ بھی خفا سب سطح تیبیر
 پھر تو مرا فرزند ہے نے میں تری مادر
 مرتے ہوئے منھ تیرا نہ دیکھوں گی بلا کر
 گر تیری قضا ہوگی مرے سامنے دلبر
 لوگ آئیں گے پُرسے کو تو پُرسا بھی نہ لوں گی
 نے روؤں گی تجھوں نہ عزادار میں ہوں گی
 مادر کا بیان سنتے ہی میں کانپ گیا تھا
 بھائی پہ فدا ہونے کا اقرار کیا تھا

یہ سنتے ہی دور ان کا ہوا رنج و بُکا تھا
 خوش ہو کے کہا بس یہی مطلوب مرا تھا
 بابا تو شہنشاہ شجاعانِ عرب تھا
 اتنا یہ مگر دودھ کا مادر کے سبب تھا
 (مرزا دبیر).

۲۸ رجب ۶ھ کو اولادِ وصیت:

جب مدینے سے سید الشهداء روانہ ہونے لگے تو حضرت اُمّ اہمین نے اپنے فرزندوں سے فرمایا۔

”میرے بچوں میں تمہیں وصیت کرتی ہوں تمہارے آقا و مولا امام حسین“ کے بارے میں کہ انی نصرت میں تقصیر اور کوتاہی نہ کرنا،“
 (ام اہمین علیہ السلام۔۔۔ شیخ نعمۃ السعادی۔۔۔ ص ۲۸)

باب ۱۵۔

حضرت اُم البنین

سے شر کی رشتہ داری نہیں تھی

شمرذی الجوشن الصبائی:

شجر حقارت کا کڑوا پھل۔ ۱۰ ایا ۱۱ ہجری میں خناز بن حارث بن فمع کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اور وہ بنی عدرہ بن زید لات کے قبیلہ سے تھی۔ خناز کے لغوی معنی اس بد بودا عورت کے ہیں۔ جس کو برس کا مرض ہو۔ اصلی نام کا پتہ نہیں۔ شر نے برس کا مرض اپنی ماں سے ورش میں حاصل کیا تھا۔ اس کے باپ کا نام شرجیل بن اعور تھا۔ ذی الجوشن اس لیے کہتے تھے کہ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا۔ بقول بعض پہلے اپنے ڈنڈ پر جوش اُس نے ہاندھا تھا۔ ضباب ایک بیماری کا نام ہے۔

شر کے متعلق حضرت رسول اللہ کی پیشگوئی:-

ابن اشیر (بنی امیہ کے نمک خوار) نے "اسد الغابہ" میں شر کے باپ ذی الجوشن کو صحابی رسول ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ شر کے متعلق یہ پیشگوئی کرچکے تھے۔

"رسول اللہ فرماتے ہیں۔ میں ایک برس مگنتے کو دیکھ رہا ہوں جو

میرے اہلِ بیت کا خون چاث رہا ہے۔“

شمر کو برص (سفید داغ) کا مرض تھا۔ (تاریخ ابن کثیر) ۔

علام کثوری آئین صفحہ ۳۶۹ پر لکھتے ہیں کہ زہیر بن قیمن بھلی نے معز کر کر بلا میں شمر کو یا بن البول علیٰ عقیبہ کہہ کر پکارا۔ یعنی اے ناپاک کے بیٹے جو اٹی دھار سے پیشاب کرتا تھا۔ زہیر جیسے بزرگ کا یہ طمع خلاف واقعہ نہیں تھا۔ شمر کا باپ کسی سوداوى مرض میں بنتا ہوا کراونٹ کی طرح پیشاب کرتا تھا۔

نسب:

شمر کے باپ کا شجرہ یہ ہے۔

شرجیل ابن اعورا بن عمر ابن ضباب ابن مالک ابن رہیمہ ابن نمير
شمر کا باپ عمر ابن ضباب کی اولاد سے ہے اس لیے شمر کو ”الضبابی“ کہا جاتا ہے۔
حالانکہ شر زنا زادہ تھا اس لیے اس کا شجرہ ناپید ہے۔ قبیلہ بنی کلاب سے نہیں ہے۔
حضرت اُمّ اہمین کے خاندان سے دور دور بھی رشتہ داری ثابت نہیں ہے۔ یہ
تاریخ لکھنے والوں کا افسانہ و شاخانہ ہے۔ اس لیے عمر بن ضباب کی اولاد سے ضبابی
کہلاتا ہے۔

شمر بنی ضباب سے تھانی کلاب سے نہیں۔

(ام اہمین علیہ السلام سیدۃ النساء العرب۔ سید مهدی سوتھ اخليب۔ ص ۵۸)

حلیہ:

ناک چھٹی اور لمبی، آنکھیں چھوٹی اندر کو گھسی ہوئیں۔ واڑھی گھنی، منہ سے بدبو آتی تھی۔ پھرے پر چیچک کے داغ۔ قد لمبا، جسم فربہ، سامنے کے دو دانت لکھے ہوئے۔
سینہ پر برص۔ حریص اور لاچی شخص تھا۔ (کھل الانظار)

بشارت امام ہمام:

صاحب آتمین مناقب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ دورانِ سفر جب آپ منزل عقبہِ ابطن پر تھے امام حسین علیہ السلام پر کچھ غنودگی غالب ہوئی۔ جھٹ بیدار ہوئے۔ خصار سے مخاطب ہو کر فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے جیسے بہت سے کتوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ تاکہ چھاڑ کھائیں۔ ایک ابلق کتاب شدوم سے حملہ کرتا ہے۔ مجھے مگان ہے میرا قاتل اسی گروہ میں وہ ہے جس کو مرضِ برس ہے یہ بشارت قاتل کے تعین کی غرض سے تھی۔

شر کا پیشہ:

شر کے عادات و اطوار میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ عورتوں کی دلائی کیا کرتا تھا۔ اس کی اپنی لڑکی شر انہ جونہایت حسین اور خوبصورت پہلے تو زیرِ نظر عنایت یزید رہی پھر ابن زیاد کے گھر کی زینت بنی۔ ابن مرجانہ نے ۹ محرم جمعرات مکے دن شر کے نام یہ خط لکھا کہ اگر ابن سعد جنگ سے پہلو تھی کرتا دکھائی دے تو اسے قتل کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ لے لے۔ بعض کہتے ہیں شر خود جا کر ابن زیاد سے لکھوا لایا تھا۔ ابن سعد ڈر گیا اور اسی صبح طبل جنگ بجاو دیا۔

عبداللہ بن زیاد نے جب کوفہ کا چارچ لیا تو ان دونوں شریزید کی مصاجبت میں تھا۔ اس نے درخواست کی کہ مجھے بھی کوفہ بھیج دیا جائے۔ یزید پہلے تو رضا منذہ ہوا پھر مصلحت دیکھ کر اجازت دے دی۔ چار ہزار سپاہ کا کماٹی بی بی میدان کر بیان میں پہنچ گیا۔ عاشر کے دن گوشرا بن سعد کے ماتحت تھا۔ لیکن فی الحقیقت اس کا گمراہ حال تھا۔ جو بات ابن سعد کے منہ سے نکلتی تھی یہ خوب جانختا اور توالتا تھا۔ کیونکہ شر چاہتا تھا جیسے ممکن ہو عنان حکومت اپنے ہاتھ لے۔ ابن زیاد کا مشا بھی بھی تھا۔ ابن سعد کی مکاری و عیاری نے شر کا کوئی داؤ نہ چلنے دیا۔

خباش و شقاوت:

کہتے ہیں کہ ظلم و استبداد کی یہ منہوس صورت قرآن ناطق کے سینا اقدس پر سورا ہوا تو سید بے کس نے بطور امام جنت پوچھا۔ تو مجھے جانتا ہے۔ کہا۔ ہاں پھر کیوں قتل کرتا ہے۔ جواب دیا۔ زر کی لائج میں۔

وارث صیر و رضا بھی سجدہ میں تھے کہ راندہ درگاہ ایزدی کو اتنا صبر نہ ہوا کہ سجدہ سے فارغ تو ہونے دے۔ جسم اقدس پر بیٹھ کر گردن کی طرف سے اس طرح خیبر پھیرنا شروع کیا جس طرح قصائی گو سفند کو ذبح کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کیسا پھر دل تھا ذرا تم نہ آیا۔ سر اطہر کو تن مبارک سے علیحدہ کر کے عمر بن سعد کے آگے دھر دیا۔

خوشی سے ناچنے لگا۔ سر اقدس جناب شاہ کر بلا نیزہ پر معلق کر کے فوج کے آگے رہتا تھا۔ کر بلا سے کوفہ۔ کوفہ سے دمشق پہنچا۔ در قلعہ کے نزدیک جا کر سر امام حسینؑ بیشتر کے بیٹے ماں کو اس خیال سے دے دیا کہ اگر یزید نا راض ہوا تو تمام جہاڑ جھپٹ ماں ک پر ہو گی۔

دمشق میں عرصہ تک آستانہ یزید پر انعام کشیر کی امید میں خیالی پلاک اپ کاتا رہا۔ پلااؤ کس طرح پکتا کر چاول پتھر لیلے تھے۔ امید کی لکڑیاں جل جل کر خاک ہو چکی تھیں۔ اب سایہ یزید بھی ندر ہا وہ ملک فنا کے قصر آتشیں میں چاہتا تھا۔ ڈھارس کی عمارت جو امید کے معماروں نے تعمیر کی تھی یک لخت گرگی۔ ساتھ ہی سن لیا کہ انتقام گیروں کے انتقام کی تیغیں میانوں سے باہر لکل رہی ہیں۔ ان کی کثرت اور شہرت نے رہے سہے حواس اور بھی کھو دیئے۔ مصعب بن زبیر کے پاس بھانگنے کی سوچ چی۔

شر کی موت:

ماہیوں کے ٹکنچے میں تھا۔ ایک رات دس نابکاروں کے ساتھ جن میں سنان بن انس،

بیزید بن حارب اور صرد بن عبد اللہ بھی تھے، کوفہ سے بصرہ کی راہی۔ امیر ختار کے غلام خیر کو خبر پہنچی وہ کچھ سوار لے کر موت کی طرح پیچھے ہو لیا۔ کچھ مقابلہ تو ہوا لیکن شر بھاگ نکلا اور موضع گلستانیہ میں جا پناہ گزین ہوا۔ امیر ختار نے عبد اللہ بن کامل اور عمر بن حاجب کو ۳۰۰ سوار دے کر شر کی تلاش میں بھیجا۔ موضع گلستانیہ میں خونی ٹولنے پر تجویز کی کہ مصعب بن زبیر کو اپنے آنے کی خبر دی جائے۔ چنانچہ ایک یہودی نوجوان کو اس کی مزدوری اور خط دے کر بصرہ روانہ کر دیا۔ صید راچوں اجل آید سوئے صیاد رو دد۔ نامہ بر نے وہی راہ اختیار کی جہاں عبد اللہ بن کامل وغیرہ پڑاؤ ڈالے پڑے تھے۔ لشکریوں نے قاصد کو گرفتار کر کے عبد اللہ کے سامنے پیش کیا۔ نقیش پر نامہ بر نے تمام واقعہ کہہ سنایا اور خط بھی پیش کر دیا۔ ابن کامل نے پہنچ کر جھٹ گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ شر نے جب دیکھا کہ جان پر آئی۔ جس طرح بیٹھا تھا انٹھ کھڑا ہوا اور توار سوت لشکر عبد اللہ پر آپڑا۔ عمر بن صاحب نے جو تکوار کا ہاتھ مارا تو بھر پور پڑا۔ توار سینے میں اتر آئی۔ دو گلزارے ہو کر زمین پر جا گرا۔ (مختار نامہ)

سب سے زیادہ حرمت انگیز توبیہ بات ہے کہ ابو الحسن جیسا معتبر راوی عموماً روایات شر سے لیتا ہے۔ قیاس کن زہستان من بھار مر۔ کیسے باور کریں کہ ایسے مستند حدث نے شر کو معتبر سمجھ لیا۔

صاحب عناصر الشہادتین لطائف اشرفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شر کو کچھ سو نا لوٹ میں مل گیا تھا۔ اس نے لڑکی کو بطور تحدی دیا۔ لڑکی نے سار کے پاس زیور کے لیے بھیج دیا۔ عبد الکریم بن یافور صفتی راوی ہے کہ سار نے جب سونا آگ پر رکھا تو راکھ ہو کر رہ گیا۔ شر نے جھنجلا کر سار کو بلوایا اور کہا کہ باقی سونے کو میرے سامنے آگ پر رکھ، جب رکھا تو راکھ ہو گیا۔ شر اپنے ساتھ امام حسین کا ایک اونٹ ہاکن لایا تھا۔

ذبح کر کے خوشنی میں گوشت اہلِ کوفہ کو قسمیں کیا۔ مختار نے حکم دیا کہ جن گھروں میں وہ گوشت قسمیں ہو اتھا گھروں کو منہدم اور گھروں کو قتل کر دیں۔ (کل الافقار صفحہ ۱۸۲)

ابو بکر بن عباس ابوالحق سعیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن شمراس کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ بعد نماز مغفرت کی دعا مانگنے لگا۔ کسی نے کہا تو کس طرح بخشنا جاسکتا ہے۔ جبکہ تو نے نواسہ رسولؐ کو بے گناہ شہید کیا ہے۔ کہا۔ میں نے جو کچھ کیا حکم حاکم سے کیا۔ اگر نہ کرتا تو گلدھے سے بدتر تھا۔ (کل الافقار) صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ امام حسینؑ کے قتل کو گناہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ ثواب، اگر گناہ سمجھتے تو ضرور حج و غم میں حصہ لیتے۔

کہتے ہیں قتل کے وقت شرکی عمر ۴۵ یا ۴۶ برس کی تھی۔ اس لیے پیدائش ایسا اہکی ہو سکتی ہے۔ ۶۷ یا ۶۸ ہجری میں قتل ہو کر دنیاۓ دوں سے رخصت ہوا۔
(اشقیاء فرات)

امان نامے کی حقیقت:

علام شیخ محمد بن طاہر سادی خپنی لکھتے ہیں:-

عبداللہ بن ابی الحل بن حرام بن خالد بن ربیعہ بن عامر الوحید معظمه

محترم مدام ائمۃ البینین کا بھیجا تھا اور کوفہ میں بہت معزز حیثیت رکھتا تھا۔

یا اس وقت جب شریعت زیاد کا خط لے کر برابر کی جانب روانہ ہو رہا تھا۔

درباراً بن زیاد میں موجود تھا۔ اس نے عبد اللہ بن زیاد سے کہا

کہ ہمارے خاندان کی ایک لڑکی کے بیٹے حسینؑ کے ساتھ ہیں۔

آپ ان کے لیے امان نامہ لکھ دیجئے۔ عبد اللہ بن ابی الحل نے اپنے

ایک غلام کے ہاتھ جس کا نام کزمان تھا اس تحریر کو روانہ کیا۔ وہ اس کو

لے کر ان جان باز بہادروں کے پاس لایا اور کہا یہ آپ کے ماموں
زاد بھائی نے امان نامہ بھیجا ہے ان چاروں جوانوں نے کہا کہ
ہمارے بھائی کو ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ ہم کو اس امان کی ضرورت
نہیں خدا کی امان ہمارے لیے ابن زیاد کی امان سے بہتر ہے۔

شمر بن ذی الجوش نے کربلا پہنچنے ہی پہلا کام یہ کیا کہ وہ لشکر
حسین کے سامنے آیا اور کہا کہ میری بہن کے عیّنه عبداللہ جعفر و
عباس و عمران کہاں ہیں یہ حضرات شمر کی صد اپر جواب بھی دینا نہ
چاہتے تھے کہ خلقِ محمدی میں جزو و مد پیدا ہوا اور مظلوم کر بلانے
بھائیوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا شرفاً قاسٰ کہی مگر اس کی بات کا
جواب دو، وہ تمہارا ماموں بن رہا ہے۔ امام کا اشارہ پا کے عباس اور
جعفر اور عمران و عبد اللہ خیبر سے برآمد ہوئے اور یک زبان ہو کر کہا
کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میری بہن کی اولاد ہونے کی حیثیت
سے تم لوگ امان میں ہو۔ بہادروں نے کہا ”خدا عننت کرے تھجھ پر
اور تیری امان پر، ہم کو تو امان ہے اور فرزند رسولؐ کو امان نہیں؟ اے
دشمن خدا تو ہم کو حکم دیتا ہے کہ اپنے بھائی اور سردار کو چھوڑ کے فاسق
اور ولد الحرام کی بیعت کریں“۔ اس سخت جواب سے آمُلہنین کے
شیروں کے ثبات قدم واستقلال و وقار اور کا کامل اندازہ ہوتا ہے
کہ زندگی کی راہ صاف ہونے کے باوجود موت کو اختیار کرنا کسی
معمولی دل کا کام نہیں۔

(ابصار الحسین فی انصار الحسین صفحہ ۲۷)

باب ۱۶.....

اولادِ امّتِ البنین

سب سے بڑے فرزند عباسؑ:

سب سے بڑے اور پہلے فرزند "عباسؑ" ہیں۔ آپ کے نھائیں کتابوں میں تفصیل سے موجود ہیں، بخارا اور اوار میں یہ روایت ہے۔

كَانَ الْعَبَّاسُ بَطَّلًا جَسِيمًا وَيَتِيمًا إِذَا رَكِتُ الْجَوَادُ رِجْلَاهُ
يَخْطَلُنَّ عَلَى الْأَرْضِ خَطًّا حَضَرَتْ عَبَّاسٌ دَلِيرٌ وَشَجَاعٌ—قد آور خوبصورت تھے
وہ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو دونوں پاؤں زمین سے ٹکرائیں کیونکہ تھے۔

وَلَقَدْ قَالَ فِي حَقِّ الْأَمَامِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ عَمِيُّ الْعَبَّاسُ
نَافِذُ الْبَصِيرَةَ صَبَّكُ الْأَيْمَانِ—آپ کی تعریف میں امام جعفر صادق علیہ السلام
فرماتے ہیں۔ میرے بچپن عباس دینی بصیرت رکھتے تھے اور دینداری اور ایمان میں
بہت مضمبوط تھے۔

حضرت عباس علیہ السلام کی بصیرت اور دیانت میں سخت موقف رکھنے میں بھی
کافی ہے جو روز عاشورہ ان سے کارنا میں ظاہر ہو گئے۔

حضرت عباس علیہ السلام کے ایمان کی پائیداری اس وقت ظاہر ہوئی جبکہ عبد اللہ

بن ابی الحل بن حرام کلابی نے آپ کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں حضرت عباس اور ان کے تین بھائیوں کے نام امان نامہ تھا۔ کہ حضرت حسین سے جدا ہو کر شکر عمر سعد سے ملتی ہو جائیں یا الگ ہو جائیں۔ بھی خط لے کر شمر کر بیان آیا، وراسل یہ خط حضرت امّ الہبین کے سبقتیج کا تھا۔ شراس خط کا کریڈٹ (Credit) اپنے ذمے لینا چاہتا تھا۔ آخر دلیل ہوا۔ امّ الہبین سے شمر کی کوئی بھی رشته داری نہیں تھی۔

ابن زیاد نے کچھ مزید جملے بھی لکھے تھے۔ **بِأَنْ يَمْنُعُ الْعَبَاسَ رُتبَةً كَبِيرَةً**

وَجَائِزَةً عَظِيمَةً

عباس کو بڑا عہدہ پیش کریں اور بہت بڑا انعام بھی دیا جائے۔

یہ خط لے کر شمر حضرت عباس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عباس نے اس امان نامے کوختی سے مسترد کر دیا اور اس قدر غصہ آؤ دھوئے کہ وہ سخت ڈرگی کا کہ کہیں جان سے نہ جائے۔ شر نے جب یہ حالت محسوس کر لی تو ناکام اور خوف زده حالت میں واپس چلا گیا۔

جب کہ چاروں طرف سے دشمن نے ان کو گھیرے میں لے لیا ہے اور کوئی صلح کا راستہ نہیں تو یہ امان نامہ ایک متزلزل ایمان والے کے لیے غیبت تھا مگر پروردہ کنار علی جو گھنی ایمان سے تربیت حاصل کر چکا تھا وہ شر اور ابن زیاد جیسے دنیا پرست انسان کے دھوکے میں کیسے آسکتا تھا اس امان نامہ کو تھکرانے سے عباس کی کمال دین داری اور دینی بصیرت کا اظہار ہے ہوتا۔

أَمْ الْهَبِينُ كَدُوسرَ فَرِزْ نَمَدْ (حضرت عبد اللہ ابن علی علیہ السلام):

حضرت عباس کے تولد ہونے کے دس سال بعد عبد اللہ کی ولادت ہوئی۔ کہ بلاء کے

میدان میں روز عاشور عبد اللہ کی فدا کاری اور شجاعت کا مظاہرہ ہوا چنانچہ ان کی

زیارت کے جملوں سے اس بات کو تقویت ملتی ہے۔ **السلامُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اِبْرَاهِيمَ**
أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ صَاحِبُ الشُّجَاعَةِ الْعَظِيمَةِ
 سلام ہوا میر المؤمنین کے فرزند محترم عبد اللہ پر جو عظیم شجاعت کے مالک تھے۔

أُمُّ الْبَنِينَ کے تیسرے فرزند: (حضرت عمران ابن علی علیہ السلام)

حضرت عباسؑ کے تیسرے بھائی عمران تھے اور کربلا کے واقعہ میں آپ کے ساتھ تھے، اس وقت وہ ۲۸ سال کے تھے۔

أُمُّ الْبَنِينَ کے چوتھے فرزند: (حضرت جعفر بن علی علیہ السلام)

جعفر بن علی علیہ السلام تھا اور عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔ جعفر کی کربلا میں ۲۶ سال عمر تھی، بعض روایات میں ۱۹ سال کی عمر بتائی گئی ہے جو بالکل غلط ہے کہ کربلا کا واقعہ حضرت علیؑ کی شہادت کے پیسے بر س کے بعد ہوا ہے۔ حضرت کا کوئی بیٹا ۱۹ سال کا نہیں ہو سکتا۔ لوگ ان چاروں بھائیوں کو ”اکبر“ کے لقب سے پکارتے تھے۔ مثلاً عباس الاکبر، عمران الاکبر، عبد اللہ الاکبر اور جعفر الاکبر۔ حضرت عباسؑ نے روز عاشورہ ان تینوں بھائیوں کو اپنی جان کے علاوہ پرادر معظم حضرت حسین علیہ السلام کی خدمت میں قربانی کے لیے پیش کیا۔ اور بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرمائے تھے۔ **تُقَدِّمُوا حَتَّى أَرَاكُمْ قَدْ نَصَحَّتُ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ بَهَا يَوْمًا كَيْمَوْمًا** تھامہ رے فدا کاری کو دیکھوں۔ میں کم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے حق میں خیر خواہی کا حق انجام دیا ہے۔ چنانچہ تینوں بھائی لڑتے لڑتے عباسؑ کے سامنے شہید ہو گئے۔

حضرت **أُمُّ الْبَنِينَ** کی دختر خدیجہ بنت علیؑ:

حضرت **أُمُّ الْبَنِينَ** کی دختر خدیجہ بنت علیؑ ہیں۔ حضرت **أُمُّ الْبَنِينَ** کی زیارت میں

آپ کی دختر خدیجہ بی بی پر سلام ہے:-

”سلام ہو آپ کی دختر پر کہ جو درمکنون صدق طہارت ہیں اور

رضیہ ہیں اور نام ان کا خدیجہ ہے، اللہ جزا وے آپ کو اور ان سب کو“

”عمدة الطالب“ میں ہے کہ جناب خدیجہ بنت علیؑ کی شادی عبدالرحمن ابن عقیل
ابن ابی طالبؑ سے ہوئی تھی۔

جناب خدیجہ بنت علیؑ حضرت عباسؓ سے چھوٹی اور تین بھائیوں، عبداللہ، عمران اور
جعفر سے بڑی تھیں۔ سید عبدالجید حارثی کی کتاب ذخیرہ الدارین میں تحریر ہے کہ
خدیجہ بنت علیؑ کر بلہ میں موجود تھیں شدت پیاس سے بروز عاشورہ شہادت پا گئیں۔

حضرت علیؑ کی دو صاحبویوں کے نام خدیجہ ہیں۔ ایک خدیجۃ الکبریٰ ہیں جو
حضرت اُمّ الہبین کی دختر ہیں ان کو رقیۃ صغراً بھی کہتے ہیں اور دوسرا خدیجۃ الصغری
ہیں جنہوں نے کوفہ میں وفات پائی ان کی قبر مسجد کوفہ کے سامنے ایک روشنے میں
اب تک موجود ہے۔ خدیجۃ الصغری نے ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو وفات پائی۔ جس دن
حضرت امیر المؤمنین کو نجف اشرف میں فن کیا گیا فراق پدر میں اس پنجی نے ترب
ترب کر کر انی جان فدا کر دی۔

جناب عقیلؑ کے تین فرزندوں کے نام عبدالرحمن ہیں۔

۱۔ عبدالرحمن اکبر (ان کی شادی نفیہ بنت علیؑ سے ہوئی۔ ان کو زینب صغراً یا
زینب اوسط بھی کہتے ہیں)۔

۲۔ عبدالرحمن اوسط (ان کی شادی رملہ بنت علیؑ سے ہوئی)

۳۔ عبدالرحمن اصغر (ان کی شادی خدیجہ بنت علیؑ سے ہوئی)

حضرت اُمّ الہبینؑ کے پوتے اور پوتے:

حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے چاروں بیٹے اور بعدان کے پوتے، پوتے اور نسل درسل سب کے سب علم و فضل و تقویٰ اور شجاعت و سخاوت میں نایخہ روزگار تھے، سب کا اسلامی تاریخ اور سیرت نگاری کی کتابوں میں ذکر موجود ہے۔ ایک عربی شاعر نے بہت اچھا کہا ہے:-

لَيْهَنَّكِ يَا أُمّ الْبَنِينِ بِسَادَةٍ

وَنَفَضْلِ الْأَبْنَاءِ وَالْأَحْفَادِ

”اے فاطمہ (امّ الْبَنِينَ) بیٹوں کی ماں ہیں آپ، آپ کو مبارک با وکا تحفہ پیش کر رہا ہوں، آپ کس قدر بابرکت خاتون ہیں کہ آپ کے بیٹے، پوتے اور ان کی اولاد سب کے سب بزرگ سادات میں شمار ہوتے ہیں۔“

فَدَكُ اُولَادُ أُمّ الْبَنِينِ :

حضرت فاطمہ زہراؓ نے عباسؑ علمدار کو اپنا فرزند کہا ہے، اس لیے اُمّ الْبَنِينَ کی اولاد کو بعض علماء و عرقاء حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد کا ہمپائے قرار دیتے ہیں۔ راوی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:-

”مولا! فدک کی سرز میں واپس ملنے کے بعد اولاد فاطمہؓ کے درمیان کتنی اور کس طرح تقسیم کی جائے گی؟“

امام علیہ السلام نے فرمایا:-

”پوچھائی حصہ عباس علیہ السلام کی اولاد کا حق بتاتا ہا، باقی ہم اولاد فاطمہؓ کے لیے۔“ حضرت اُمّ الْبَنِينَ کا سلسلہ نسل حضرت عباسؑ بن امیر المؤمنینؑ کی اولاد سے آج تک دنیا میں باقی ہے۔ عراق (بغداد، بصرہ)، ایران، یمن، ہندوستان میں اس نسل کے سادات موجود ہیں جو علوی کہلاتے ہیں۔ بعض اپنے نام کے ساتھ ہاشمی بھی لکھتے ہیں۔

مورخین، سیرت نگار اور علم انساب کے ماہرین نے حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے پتوں کا ذکر اس ترتیب سے کیا ہے۔

- ۱۔ فضل بن عباس علیمدار (کربلا سے مدینے واپس آئے)
- ۲۔ محمد بن عباس علیمدار (ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ کربلا میں شہید ہوئے)
- ۳۔ قاسم بن عباس علیمدار (کربلا میں شہید ہوئے)
- ۴۔ حسن بن عباس علیمدار (شیخ فتویٰ کا خیال ہے کہ حسن بن عباس سے بھی نسل چلی ہے)
- ۵۔ عبید اللہ بن عباس علیمدار (مدینے میں دادی کے پاس رہ گئے تھے کہ کربلا نہیں گئے)
- ۶۔ ایک دختر (نفیر)

حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے پوتے:

سید عبدالرزاق موسوی المقرم لکھتے ہیں:-

حضرت ابوفضل العباس کے چار بڑے اور ایک لڑکی تھی، فضل، حسن، قاسم، عبید اللہ لیکن ابن شہر آشوب نے شہدائے کربلا میں پانچویں فرزند محمد کا نام کا اضافہ کیا ہے جو کہ کربلا میں شہید ہوئے۔

فضل و عبید اللہ کی ماں لبایہ ہیں جو جناب عبدالمطلب کی پرتوی ہیں، علائے نسب کا اتفاق ہے کہ جناب ابوفضل العباس علیہ السلام کی نسل جناب عبید اللہ سے باقی رہی، شیخ فتویٰ کا خیال ہے کہ حضرت عباس علیمدار کے دوسرے فرزند جناب حسن سے بھی آپ کی نسل چلی ہے۔ (العباس)

حیدر المرجانی لکھتے ہیں:-

فارسی کے مقاتل کی کتابوں میں حضرت عباس کی چار اولاد کا حصہ ہیں:-

۱۔ فضل ۲۔ محمد ۳۔ قاسم ۴۔ عبید اللہ

ان میں سے محمد اور قاسم نے روز عاشورہ شہادت پائی۔ اور دو بھائی فضل اور عبید اللہ مدینے میں تھے۔ چند فارسی اور عربی کے مقائل کی کتابوں میں یہ اختلاف دیکھا گیا ہے کہ آیا فضل اپنے باپ کی زندگی میں انتقال کر گئے یا مدینے والوں کے باکر بلا سے مدینے آتے وقت راستے میں شہادت پا گئے۔ لیکن یہ بات مسلم ہے کہ عبید اللہ مدینے میں تھے اور ان کی اولاد نے اسلامی ممالک میں علم و فضل میں شہرت حاصل کی۔ علامہ سید علی شامی عاملی اپنی کتاب ”اعیان الشیعہ“ کی جلد ۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؑ کے دو بیٹے محمد اور قاسمؑ کر بلا میں شہید ہو گئے اور دو بیٹے فضل اور حسن مدینے والوں آئے۔

اب ہم حضرت اُمّۃ النبیینؓ کے پانچوں پتوں کے حالات جو دستیاب ہو سکے یہاں تحریر کرتے ہیں۔

شہزادہ محمد بن عباسؑ علمدار (شہید کر بلا)

جب حضرت عباسؑ علمدار کے تینوں بھائی شہید ہو چکے تو حضرت عباسؑ نے اپنے فرزند کو کہ اس کا نام محمدؓ تھا بلایا، پہلے اسے سینے سے لگایا اور پیار کیا اور پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا، اے فرزند اے بیٹا اور نورِ چشم یہ درست ہے کہ تو میر الخت بُجہ ہے، تیرا قتل ہونا مجھ پر بہت دشوار ہے لیکن اللہ تو مجھے رسولؐ خدا کے بیٹے سے ہرگز زیادہ پیارا نہیں۔ بخار الانوار کی روایت کے مطابق محمد ابن عباسؑ بھی شکریزید بے دین و ناخوار سے لڑ کر دادخجاعت حاصل کر کے شہید ہوئے۔ چنانچہ بخار الانوار میں اتنا اشارہ اس روایت کا مذکور ہے۔

وَيُقَالُ قُتِلَ أَبْنَةً مُحَمَّدًا أَبْنَاءَ الْعَبَّاسَ

”یعنی یہ بھی روایت ہے کہ اس معرکے میں محمد ابن عباس شہید ہوئے“
 (خلافۃ المسابق صفحہ ۲۰۱، ابو الفتح عزیز ۳۳۴۱)

مرزاد بیرنے ایک مرثیہ محمد ابن عباس کی شہادت پر تصنیف کیا ہے۔ اس کا خلاصہ
 یہاں پیش کیا جا رہا ہے:-

جب حضرت عباس کے بھائیوں کے لاشے میدان جنگ سے آچکے، تو حضرت
 عباس نے میں تشریف لے گئے۔

عباس نے زوجہ کو پکارا ادھر آؤ
 چھوٹی سی کوئی تشق و پر ہوئے تو لاو
 پھر اپنے بیٹے محمد ابن عباس کو آواز دی بیٹا باپ کی پہلی آواز پر دوڑتا ہوا آیا
 روتے ہوئے بیٹے کے قریب آئے علمدار
 شفقت سے لیا گود میں حضرت سے کیا پیار
 پھر بیٹے سے عباس نے فرمایا:-

شمیش و پرہم تمھیں بندھواتے ہیں پیارے
 اب دادا کا زیور تمھیں پہناتے ہیں پیارے
 میرے لال تم ندیے علیٰ اکبر ہو، پھر بارگاوا الہی میں عرض کی:-
 اب صدقے پر کرتا ہوں ہم شکل نبی پر
 پھر ہوں گا میں قربان حسین این علیٰ پر
 پھر زوجہ سے کہا کہ اب آپ اپنے لال کو خستت کیجئے۔
 ہمشکل محمد پر محمد کو فدا کیجئے!
 تمام الٰہ حضرت عباس اور ان کے فرزند محمد کے گرد جمع ہو گئے:-

رونے لگے سب صاحب اولاد بصدیاں
غل پڑ گیا بیٹے کو فدا کرتے ہیں عباس
عباس نے بیٹے کے ہتھیار بجائے۔

آرستہ غازی نے کیا بیٹے کو اک بار
قد چھوٹا سا چھوٹی سی پر چھوٹی سی تکوار
عباس نے فرزند سے کہا میرے لال تم حیدر کرا کے پوتے ہوشان سے جنگ کرنا
میں تمھاری لڑائی دیکھوں گا، بیٹے نے بہت پیار سے باپ کی خدمت میں عرض کی کہ۔

مرنے کا بھی ارمان ہے لڑنے کا بھی ارمان

دادا کی لڑائی کا دکھا دوں گا میں سامان

محمد ابن عباس جب ماں سے رخصت طلب ہوئے قیامت کا منظر تھا:-

یارب کسی بیٹے سے جدا ہوئے نہ مادر
ماں اُس کی تھی گو صابرہ پر بولی یہ روکر

کچھ کہہ کے تو جاؤ کہ ہو تسلیں مرے جی کو

منھ پھیر کے بولا کہ تمہیں سونپا چھی کو

حضرت عباس، اپنے نورِ نظر کو امام حسین کی خدمت میں لے کر آئے اور فرمایا کے

اب غلامزادے کو سیداں جنگ کی اجازت دیجئے۔

امام حسین نے فرمایا:-

عباس! صح سے تکواریں چل رہی ہیں، تیروں کی بارش ہے، اس بلاخیزگھڑی میں

محضوم کو کہیجو گے۔

عباس نے کہا:-

آقا یہ میرا بیٹا ہے، حیدر کر آر کا پوتا ہے، یہ جنگ کرے گا اور میں اس کی شجاعت دیکھوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا:-
عباسؑ! اگر تمہارا بیٹا غسل ہو گیا تو تمہاری نسل منقطع ہو جائے گی،
عباسؑ نے کہا:-

آقا! اس بات کا انتظام پہلے ہی کر چکا، چھوٹا بیٹا عبد اللہ مدینے میں ہے جس کو مادر گرامی اُمِ الہبینؑ کے پاس اُن کی خدمت کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔
امام حسینؑ نے فرمایا۔

اچھا عباسؑ! جیسی تھماری مرضی،
محمد ابن عباسؑ کو میدانِ جنگ کی اجازت مل گئی، عباسؑ نے بیٹے کو گھوڑے پر سوار کر دیا اور اب کہا، حیدر کر آر کے پوتے ہو میدانِ جنگ سے منہ نہ موڑنا، بڑھ بڑھ کے جملے کرنا۔

محمد ابن عباسؑ میدانِ جنگ میں پہنچے اور رجز پڑھا:-
عباسؑ غلام شہ دیں میرا پدر ہے
اور دادا امام ملک و جن و بشر ہے
بس کھیل چکا بھائیوں کے ساتھ وطن میں
تلواروں سے اب کھینے کو آیا ہوں رن میں
محمد ابن عباسؑ نے لشکر پر حملہ کیا، شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے:-
بے رحم جو تھے طیش میں آئے وہ ستم گر بھی تیروں کا بر سادیا اُس تشنہ، ہن پر
آواز یہ عباسؑ نے دی ہاتھ اٹھا کر ہاں پوتے یہاں اللہ کے ہاں فدیہ اکبر

شرمende شجاعوں میں نہ کچو کہیں ہم کو
کٹ جائے جو سر بھی تو ہٹانا نہ قدم کو
بڑھ بڑھ کے لگانے لگا وہ چھوٹی سی شیر پھر حوصلہ کیا تھا جو بڑھے لشکر بے پیر
کیا کیا تھے رفیق آن کے دم دار و دم گیر تائید خدا روح علی الفت شیر
یہ خوف دم ضرب تھا اُس شیر کا رن میں
وہ تیسیں بھی چھپتی پھریں اعدا کے بدن میں
یہ شیر گراتا تھا وہاں لاش پر جو لاش شر کہتے تھے شاباش بھیج مرے شاباش
کیا حضرت عباسؑ کا دل ہوتا تھا شاش کہتے تھے کہاں شاہ خطا پیش و عطا پا ش
یہ زور ہے فرزند پیغمبرؐ کا تصدق
اکابرؐ کا تصدق ہے اور اصغرؐ کا تصدق
گوپیا ساتھا کمین تھا پو و خوب لڑاواہ نیزہ دل نازک پر لگا اتنے میں ناگاہ
دل تھام کے لخت دل زہر آنے تو کی آہ عباسؑ علی بولے کہ المتنہ لله
دوعے جو انھیں بھائی کی الفت کے بڑے تھے
جس جاپ کھڑے تھے وہیں پھکے یہ کھڑے تھے
محمد ابن عباسؑ کی صد امیداں سے آئی، پچاجان میرا آخری سلام، بابا آپ پر میرا
آخری سلام۔

عباسؑ نے گھوڑا بڑھایا کہ بیٹے کی لاش پر پہنچیں، حسینؑ نے عباسؑ سے پہلے میدان
کا تصدق کیا اور عباسؑ کے سامنے آ کر کہا عباسؑ کہاں جا رہے ہو،
عباسؑ نے کہا، آ قمیر اپنیا گھوڑے سے گر گیا۔
عباسؑ تمہارے بیٹے کا لاشہ حسینؑ لائے گا، بابا بیٹے کا لاشہ نہیں اٹھاتا۔ (بعد عصر

حسین نے لاشی علی اکبر اٹھائی تو عباس کو بہت یاد کیا تھا۔
حسین مقتل میں گئے، عباس کے بیٹے کا لاشہ اٹھا کر لے آئے۔
راوی کہتا ہے اس وقت میں نے دیکھا:-

کیا یاد کیجتا ہوں جا کے علمدار کے میں پاس
قبلے کی طرف شکر کے جدے میں ہیں عباس
فرزند عباس کا لاش درخیلے پر آیا، زوجہ عباس نے پکار کے کہا:-
میدان سے فرزند دلیر آیا ہے میرا
پردے کو آنکھا کوئی شیر آیا ہے میرا
تمام سید انبوں میں کہرام مجھ گیا:-

سب قافلہ سادات کا دروازے پے آیا اور زوجہ عباس نے پردے کو اٹھایا
لاشہ لیے آیا اسداللہ کا جایا اور تنفسی سی مند پہ محمد کو لایا
پھر نوح تھا اور عترت شاہ شہدا تھی
پھر گیسوئے سادات تھے اور خاکِ عزا تھی
زینب نے کہا ہے بھتیجے مرے پیارے واری یہ پھوپھی مرگی مرنے سے تمہارے
ماں باپ کے ارمان لگے گور کنارے ماں بولی مجھے سونپ کے تم کس کو سددھارے
صدقے گئی کیا شیر سے مند پہ ہو سوتے
ماں ہوتی جو پیاری تھیں جان اپنی نہ کھوتے
امام حسین نے بھتیجے کی لاش اٹھائی گنج شہید اس میں پہنچا کر واپس آگئے۔

شہزادہ قاسم ابن عباس علمدار (شہید کربلا)

جب محمد ابن عباس کی شہادت ان کے حقیقی بھائی قاسم ابن عباس علمدار نے اپنی

آنکھوں سے دیکھی تو بے جین ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب اے بھائی تمہاری موت کے بعد میری زندگی مشکل ہو گئی، یہ کہہ کر آپ میدان کا رزار کی طرف چلے ابو اسحاق اسفرائی لکھتے ہیں:-

”حضرت قاسم ابن عباس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ جب میدان جنگ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ آپ کا سن مبارک ۱۹ برس کا ہے۔ آپ رزم گاہ کر بلا کی طرف روانہ ہو کر میدان میں پہنچے اور رجز کے یہ اشعار پڑھنے لگے:-

الیکم من نبیٰ المختار ضرباً

یشیب لهوله الطفل الرضیع

”میں تم پر نبیٰ المختار کے صدقے میں ایسا حملہ کروں گا کہ تمہارا دودھ پیتا بچہ بھی خوف اور ہول کی وجہ سے بوڑھا ہو جائے گا۔“

الا يامعشرا كفار جمعاً

بكل منهم خضب قطیع

”اے سارے کافرو! سنو! میں تم میں سے ہر ایک کو کٹلے ٹکڑے کر دوں گا۔“

رجز پڑھنے کے بعد آپ نے ایک زبردست حملہ کیا۔ اس کے بعد یہم حملہ کرتے رہے، یہاں تک کہ آٹھ سو دشمنوں کو قتل کیا، بھوک اور پیاس پھر زخموں کی شدت نے دبی ہوئی پیاس کی آگ کو اور بھر کا دیا۔ آپ فوراً امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی پیچا جان میری آنکھوں میں پیاس سے حلکے پڑ گئے ہیں، تھوڑا سا پانی عنایت فرمائے تاکہ دشمنوں سے لڑنے کے پھر قابل ہو جاؤں، یہ سن کر مجبور امام نے فرمایا، بیٹا! تھوڑی دیر اور صبر کرو، تمہیں تمہارے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جام سے سیراب کریں گے کہ پھر تم کو کبھی پیاس نہ لگے گی، یہ سن کر قاسم ابن عباس پھر

میدان کارزار کی طرف واپس گئے اور دشمنوں پر حملہ کیا، اس حملے میں آپ نے بین اشیا کو قتل کیا، بڑتے لڑتے قاسم ابن عباس شہید ہو گئے، امام حسین میدان کارزار میں تشریف لائے، دشمنوں سے جنگ کی چار سو دشمنوں کو قتل کر کے حضرت عباس کے فرزند کی لاش مقتل میں لا کر رکھ دی۔ (لاحظہ ہو۔ تو راجیعین فی مشهد الحسین، ابو الحاق اسرائیلی، ۵۲)

(۲۴۰) خلاصہ المصائب ۲۰۱۰ توضیح عربی صفحہ ۲۳۶

شہزادہ فضل ابن عباس علمدار اور شہزادہ حسن ابن عباس علمدار:
حضرت عباس کے یہ دونوں فرزند بہت کم سن تھے، حضرت عباس کی شہادت کے بعد زندہ تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ دونوں میں ایک مدینے واپس آیا ہے یا پھر دونوں کر بلا میں شہید کر دیئے گئے۔

ان دونوں شہزادوں کا ذکر مرثیہ نگار شعراء نے کیا ہے، حضرت عباس رخصت ہو کر پیاسے بچوں کے لیے پانی لینے جا رہے ہیں اُس وقت زوجہ سے دونوں معصوم بچوں کے لیے وصیت کرتے ہیں:-

زوجہ کی طرف دیکھ کے یوں بدلی زار	کم سن ہیں یا ان دونوں سے غربت میں خبردار
کی عرض کے کچھ میں بھی کروں درودِ اٹھار	فرمایا نہیں اس سے سوا فرستِ گفتار
خالق کی انھی حفظ و حمایت میں دیا ہے	

جس کی یہ امانت ہیں پر داؤں کو کیا ہے

ہاں اک یہ وصیت ہے اگر تم کو رہے یاد	مرنے پر بھی رہتی ہے وہی البت اولاد
نچ جائیں جو ہر طرح کی آفت سے یہ ناشاد	اور تم بھی ہو قیدِ غم و اندوہ سے آزاد
کرنا عمل اُس وقت وصیت چہ ہماری	
خود لے کے انھیں آئیو تربت چہ ہماری	

کہنے لگی وہ زخمی تیق غم فرقت جیتن ہوں تو آنکھوں سے کر ہوں گی میں یہ خدمت
 اس وقت بگز نے میں بنی وادی قسمت بے ما نگے ہوئے دے چلے آنے کی اجازت
 کیوں کڑھتے ہو یہ لال تو پروان چڑھیں گے
 میں قبر کو جھاڑوں گی یہ قرآن پڑھیں گے
 (میر عارف)

حضرت عباسؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ فرات سے عباسؑ کا خون بھرا علم لے
 کر خیسے میں آئے، علم کے گرد پیاسے بچوں اور سیدانہوں کا اڑو صام تھا، اس وقت
 حضرت عباسؑ کے یہ دونوں معصوم بچے بھی زیر علم آ کر کھڑے ہو گئے، میر انیس کہتے
 ہیں:-

زیر علم کھڑے تھے جو عباسؑ کے پر تمکہ کھلا تھا ایک کا اک تھا برہنہ سر
 مال نے جو طوق اٹا رے تھے اور کان کے گھر سہا ہوا تھا ایک تو اک پیٹتا تھا سر
 زلفوں پر گرد تھی تو رخوں پر غبار تھا
 چہروں سے درد بے پدری آشکار تھا

چھوٹا یہ شہؑ سے کہتا تھا آنسو بہا بہا بابا ہمارے گھر میں کب آئیں گے کیوں چاچا
 آیا علم یہ آن کے نہ آنے کی وجہ کیا چھوٹے سے تب روکے بڑے بھائی نے کہا
 اماں کی ماںگ اُبڑی گئی صدے گذر گئے

بھیا تمھیں خبر نہیں بابا تو مر گئے

سن کر نیہ سوئے نہر چلا پیٹتا وہ سر گھبرا کے بولے شاہ کہ بیٹا چلے کدھر
 کی عرض شہؑ سے نہیں سے ہاتھوں کو جوڑ کر بابا کی لاش اٹھانے کو جاتا ہوں نہر پر
 میت نہ اٹھ سکے گی تو غالی نہ آئیں گے

دامن میں ہم کئے ہوئے ہاتھوں کو لا کیں گے
(میر انہیں)

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ علمدار:

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ علمدار حضرت اُمّ الہینؓ کے پانچوں پوتے ہیں۔ آپ کر بلانہیں گئے۔ اپنی دادی اُمّ الہینؓ کی خدمت میں حاضر ہے مدینے میں قیام تھا۔ اس وقت ان کا سن پانچ اور سات برس تباہا جاتا ہے۔ اہل حرم کی مدینے والی بیکی کے وقت جب بشیر بن جزلم نے مدینے میں حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر سنائی اور کہا کہ حضرت سید سجادؑ لہذا ہوا قافلہ ساتھ لے کر آئے ہیں تو حضرت اُمّ الہینؓ اپنے پوتے عبد اللہ کے ہمراہ روضہ رسول پر پتشریف لائیں۔

اس موقع پر مقابل میں ایک ہی روایت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے کہ عبد اللہ ابن عباسؓ کی گفتگو بشیر سے ہوئی۔

”اس عالم میں ایک خوبصورت بچے کو بشیر نے دیکھا جو ایک معظوم کے ساتھ ہے، بچے نے آگے بڑھ کر بشیر سے پوچھا۔

بشیر اتنے کہا کہ ہمارے آقا امام حسینؑ شہید ہو گئے، یہ بتا میرے بابا آئے ہیں یا نہیں؟ بابا آئے ہوں تو میں اپنے کپڑے پہن کر آؤں ورنہ سیاہ لباس پہن لوں“۔

بشیر نے پوچھا، شہزادے! آپ کا بابا کون ہے اور آپ کس کے انتظار میں ہیں۔

عبد اللہ ابن عباسؓ علمدار نے کہا، میرے بابا عباسؓ، علمدار ہیں۔

بشیر کا دل ترپ گیا۔ سرجھا کر بولا۔ شہزادے اب ماتھی لباس پہن لجھے۔

آپ کے بابا کر بلاء کے میدان میں فرات کے کنارے شہید کر دیئے گئے۔

(ریاض القدس صفحہ ۱۵۸)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے نزدیک جناب عبید اللہ کی بڑی اہمیت تھی، لہذا جب بھی امام کی نظر ان پر پڑتی تو آنکھوں سے اٹک جاری ہوجاتے تھے۔ لوگوں نے حضرت سے گریہ کی وجہ پر بھی تو فرمایا:-

کربلا میں عباسؑ علدار کا کارنامد یاد آ جاتا ہے اور بے اختیار آنسو کل پڑتے ہیں۔ جناب عبید اللہ ابن عباسؑ اپنی وادیِ اُمُّ الشَّفَّیْنؑ کی بے انتہا خدمت فرماتے تھے۔ جب جنتِ ابیقیع جاتی تھیں یہ بھی ان کے ساتھ ساتھ ہوتے تھے۔

جناب عبید اللہ جب جوان ہوئے آن کا شمار طلیل القدر علماء میں ہونے لگا، حسن و کمال میں بے نظیر تھے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے شاگردوں اور صحابیوں میں آپ کا شمار ہے امام علیہ السلام آپ کی بہت تکریم فرماتے تھے۔

جناب عبید اللہ ابن عباسؑ نے تین شادیاں کی تھیں، تینوں ازواج کے نام ہیں:-

- ۱۔ جناب رقیہ دختر امام حسن علیہ السلام
- ۲۔ دختر عبد بن عبد اللہ بن عباسؑ بن عبد المطلب
- ۳۔ دختر میسروہ بن مخزومہ زیری

جناب عبید اللہ ابن عباسؑ علدار نے ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کثیر الاولاد تھے ان میں سے ایک فرزند حسن ہیں جن کی اولاد میں سے علماء، اُمرا، اشراف لوگ پیدا ہوئے، یہاں تک کہ عراق، یمن، ہندوستان، طبرستان، شام، مصر، ایران وغیرہ میں پھیل گئے۔

جناب حسن بن عبید اللہ بن عباسؑ علدار:

جناب حسن نے ۷۶ھ کی زندگی پائی، آپ کے پانچ فرزند تھے۔
ا۔ فضل ۲۔ حزہ ۳۔ ابراہیم ۴۔ عباس ۵۔ عبد اللہ یہ پانچوں بھائی اپنے وقت

کے مشاہیر علماء وادبا اور اہل شعروں تھے۔

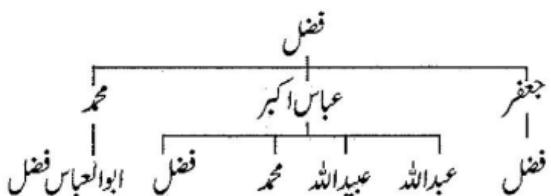
ان پانچوں بھائیوں سے جو اولاد ہوئی نسل فضل سب کے سب عالم، فاضل، ابرار، متفقی، عظیم شان کے مالک، کریم و تھی، جلالت عظمت، علم، حلم، زہد، عبادت، خداوت، خطابت میں جواب نہ رکھتے تھے۔ عوام ان کے علوم و کمالات سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہے۔

﴿۱﴾ **فضل بن حسن بن عبد اللہ ابن عباس علمندار:**

جناب فضل۔ مرد صحیح و متكلّم، دین کے معاملے میں شدید اور عظیم شجاعت کے مالک تھے۔ اپنے وقت کے عظیم ترین ادیب اور شجاع تھے۔ ان کے تین فرزند تھے اور تینوں ادیب تھے۔ (عجمۃ الطالب)

فضل اپنے بھائیوں میں فصح متكلّم حاضر جواب بالتفوٹ اور شجاع تھے۔ خلافاء آپ کو عظمت کی نظر سے دیکھتے اور ”ابن الہاشمیہ“ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (مقرم صفحہ ۳۰۹)

ان کی نسل تین بیٹوں سے چلی ان میں سے ہر ایک کی اولاد یہ تھیں جو قم طبرستان میں پھیلی ہوئی تھیں اور جو اپنے اپنے وقت کے ادیب و شاعر تھے۔



ابوالعباس فضل بن محمد بن فضل بن حسن بن عبد اللہ بن عباس علمندار: آپ کے والد محمد بن فضل اور دادا فضل بن حسن ہیں جو زبردست خطیب و شاعر گذرے ہیں۔ ان کے اشعار میں سے ایک مرثیہ ہے جو انہوں نے اپنے جد بزرگوار

حضرت عباسؑ کے متعلق کہا ہے۔ فضل صاحب اولاد ہیں۔ (احسن المقال صفحہ ۲۲۳)

مولانا سید آغا مہدی لکھنؤی لکھتے ہیں:-

فضل بن محمد بن فضل بن حسن بن عبد اللہ بن عباسؑ بن علیؑ۔ پانچویں پشت کا تاثر

یہ تھا۔ اُنی لاذکر للعباس موقف بکربلا وہام القوم تختطف میں یاد

دلاتا ہوں دشت کربلا میں حضرت عباسؑ کی (بلند) جگہ کو جب (اعداویں کے)

سرود کی بارش تھی یحمی الحسین ویحیمیہ علی ظلماء لا یولی ولا یتنی

فی خلاف وہ تشنیبی میں حسینؑ کی حمایت کر رہے تھے نہ انہوں نے دشمن کو پیچہ کھائی

اور نہ اپنے حملوں میں کمزور ہوئے ولا اُری مشهداً يوم کمشهدہ مع الحسین

علیہ الفضل والشرف (عباسؑ نے) امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہو کر فضل و

شرف حاصل کیا وہ کسی شہادت میں ان کی روز شہادت کا ایسا مجھے نظر نہ آیا۔ پانچ پیشوں

میں کم و بیش ستر برس کا زمانہ گذرتا ہے اور دوسرے مصروف کا تجھے یہ ہے کہ سروں کی بارش

اُسی وقت ممکن ہے جب وہ حضرت شمشیر بکاف تسلیم کئے جائیں نیزوں سے سرنپیں کلتے

یہ مصروف ہے اُس کی جو کہتے ہیں کہ دست عباسؑ میں فقط نیزہ تھا۔

جعفر ابن فضل ابن حسن

ان کا لقب غریب تھا اور ان کی قبر شیراز میں ہے اور سید حاجی غریب کے نام سے

مشہور ہیں۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۲۱۲)

﴿۲﴾ حمزہ اکبر ابن حسن بن عبد اللہ بن عباس علمدار

حمزہ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور حضرت علیؑ کے ساتھ شاہرت رکھتے تھے۔ اور یہ وہی

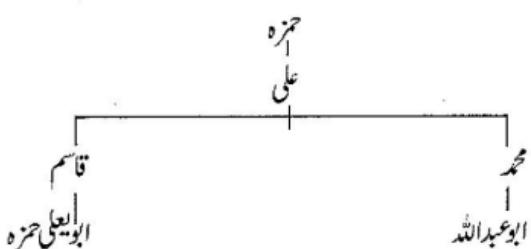
ہیں کہ جن کے متعلق مامون رشید نے اپنے قلم سے لکھا کہ حمزہ بن حسن شیعہ امیر المؤمنین

علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ایک لاکھ درهم دیئے جائیں۔

بقول "علامہ مقرم" ان کی شادی جناب عبداللہ بن جعفر طیار کے فرزند علی بن عبداللہ کے بیٹے حسین کی دختر زینت سے ہوئی تھی۔ جن کے دادا کو لوگ علی زینت کے نام سے یاد کرتے تھے اور ان کی شہرت ان کی مادر گرامی جناب زینت کبریٰ کی وجہ سے تھی۔

علی بن حمزہ بن حسن:

صاحب خلاصہ نے ان کو شاہزادہ کیا ہے۔ نجاشی کے نزدیک اثغر اولیٰ حدیث ہیں۔ ایک نسخہ کتاب ان کے پاس تھا جس کی ساری احادیث امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کرتے تھے (کبریٰ احر ۲۸۱)۔



محمد بن علی بن حمزہ:

حمزہ ابن حسن ابن عبد اللہ کے پوتے ہیں۔ فاضل اجمل اور بہترین شاعر تھے۔ شیخ نجاشی نے ان کو شاہزادہ کہا ہے اور صحیح الاعتقاد تھے۔

بصرہ میں قیام تھا۔ انہوں نے امام رضا علیہ السلام سے روایت حدیث کی ہے۔ وہ اپنے وقت کے معروف عالم اور شاعر تھے۔ ۲۸۶ ہجری میں وفات ہوئی۔ (عمدة الطالب)

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے راوی تھے۔ ان کی

اولاد سرقدہ اور طبرستان میں سکونت پذیر ہوئی۔ سب کے سب عظیم القدر اور اپنے
علاءت کے قاضی گذرے ہیں۔ (کبریت احمد)

ابو عبید اللہ بن محمد:

ابو عبید اللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار بن علی بن ابی
طالب علیہ السلام ادیب اور شاعر اور عالم اور راوی اخبار تھے۔ اپنے والد محمد بن علی بن
حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار سے روایت کرتے ہیں۔ اپنے استاد کی
وساطت سے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب خدا کسی
ملائق پر غضبناک ہوتا ہے اور ان کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا (مثلاً ہوا اور اس قسم
کے دوسرے عذابوں کے ساتھ انھیں ہلاک کرتا کہ جن کے ساتھ اس نے بہت سی
امتوں کو ہلاک کیا ہے) تو پھر انکی ملائق پیدا کر دیتا ہے جو خدا انہیں پہچانتی اور وہ انھیں
عذاب کرتی ہے۔ (حسن النقال صفحہ ۲۲۳)

ابو عبید اللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن حضرت عباس علمدار علیہ
السلام۔

آپ آل محمد کے نزدیک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ جس وقت حکومت وقت کو یہ خبر
ملی کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرزند امام مهدی عصر عظیم و جو رکھنے کر
دے گا تو حکومت کے جاسوس امام عصر کے بیت الشرف میں آپ کی والدہ ماجدہ کی
تلائش میں داخل ہوئے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت عظیمی کا وقت قریب آپ کہنچا تھا۔
جناب ز جس خاتون حالت اضطراب میں باحالی پر بیان پانچ برس کے میئے حضرت
امام عصر کو گود میں لیے ہوئے خدمت امام حسن عسکری میں حاضر تھیں۔

آپ گریہ فرمادی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔ اے مرے سید و سردارے مرے والی و
وارث گھر کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے عنقریب میرے لال کو اور مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔
امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:-

ز جس پر بیشان نہ ہو، دجلہ کے کنارے جاؤ ایک کشتی موجود ہے، اس پر میرے
بیٹے کو لے کر بیٹھ جاؤ سرمن رائے کے ایک کوچے میں تمہیں ایک مکان ملے گا۔ اس
مکان سے ایک بزرگ نکلیں گے جو ہمارے فرزند اور تمہاری حفاظت کریں گے۔

جناب ز جس خاتون نے فرمایا:-

”آقا! وہ کون بزرگ ہیں؟“

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:-

ز جس سنو! کربلا میں ہمارے بچا عباس علمدار نے اپنی اولاد کو قسم دی تھی کہ جب
تک دنیا میں رہنا میرے آقا حسین ابن علیؑ کی اولاد کی حفاظت کرتے رہنا، عباس ابن
علیؑ کی اولاد ہر دور میں نسل حسینؑ کی حفاظت کرتی رہی ہے۔ بچا عباسؑ کی اولاد میں
ایک بزرگ ابو عبید اللہ اس مکان میں تمہاری حفاظت کریں گے۔

فہرستِ نجاشی میں لکھا ہے کہ جناب ابو عبید اللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن
عبيد اللہ بن عباس علمدار نے جناب ز جس خاتون کو اپنے گھر میں چھپا دیا تاکہ دشمنوں
کے شر سے محفوظ رہیں۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس گھر میں ز جس خاتون سلام
اللہ علیہا تشریف فرمائیں گی اس گھر میں بہر حال امام عصر علیہ السلام کی آمد و رفت
ہوگی، وہ گھر عزت و شرف کا حامل ہو گا۔

آپ نے آئمہ طاہرین علیہم السلام سے روایات نقل فرمائی ہیں۔ زبردست عالم و
شاعر اور عوام میں قابلِ احترام شخصیت تھے۔

ابو محمد القاسم:

بنی حمزہ میں سے ہیں ابو محمد قاسم بن حمزہ الاکبر جو یمن میں بڑی عظمت کے مالک تھے اور وہ بہت خوبصورت اور دجیہ تھے اور زہد کی طرف چونکہ طبیعت بہت مائل تھی الہذا لوگ انہیں صوفی کہا کرتے تھے۔

ابو یعلیٰ حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ:

بنی حمزہ میں سے ابو یعلیٰ حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبد اللہ بن عباس علمدار ہیں۔ شفیع جلیل القدر ہیں کہ جن کا شیخ نجاشی اور دوسرا علمانے تذکرہ کیا ہے۔ آپ اپنے وقت کے عظیم ترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔ تیری صدی کے اوخر اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں آپ کا دور حیات تھا جس کی وجہ سے آپ کلینی (صاحب کافی) کے ہم عصر تھے۔ ان کی قبر حلہ میں ہے۔ (حسن المقال ۲۲۶)

شیخ نجاشی نے نجم الثاقب میں پیان کیا ہے کہ غیبت کبری میں حضرت امام صاحب الصحر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابو یعلیٰ حمزہ، سید جلیل القدر ہیں چھواسطوں سے آپ کا نائب حضرت ابو الفضل العباس تک پہنچتا ہے میرزا محمد علی اردو بادی نے آپ کی حیات و کارناٹے پر ایک کتاب تالیف فرمائی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں،

”ابو یعلیٰ، علامے اہل بیت“ میں سے ہیں خاندان وحی اور بوستان ہاشم کی نمایاں فرد ہیں، آپ کا شمار مشانخ روایت میں ہوتا ہے آپ علماء اعلام کے لیے علوم آل محمد کا مرجع تھے جن علمی شخصیتوں نے آپ سے استفادے کئے ان میں حسب ذیل ہیں۔

ہے ۳۸۵ھ میں رحلت فرمائی۔

(ج) حسین بن ہاشم مودب،

(د) علی بن احمد بن محمد بن عمران دفاق اور حسین بن ہاشم یہ دونوں مشائخ شیخ صدوق ابن بابویہ تھی ہیں۔

(ه) علی بن محمد قلائی، عبداللہ غضاڑی جو علم رجال کے ماہر تھے ان کے مشائخ میں ہیں۔

(و) ابوعبداللہ حسین بن علی خرازی تھی۔

حالات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب حمزہ زمانہ مرحوم کلینی میں تھے تیری صدی کے اوآخر اور چوتھی صدی کے اوائل تک زندہ رہے اسی لیے آغا بزرگ تہرانی نے اپنی کتاب ”نابغۃ الرؤاۃ فی رابعۃ المحدثات“ میں جناب حمزہ کی بہت تعریف کی ہے۔

جناب حمزہ کے علی آثار میں، کتاب التوحید، کتاب الزیارات، المناک کتاب اور علی بن جعفر اسدی، اور من روی عن جعفر بن محمد ہے۔ نجاشی و علامہ نے ان کتابوں کی بہت تعریف کی ہے۔

آغا بزرگ تہرانی نے جناب حمزہ کو علماء رجال میں شمار کرتے ہوئے اپنی کتاب رجال میں ذکر کیا ہے۔ (مصطفی القالی فی مصنفو علماء الرجال)

نجاشی کی کتابوں کی سندیں ابن غضاڑی کے ذریعہ قلائی تک منتہی ہوتی ہیں اور قلائی سے جناب حمزہ تک پہنچتی ہیں۔

منقاد میں و متاخرین سبھی علماء نے حمزہ کو موافق و معتبر قرار دیا ہے۔ مرحوم شیخ عباس تھی نے انہیں ان علماء میں قرار دیا ہے جو صاحب اجازہ حدیث تھے اس لیے سبھی علماء رجال نے آپ کو علم و تقویٰ سے متصف کیا ہے۔ (نجاشی، علامہ مجلسی، امامقلانی، شیخ عباس تھی)

اگرچہ صاحب اجازہ حدیث ہونا جناب حمزہ کے لیے کوئی مرتبہ نہیں ہے کیوں کہ صاحب اجازہ حدیث ہونا ناشناختہ افراد کے لیے ہوا کرتا ہے جناب حمزہ تمام علماء رجال کے لیے معروف تھے جیسا کہ گذشتہ صفحے میں ذکر ہو چکا ہے، آپ کے مقبرہ سے جو کرامات ظاہر ہوئے ہیں وہ خود آپ کی عظمت کے گواہ ہیں، جناب حمزہ علمائے اہل بیت علیہم السلام کی نمایاں فرد ہیں ساری خصوصیتیں اور خصلتیں ان کی ذاتی ہیں آپ کسی کی توثیق و تائید کےحتاج نہیں ہیں خود بے شمار حدیثوں کا آپ سے نقل ہونا آپ کی بزرگی و منزلت کے لیے کافی ہے حضرات ائمہ طاہرین نے فرمایا ہے:

ہمارے علماء کی قدر و منزلت کا انحصار ہماری روایت کے بعد ہے، محضوم کا یہ ارشاد اس بات کی طرف توجہ مبذول کرتا تا ہے کہ علمائے اہل بیتؑ کو زیادہ سے زیادہ احادیث آئمہ اطہار علیہم السلام میں دقت و کاوش کرنا چاہیے تاکہ آپ کے معارف عوام تک زیادہ سے زیادہ منتقل ہو سکیں۔ کیونکہ یہی چیزیں انسان کو خدا سے قریب کرتی ہیں۔
جناب حمزہ میں دونوں باشیں مجمع تھیں وہ ایک طرف شجرہ طیبہ رسالت کی فرد تھے دوسری طرف احادیث ائمہ طاہرین علیہم السلام کے مستند راوی۔

جناب حمزہ کے مشائخ روایت کی ایک فہرست ہے جو رجال احادیث کی کتابوں سے جستجو کے بعد فراہم کی گئی ہے، مثلاً رجال شیعہ، فہرست نجاشی، کمال الدین شیعہ صدق وہ مشائخ یہ ہیں۔

- (۱) سعد بن عبد اللہ اشعری (۲) حسن بن میثل (۳) محمد بن الحمیل بن زاروی قمی (۴) علی بن عبد اللہ بن میحی (۵) جعفر بن مالک، فزاری کوفی (۶) ابو الحسن علی بن جنید رازی (۷) اور ان مشائخ میں سب سے زیادہ جن سے جناب حمزہ نے استفادہ کیا وہ آپ کے پیچازاد بھائی ابو عبید اللہ ہیں، ابو عبید اللہ مذکور

آل محمدؐ کے نزدیک نمایاں مقام رکھتے تھے جس وقت حکومت وقت کو یہ خبر ملی کہ امام حسن عسکریؑ کا فرزند ظلم و جور کو تھس نہیں کر دے گا تو حکومت کے جاسوس امام عصرؑ کے بیت الشرف میں آپؐ کی والدہ ماجدہؓ کی تلاش میں داخل ہوئے جناب ابو عبید اللہ نے جناب نرجس خاتون کو اپنے گھر میں چھپا دیا تاکہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔

(قہرست نجاشی)

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس گھر میں نرجس خاتون سلام اللہ علیہا تشریف فرم ہوں گی اس گھر میں بہر حال امام عصرؑ کی آمد و رفت ہوگی، وہ گھر عزت و شرف کا حامل ہو گا۔

حضرت امام عصرؑ سے ابو عبید اللہ کے اس گھرے ارتباط کے بعد ان کے لیے بھر کسی تائید کی ضرورت نہیں، یہ ابو عبید اللہ جناب حمزہ کے مشائخ میں ہیں البتہ اب جناب حمزہ کے لیے بھی کسی توثیق کی ضرورت نہیں ہے۔

ابن عبد نے اپنی کتاب عمدہ، میں لکھا ہے کہ ابو عبید اللہ نے بصرہ میں سکونت کی حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور دوسرے ائمہ طاہرینؑ سے روایتیں نقل کیں ابو عبید اللہ نے بصرہ کے باہر بھی روایات ائمہ طاہرین علیہم السلام نقل فرمائی ہیں، عالم و شاعر اور عوام میں قابل احترام شخصیت تھے۔

نجاشی کا خیال ہے کہ ابو عبید اللہ نے امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکری علیہ السلام سے بھی حدیثیں نقل کی ہیں اور مخصوص مکاتبات بھی تھے اور ایک کتاب بھی تالیف کی تھی جس کا نام مقاتل الطالبین تھا، جو ابو الفرج اصفہانی سے علیحدہ تھی۔

نجاشی اور دوسرے علماء نے بھی آپؐ کے جد علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ ابن حضرت عباسؓ علمدار کی وفات کی تائید کی ہے، جناب حمزہ کا مقبرہ حلہ میں آج بھی

”قریہ حمزہ“ میں مومنین کے لیے زیارت گاہ ہے آپ کے حرم سے کرامات بھی ظاہر ہوتے ہیں اور در دندر دلوں کی مراد یہ بھی پوری ہوتی ہے تی ہیں پہلے آپ کے لیے یہ کہا جاتا تھا کہ آپ امام موی کاظم علیہ السلام کے فرزند ہیں لیکن بعد کے محققین نے یہ ثابت کیا کہ حمزہ فرزند امام حفظہ کی قبر شاہ عبدالعزیم کے پہلو میں ہے۔

حلے میں حمزہ کا روضہ:

مرحوم فقیہ بزرگ مہدی قزوینی جس وقت تبلیغ کے سلسلہ سے حلہ میں مقیم تھے بنی زید کی تبلیغ کے لیے مزار حمزہ سے گذرے لیکن زیارت نہیں کی، کسی موقع پر جب آپ وہاں سے دوبارہ گذرے تو اہل قریہ نے زیارت جناب حمزہ کی درخواست کی لیکن فقیہ قزوینی نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ جس کو بیچانتا نہیں اس کی زیارت کے لیے نہیں جاؤں گا، شب سید قزوینی نے اسی قریہ میں گذاری صبح کو دوسری بھتی میں جانا تھا نماز شب پڑھی طلوعِ حمر کے انتظار میں جانماز پر بیٹھے تھے کہ اسی بھتی کے ایک سید جو متوفی و پرہیز گار تھے جنہیں سید قزوینی پہلے سے جانتے تھے وارد ہوئے سلام کیا اور کہا: سید قزوینی آپ نے قبر حمزہ کی زیارت نہیں کی اور نہ اس کو اہمیت دی، سید قزوینی نے فرمایا: ہاں زیارت نہیں کی چونکہ میں انہیں نہیں جانتا ہوں۔

سید علوی نے سید قزوینی کے جواب میں کہا: کہ عوام میں مشہور ہے کہ حضرت امام موی کاظم علیہ السلام کے فرزند حمزہ کی قبر ہے۔ لیکن درحقیقت یہ قبر حمزہ بن قاسم کی ہے علیائے رجال نے آپ کی بہت مدح سراہی فرمائی ہے صاحب اجازہ حدیث ہیں، لیکن سید قزوینی نے ایک عام مومن تصور کرتے ہوئے سید علوی کے بیان پر کوئی توجہ نہیں دی، صبح صادق کی تشخیص کے لیے مصلیٰ سے اٹھے وہ سید علوی بھی جدا ہو گئے نماز کے بعد سید قزوینی کے ہمراہ جو علم رجال کی کتابیں تھیں اس کو دیکھا تو جناب حمزہ کے لیے

حرف بحروف وہی پایا جس کی خبر صبح کو سید علوی نے دی تھی۔

صبح کے وقت جب مومنین آپ کی ملاقاتات کے لیے جمع ہوئے تو وہ سید بھی دکھائی دیئے جو نماز صبح کے قبل سید قزوینی سے ملے تھے سید نے انھیں بلا بیا اور پوچھا آپ نے جو صبح کو با تین کہی تھیں اس کو کس کتاب میں دیکھا تھا ان سید نے قسم کے بعد کہا کہ وہ اصلًا شب میں اس سُتی میں نہیں تھے۔

پھر سید قزوینی متوجہ ہوئے کہ اواہ سید علوی حضرت بقیۃ اللہ الاعظیم تھے اس واقعہ کے بعد سید قزوینی رحمہ اللہ جناب حمزہ کی زیارت کے لیے چلے اور کہا کہ مجھے اب کوئی شک نہیں ہے، ان کے اس عمل کے بعد مومنین کی توجہ بھی زیادہ ہو گئی پھر بعد میں سید قزوینی نے ”نَلَكَ النَّجَاهَ“ میں اس کی تصدیق کی تجویز میں بعد کے علماء نے بھی آپ کی ایجاد میں اس قبر کو حمزہ، فرزند قاسم کی قبر قرار دیا۔

حیدر المرجانی لکھتے ہیں:-

اسی طرح عبید اللہ اول فرزند حضرت عباس علیہ السلام کے ایک فرزند جن کا نام حمزہ تھا ان کا شجرہ یوں ہے۔ حمزہ الغربی کنیت، ابو یعلیٰ علی بن قاسم ابن علی ابن حمزہ ابن حسن ابن عبید اللہ ابن عباس ہے چنانچہ بحر العلوم نے ”تحفة العالم“ میں رجال نجاشی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

آن کی قبر حملہ کے قریب۔ محلہ زیدیہ میں اب تک موجود ہے۔ چنانچہ کوئونہ نے اپنی کتاب مشاہد الحضرت میں لکھا ہے۔ حمزہ غربی کے روضہ سے بہت سی کراتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

ان کے مقبرے کی عمارت ۱۳۳۹ھجری میں سرنو تعمیر کی گئی۔ وہاں کے تاجروں کے سرمائے سے قبہ کی ترمیم کی گئی تھی۔ اخیر میں ۱۹۸۲مطابق ۱۴۰۳ھجری میں عراق کے

صدر احسن الکبر (علیہ العزیز) کے دور حکومت میں دوبارہ بنایا گیا۔ احسن الکبر نے اپنی آنکھوں سے کرامات مشاہدہ کیا تھا۔ حمزہ ابن عبید اللہ کی خواب گاہ ابدی وہاں بہت مشہور ہے۔

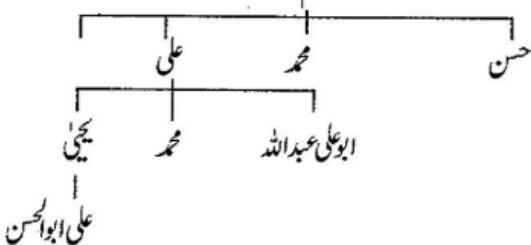
روضے کی زیارت:

رقم الحروف (ضمیر اختر نقوی) دو مرتبہ ہم کربلا میں معلیٰ زیارت کے لیے گئے۔ دونوں مرتبہ حملہ میں جناب حمزہ کے روضے پر حاضری دی۔ آپ کاروضہ آج تک مرجع خلائق ہنا ہوا ہے۔ گرد و نواح کے عرب مردوں زن نہایت ہی عقیدت سے روضہ پر حاضری دیتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ مالک کائنات اولاد حضرت اُمّ الہمین اور نسل حضرت عباس علماً دار کے اس جلیل القدر سید و عالم دین کے طفیل میں زائرین کی مرادوں کو پورا کرتا ہے اور ان کے دامن تھنا کو گوہر مراد سے بھر دیتا ہے۔

میں جب دو مرتبہ زیارت کے لیے گیا اتفاق سے میرے ساتھ دونوں مرتبہ برادرم سید ناصر رضا صوی، ہشیرہ عزیزہ سیدہ نسرین فاطمہ اور میرے دونوں بھانجے سید حسین رضا سلمہ اور سید عباس رضا سلمہ اور بھانجیاں سیدہ سبکہ رضا، سیدہ انسیہ رضا، سیدہ سماںہ رضا بھی ساتھ تھے۔ دوسری مرتبہ کی زیارت میں ذا کرامل بیت سید ماجد رضا عابدی بھی ہراہ تھے پر ہم نے مجلس بھی منعقد کی اور نوحہ خوانی بھی ہوئی۔ اس وقت جناب حمزہ بن قاسم کی قبر پر حضرت عباس کے روضے کی پرانی ضرخ نسب کی گئی ہے۔

﴿۳﴾ ابراہیم (جردق) بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علماً دار:
ابراہیم جردق (رومی تقسیم کرنے والا، سخن) یا اپنے وقت کے زادہ، فقیہ اور ادیب تھے۔ ان کا شمار مشہور ادبیوں میں تھا۔ ان کے تین فرزند تھے۔ حسن، محمد اور علی۔

ابراهیم (جردق)



علی بن ابراہیم:

اخیائے بنی ہاشم میں سے تھے اور صاحب عزت وقار تھے۔ بڑے فیاض، بختی اور صاحب جاہ تھے۔ حشمت و جلالت کے مالک تھے۔ نہایت نرم دل۔ ۵۲۶ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے ۱۹ فرزند تھے ۱۹ میں سے کچھ بغداد میں رہے کچھ مصر اور بصرے پلے گئے۔

عبد اللہ بن علی بن ابراہیم جردقہ:

جن میں سے ایک عبد اللہ بن علی بن ابراہیم جردقہ بغداد کے خطیب تھے اور ان کی کنیت ابو علی تھی اور وہ الی بخارا میں سے تھے۔ مصر میں جا کر وہیں سکونت اختیار کی اور ان کے پاس کچھ کتابیں "مجموعہ عجفریہ" کے نام کی تھیں جن میں فقد الی بیت ہے۔ اور انھیں شیعہ فقہ پر مشتمل بتایا جاتا ہے۔ ان کی وفات مصر میں ۳۱۲ ہجری میں ہوئی۔

(حسن القفال صفحہ ۲۲۶)

علی بن ابراہیم کے دوسرے فرزند محمد بن علی تھے جو بصرہ پلے گئے تھے۔ پائے کے عالم تھے یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی حدیثوں کے راوی بھی ہیں۔ بڑے فقیر، زاہد اور شاعر بھی تھے۔

﴿۲﴾ عباسؓ (خطیب فتح) بن حسن بن عبد اللہ بن عباسؓ علمدار:

Abbasؓ بن حسن بن عبد اللہ بن عباسؓ علمدار کی کنیت ابو الفضل ہے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے ادیب تھے ان کے کارنا میں تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ فصاحت بیان و شعر میں بھی ہاشم میں نمایاں و بے نظیر تھے وہ خطیب فتح اور شاعر بیلغ تھے صاف گوار جری تھے۔ ہارون رشید کے ہاں صاحبِ عزت و احترام تھے۔ کوئی ہاشمی ان سے زیادہ تیز گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا گیا۔ مدینے میں آباد تھے ہارون رشید کے عہد میں بغداد آئے اور وہیں آباد ہو گئے۔ آپ کی جلالات و فضل و ادب کی وجہ سے بادشاہ آپ کو کنیت سے مخاطب کرتا تھا۔ ”حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کے موقع پر دربارِ مامون رشید میں امام کی بارگاہ میں سب سے پہلے عباس ابن حسن (اولاد حضرت عباس علمدار علیہ السلام) نے قصیدہ کہنیت پڑھ کر سنایا۔ پھر عرب و مجم کے کثیر التعداد شعر انے اپنے تصدیقے پیش کئے (تحفہ رضویہ از فوقي بلگر ای صفحہ ۵۲۱)

بعض نے ان کے دل فرزندتائے ہیں۔ بعض نے چار بیٹے بیان کئے ہیں۔

عباس

احمد عبد اللہ علی عباس

عبد اللہ بن عباس بن حسن بن عبد اللہ بن عباس علمدار:

عبد اللہ بن عباس بن حسن بن عبد اللہ بن عباس علمدار اپنے باپ کی طرح شاعر فصح تھے والدہ کا نام افطیس تھا۔ مامون بہت عزت کرتا تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو مامون نے پاپیادہ جنازے میں شرکت کی مامون نے ان کو سردار ابن سردار کا لقب دیا تھا۔ ان کے فرزند حمزہ ہیں۔ حمزہ کی اولاد شام کے علاقے طبریہ میں ہے۔ حمزہ کے

فرزند ابوطیب محمد بن حمزہ ہیں۔ (حسن القال۔ ۲۲۴)

ابوطیب محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن عباس:

آپ کا شجرہ یہ ہے:- ابوطیب محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن عباس بن حسن بن عبد اللہ
بن حضرت عباس علمدار،

آپ حمزہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ میں مردود حد سے زیادہ تھی اپنے عزیزو
اقارب کے ساتھ صلح رحم بہت کرتے تھے جس کی وجہ سے بہت عظمت و منزلت رکھتے
تھے۔ اور ان کے علاقے طبری میں آپ کی بہت زیادہ جاندار تھی۔ شجاعت میں مشہور
زمانہ تھے، حکومت فراموش کے دور میں ان کو ظلم و زیادتی سے شہید کیا گیا۔ (جید الرجای)۔
طنج بن جھ خرغانی نے حد کی وجہ سے اپنے سپاہیوں کے ذریعے آپ کو قتل
کر دیا۔ یہ حادثہ ۲۹۱ھ میں ہوا۔ شعر انے آپ کی وفات پر مرثیہ اور سوگناہ کے
تھے (مقرم)

بنو شہید بن ابوطیب محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن عباس بن حسن:
معلوم نہیں کہ بنو شہید ابوطیب محمد کے بیٹے ہیں یا پوتے، بہر حال صاحب تھم
اشعراء نے لکھا ہے کہ شاعر تھے اور اپنے بزرگوں کے کارناموں پر افتخار کرتے تھے۔
متولی کے عہد کے بعد تک زندہ رہے۔ الخدیر میں علامہ امینی نے شعرائے غدیر میں
آپ کا ذکر کیا ہے۔ کتاب بحر الانساب میں بھی آپ کا ذکر ہے۔

﴿۵﴾ عبد اللہ (امیر مدد) بن حسن بن عبد اللہ بن عباس علمدار:
عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن عباس علمدار۔ یہ حرمن کے قاضی القضاۃ تھے۔
آپ تمام بھائیوں میں سن کے لحاظ سے بڑے تھے۔ لوگ ان کو امیر کہہ کر پکارے تھے

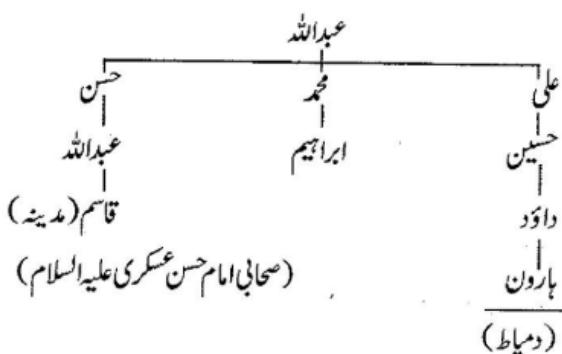
کیونکہ وہ حکومت عباسی کے ابتدائی دور میں مکہ اور مدینہ کے امیر کے منصب پر فائز رہے۔ (طبری، احسن القال۔ ۲۲۷)

آپ سے زیادہ بار عرب اور بامروت شخص دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہ مامون کے زمانے میں حریمین کے متولی اور قاضی شہر تھے۔

آپ کے لیے محمد بن یوسف جعفری کا بیان ہے:

”ہبیت و حشمت و مرقت میں ان کے جیسا انسان نہیں دیکھا زمانہ مامون میں مدینہ و مکہ کے متولی اور انہیں دونوں شہروں کے قاضی بھی رہے۔ (طبری ج ۴ صفحہ ۳۵۵)
۲۰۶ھ اور ۲۰۷ھ میں مامون رشید نے امیر حجج بھی میمن کیا تھا مامون ہی کے زمانہ میں بغداد میں وفات پائی۔ (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۳۲۳)

عبداللہ بن حسن کے دو بیٹے تھے علی اور حسن



ابراهیم بن محمد:

ابراهیم بن محمد بن عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن عباس عالمدار آپ قزوین میں شہید کئے گئے۔ قبر بھی قزوین میں ہے۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۲۷۷)

علی بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علیمدار:

علی، آپ کی اولاد "دمیاط" میں ساکن ہوئی اور بخارون کے نام سے مشہور رہی اور جو مقام "فسا" میں آباد ہوئی۔ اس کو "بوبہ بد" کہا جانے لگا،

حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہ:

حسن، جناب علی کے بھائی آپ کے فرزند عبد اللہ ہیں۔

عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہ:

عبد اللہ بن حسن، آپ کے گیارہ لڑکے ہوئے۔

قاسم بن عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہ:

قاسم، عبد اللہ کے بیٹے ہیں مکہ و مدینہ کے حاکم و قاضی تھے، مدینہ منورہ میں صاحب الرائے اور متکلم شمار ہوتے تھے۔ "وہ محدث، فقیہ اور بڑی جماعت کے امیر تھے۔ آپ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب خاص میں تھے"

(حیرالمرجانی)

فرزندان علی و عقرش ایام علی نقی کے فرزند ہیں" کے درمیان اُس وحیت برقرار

رکھی، جناب قاسم امام حسن عسکری کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ (عمدة الطالب)

حضرت ابوفضل العباس کی پاکیزہ نسل ہر دوسری میں صاحبان فضل و کمال سے بھری

رہی جن میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حمیدہ اور صفات حسنہ پائے جاتے رہے، ہمیشہ

آثار سیادت و شرافت ظاہر رہا، رُگ و پے میں علم و عمل عزت نفس بھری ہوئی تھی۔

حضرت اُتم الہبین کی نسل کے کچھ افراد ہندوستان بھی آئے تھے۔

مولانا سید آغا مہدی لکھنؤی لکھتے ہیں:-

اولاد کا باقی رہنا بھی ثمرہ شہادت ہے اور یہ مستقل موضوع ہے جس پر فاضل خفیٰ ظفر آبادی، نور الدین ملک محمد عوض کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے مشہور عالموں اور ریاضت کردہ فاضلانِ جو پور میں تھے ان کے نسب کا سلسلہ حضرت عباس علمدار تک پہنچتا ہے وہ شیخ علی حزیں مشہور (ادیب و فقیہ) کے ہم عصر تھے ان کے فرزند کا نام ملا فتح محمد تھا۔ اس سے واضح ہوا کہ اولاد علمبردار کے وجود سے ظلمت کردہ ہند بھی خالی نہیں۔

برٹش میوزیم (لندن) میں اولاد حضرت اُمّ الہینَیْ پر کتاب:
مولانا سید آغا مہدی لکھنؤی لکھتے ہیں:-

برٹش میوزیم کی فہرست مرتبہ ڈاکٹر چارلس صنی ۲۳۷ کے مطابعے سے معلوم ہوا ہے کہ بزرگان جناب رسالت آب میں جناب عبداللہ ابوطالب کی اولاد پر ایک خصوصی تصنیف محمد بن عبداللہ حسینی سرفرازی کی تھیں الطالب نامی (خطبوطات) میں موجود ہے جس میں شرح و بسط سے اولاد محمد بن حنفیہ و حضرت عباس کی تفصیل ہے یہ کتاب محمد حسین بن عبد الکریم کے قلم کاشاہ کار اور ۶ ماہ ذی الحجہ روز جمعہ وقت ظہر ۹۷۶ھ کا خطی نسخہ ہے یہ وہ جواہر پارے ہیں جو کچھ تو غدر ۱۸۵۷ء کا حصہ کی لوٹ میں یورپ پہنچے اور کچھ صاحبان احتیاج نے اپنی تنگی کے سبب انگریزوں کے ہاتھ پہنچے دوسروں برک کا یہ صحیحہ عقیدہ اگر آج سامنے ہوتا تو کیا کچھ نہ ملتا۔

حضرت عباس علمدار کی اولاد مصر، بغداد، قزوین، شیراز، طبرستان، اردن، دمیاط، قاین، سمرقند، بصرہ میں پھیلی۔

مذکورہ بالا حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب ابوالفضل العباس خود بھی بے بدلتھے کیونکہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اور جناب زینت عالیہ اور خصوصاً

حضرت علی علیہ السلام اور اپنی مادر گرامی حضرت اُمّ الْمُنِينَ سے تعلیم حاصل فرمائی تھی۔ ان کی اولاد بھی جہاں جہاں رہی عالم، شاعر، ادیب، خطیب اور قاضی، امیر غرض کے سرکار اب افضل کی اولاد ہر زمانے میں ہر جگہ مسلمانوں کے لیے سبب فیض رہی یہ سرکار ابوالفضل کی ذات بارکات کا فیض ہے کہ آپ کی اولاد علم و فضل درایت حدیث، سخاوت، صدر حجی میں ممتاز رہی ہے۔

حضرت اُمّ الْمُنِينَ جیسی عظیم ماں کی عظمتیں ان کی اولاد کی عظمتوں سے وابستہ ہو کر زندہ جاوید ہو گئیں۔ جتنی اچھی ماں ہو گئی ولیکی ہی بہترین اولاد بھی پیدا ہو گی۔

حضرت عباس علمدار علیہ السلام

عبدالله

حسن

ابراهیم

عباس

عبدالله

حسن

عبدالله

حسن

عبدالله

حسن

ابو طیب محمد

بن شیعہ

قام

ابو حکیم علی

ابو عیشی جزراہ

ابو عبد الله قاسم

ابو العباس محمد

ابو عباس اکبر محمد

حضرت عباس

316

باب ۷۱

حضرت اُمّ الہنینؓ

حضرت امام حسینؑ کی عزادار

مدینے میں امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچنا اور
حضرت اُمّ الہنینؓ کا قاصد سے واقعہ کر بلاس کر گریہ فرمانا:-

حضرت علیؑ کی ازواج میں جو شرف اور بزرگی بنت رسولؐ خدا طمہزؐ ہر اور بعد ان
کے جانب اُمّ الہنینؓ زوجہ جنات مشکل کشنا کوئی ہے وہ دوسری ازواج کے حصے میں
نہیں آئی۔

شرف ازل سے جواز ازواج تلقی کو ملا کہاں یہ مرتبہ ناموس اوصیا کو ملا

جو کچھ شرف تھا وہ سب اشرف النساء کو ملا نہ ہاجڑہ کو ملا اور نہ آسیا کو ملا

مگر یہ درجہ بھی حصے میں کس کے آیا ہے

جو بعد فاطمہ اُمّ الہنینؓ نے پایا ہے

نہ کیوں بتولؓ کی ہو ہم نہیں وہ عرش وقار وہ ماں حسینؓ کی یہ مادر علمبردار

کیا حسینؓ کو امت پہ فاطمہؓ نے نثار حسینؓ پر کئے قربان اُس نے بیٹے چار

امام فاطمہ کے نورِ عین کو سمجھی
حسن کو پیشو ، آقا حسین کو سمجھی

وہ اخیر علی نے یہ اس کو دی تھی خبر کہ ہوں گے فدیہ شہیدتیہ رے چار پسر
یہ اپنے بیٹوں کی تعلیم کرتی تھیں اکثر پسر جو پوچھتے کہتی تھیں ہوں ندا تم پر
نہ کیوں میں فخر کروں فخر والدین ہو تم
غلام فاطمہ ہو فدیہ حسین ہو تم

چنانچہ روایت ہے کہ جب تک سید الشهداء امام دوسرا مدینہ منورہ میں رونق افروز
رہے، حضرت ام البنین مثیل فاطمہ زہرا امام مظلوم کی شیدا تھیں۔ اور جس وقت سے
آپ کو فکی جانب روانہ ہوئے حضرت ام البنین نے بیمار صفرؑ کی خدمت اور بیمارداری
اپنے اور پر فرض کر لی اور ہمیشہ اس شہزادی کی خدمت گذاری میں مشغول رہتی تھیں۔

بنا کے ہاتھ سے اپنے اسے دوا دیتیں

دوا پلا کے شفا کی اسے دعا دیتیں

لیکن فراق فرزند رسول اُنخلیلین پارہ جگر فاتح بدر و حسین میں ہمیشہ غمگین اور محزون
رہتی تھیں گونکہ آپ کو جناب امام حسین سے اپنے فرزندوں سے زیادہ محبت تھی اور:-
فراغ خدمت صفرؑ سے پا کے وہ ذیجاہ ردا کو اوڑھ کے گھر سے نکلتیں شام و پہاڑ
عصا کو تھام کے استادہ رہتی تھی سر رہا مسافروں سے یہ کہتی تھیں بانغان و آہ

پرسے چھٹ کے کسی ماں کو چلیں آتا ہے

مسافرو کہو میرا حسین آتا ہے ؟

جو کوئی پوچھتا تم مادر حسین ہو کیا تو وو کے کہتیں کہ افت قوام سے بھی ہے سما
جو پوچھو رتبہ تو ادنیٰ مقام ہے میرا وہ بادشاہ میں اس کی کنیت ہوں دکھیا

حسین میرا ہے مختار ، دربار بھی ہے
امام بھی ہے ، پسر بھی ہے ، پیشوں بھی ہے

ہر چند کہ حضرت ام البنین ہر ایک مسافر سے اُس شاہزادہ کو نین کا حال پوچھتی تھیں مگر اس سبب سے کہ یزید پلیدنے نا کہ بندی کردی تھی کہ کوئی مسافر یا قاصد کر بلے سے جانب مدینہ جانے پائے۔ اس لیے ان معظمه کو امام کی کچھ خبر نہ ملتی تھی۔ مگر امام حسین کی محبت میں آپ کا معمول بدستور رہا۔ ہر روز جناب فاطمہ صفری کو دواپلاکر دروازہ پر آنا، اور ہر شام کو مایوس ہو کر گھر میں جانا۔ غرض اس طرف جناب ام البنین کو فراق امام حسین کا غم تھا، اور ہر کربلا میں اُس مظلوم کے اہل بیت اطہار تھے و گرسہ خیموں میں بیتاب تھے۔ ہر ایک پچھے دل کباب تھا۔ تمام یار و انصار شہید ہو چکے تھے اور امام یکہ و تھا فوج اشقياءں کھڑے تھے۔

بھرے عزیزوں کے داخلوں سے سینہ دل تھے حسین ایک تھے اور چار لاکھ قاتل تھے
آخر اشقياء نے اُس غریب الوطن کو نیزہ و تکواروں سے پور پور کر کے شہید کیا۔ پھر لاش مبارک سُم اسپاں سے پامال کی اور بعد پامالی لاش خیموں میں آگ لگادی اور اہل حرم کو لوٹنا شروع کیا۔ اُس وقت جو ظلم اشقياء نے اہل بیت اطہار پر کیا، کس کی زبان میں طاقت ہے کہ بیان کرے۔

کسی کو نیزے کی کوٹھا پنج مارتے تھے حرم حسین کے سب یا علیٰ پکارتے تھے
غرض کے عصر سے تا وقت شام واویلا حسین لوٹ رہے تھے خیام آں عبا
حرم کو لا کے نظر بند خالموں نے کیا خوشی کی نوبتیں بھی تھیں فوج میں ہر جا
مگر یہ آتی تھی آواز شادیاں سے
ہزار حیف اُٹھے پنجن زمانے سے

شہید ہو گئے جب رن میں سیر والا تو لٹ کے قافلہ بیوؤں کا بلوہ میں آیا
بغا کے مشیوں کو ابن سعد نے یہ کہا کہ فتح نامے روانہ ہوں ہر طرف ہر جا
حقیقت اپنی جدال و قبال کی لکھو
نشست فاتح خیر کے لال کی لکھو

مدینہ و مکن و چین و مصر و روم و طلب ہوں ملک ملک میں ارسال فتح نامے اب
ہر ایک نامے میں ہون درج یہی مطلب حسین قتل ہوئے بے ردا ہوتی زندگ
گلوں امامت سروز کا تخت و تاج ہوا
جو پوچھو تخت کا مالک یزید آج ہوا

مری طرف سے لکھو عرض داشت ہر یزید کے لئے ہوئے ترے اقبال سے حسین شہید
میں نذر فتح کی دوں گا سر امام سعید ہیں چند عورتیں اور لڑکیاں بقید شدید
نہ ہم نے ہے علی اصغر کو بھی اماں بخشی
پر تیرے ہاتھ سے سیدانیوں کو جاں بخشی

جدا عریضہ لکھو اک برائے اہن زیاد کہ نام پیغمن پاک کر دیا برباد
جو مجھ سے وعدے کئے ہیں انہیں بھی رکھیو ایاد کیا ہے خوش تجھے میں نے تو کر میر اول شاد
نہ لایا دھیان میں خیر النساء کے رونے کو

نهال فاطمہ کاٹے نہال ہونے کو

پسر سعد نے یزید پلید کے خط میں لکھا، قبل از جنگ مجھ کو خوف تھا کہ یہ بنی ہاشم بہادر
اور جرار ازی ہیں اولادِ علی ہیں جنہوں نے اثرور کو چیرا، اور خیر کو اکھڑا۔ مرحبا کو
چھڑا، حسین و خندق میں فتح پائی۔ جنوں کو ان کے مقابلے کی تاب نہ آئی۔ الہذا ایسے
جراروں سے لڑنے میں معز کرد مرحبا ضرب کئی میئین رہے گا:-

مگر ہوئی جو لڑائی بروز عاشورا سحر تھی جمعہ کی دن عشرہ محرم کا
 نہ دو مہینے لگے اور نہ ایک دن گذرنا اخیر لشکر شیبیر دوپھر میں ہوا
 تمام ظہر تک شہ کے نوریں ہوئے
 شہید چار گھنٹی دن رہے حسین ہوئے
 نماز عصر پڑھی کاٹ کر سر شیبیر حرم کو لوٹ کے مغرب کی پھر کبھی عجیب
 ہماری فوج میں سیدانیاں ہیں ساری اسیر خدا کے شیر کا پوتا ہے بستہ زنجیر
 مدد کو اہل حرم کی نبی نہیں آتے
 پکارتے ہیں علیٰ کو علیٰ نہیں آتے
 پھر کا تب کو حکم دیا کہ حاکم مدینہ کے خط میں یہ بھی لکھ دینا کہ اب بے خوف و خطر
 خطبہ بزید منبرِ نبی پر پڑھنا۔ خاندان رسول مختار میں اب کوئی بجو عاذب یہار کے باقی نہیں
 ہے اور وہ بھی طوق و زنجیر میں اسیر ہے:-
 غرض کرنے کے لئے مشیوں نے سب ترقیم لفاف رکھے گئے پیش اہن سعد لیم
 بوقت صحیح کئے قاصدوں کو وہ تقسم ہوئے روانہ ہر اک سمت کر کے سب تسلیم
 خط مدینہ یے اک شتر سوار چلا
 مگر حسین کے ماتم میں اشک بار چلا
 الغرض قاصد مدینہ رخصت ہو کر چلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا:-
 کلس رواق نبی کا نمود ہونے لگا
 اُتر کے ناقے سے ناقہ سوار رونے لگا
 گیا مدینہ کی مسجد میں قاصد ناچار وطن میں آمد قاصد کا غل ہوا اک بار
 گھروں سے جانب مسجد چلے صغار و کبار زبان سے کہتا تھا ہے ہے حسین قاصد زار

نبی کے روپ کا گنبد تمام ہتا تھا
ستون مسجد خیرالانام ہتا تھا

یہ ایک لڑکی نے صفرؑ کو دی خبر آکر مبارک آپ کے پردیسوں کی آئی خبر
ابھی ابھی چلا آتا ہے ایک نامہ بر رسول پاک کی مسجد میں کھوتا ہے کمر
خدا نے چاہا تو اکبر بھی یونہی آتے ہیں
خبر حسینؑ کی سب پوچھنے کو جاتے ہیں
یہ خبر سن کر حضرت صفرؑ بستر یماری سے اُٹھ بیٹھیں اور حضرت اُم البنینؓ سے کہنے
گلیں کہ اے دادی جان سنتی ہوں کوئی فا صد آیا ہے جو مسجد نبوی میں جو بیغام لایا ہے
سنائے گا۔ آپ چلنے تو اُس سے بابا کا، مادر کا، اکبر واصفرا کا اور اپنی بہن سکینہ کا حال
پوچھ آؤں۔ اللہ اللہ کیا اشتیاق تھا حضرت فاطمہ صفرؑ کو۔ یہ سن کر جناب اُم البنینؓ نے
فرمایا:-

وہ بولی واری بھلامت میں اتنی طاقت ہے
میں پوچھنے آتی ہوں بابا ترا سلامت ہے

یہ کہہ کے اوڑھ لی چادر اٹھایا اپنا عصا رواں ہوئیں طرف مسجد رسولؐ خدا
زنان ہاشمیہ ساتھ تھی پیداہ پا قریب پہنچیں جو مسجد کے دیکھتی ہیں کیا
وہ کون شخص ہے جس کا کہ حال غیر نہیں
پکاری خیر ہو پردیسوں کی خیر نہیں

ابھی وہ خط لیے منبر پہ نامہ بر تھا گیا پڑھا تھا ایک ہی فقرہ کہ حشر تھا بر پا
کہ ناگہاں در مسجد سے غفلہ یہ ہوا عزیزو راہ دو آتی ہے ثانی زہرؑ
زنان ہاشمیہ نے جو اہتمام کیا

تو نامہ بر نے بھی تعظیم سے سلام کیا
 عصا پہ ماتھے کو رکھ کر کھڑی ہوئیں وہ آہ کہا کہ بھائی یہ خط پیچھے پڑھیو خاطر خواہ
 زبان سے پہلے یہ کہہ دے کہ خیرتے توہین شاہ وہ رو کے کہنے لگا لا إله إلا اللہ
 بہت حسین کی عاشق ہو اور شیدا ہو
 مگر جہان میں اب تم بجائے زہرا ہو
 پکاری وہ کہ بھلا میں کہاں بتول کہاں میں خادم ہوں وہ مخدومہ زمین وزماں
 وہ بولا اسم شریف آپ کا وہ بولی ہاں علی کی زوجہ ہوں عباس نامدار کی ماں
 ابھی نہ ماں ہوں میں اس کی نہ وہ پسر میرا
 جو کچھ حسین کے کام آیا تو مگر میرا
 ہے بات کرنا بھی ناخموں سے مجھ کو عار علی کی لوٹنیوں کا یہ چلن نہیں زندگی
 مگر حسین کی اُلفت نے کر دیا ناچار نکل پڑی میں ردا اوڑھ کر سر بازار
 خبر حسین کی کہہ آرزو میں ہوں جس کی
 کنیز ہوں تو میں اس کی جو ماں ہوں تو اس کی
 میں ہوں کھاتی ہوں بھائی تو ہے گریاں چاک بُشلِ ماتھیاں سر پہ اپنے ڈالے خاک
 وہ بولا کم ہے جو کچھ غم کروں میں اے غمناک ہوئی حسین پہ بیدا و لشکر سفاک
 جگر ہو سنگ کا فولاد کی زبان ہووے
 تو ایک پیاس کا اس پیاس سے کی بیاں ہووے
 الغرض اس قاصد نے حال شہدائے کر بلاؤں طرح بیان کرنا شروع کیا کہ اے اُم
 العینین حسین کی کون سی مصیبت تم کو سناوں۔ اُس طرف کئی لاکھ خبر خونخوار، اوہر ایک
 حسین بے دیار۔ چاروں طرف سے فوج جھاکار نیزہ و تلوار کے وار کر رہے تھے، اور

ایک قطرہ پانی کا نہ دیتے تھے حتیٰ کہ سوار ہونے کے وقت کوئی رکاب تھامنے والا نہ تھا
کہ حضرت زینبؑ نے خیمہ سے نکل کر رکاب تھامی اور بھائی کو سوار کرایا تھا۔

عدو کی فوج میں اس وقت رو دیا سب نے

جب اپنے بھائی کی تھامی رکاب زینبؑ نے

یہن کر حضرت ام البنین غصہ سے کا چپنے لگیں اور فرمایا کہ عباسؑ کو کیا ہوا تھا رکاب
تھامنے کو عار سمجھا۔ وہ تو بھیش نظیں حسینؑ اٹھایا کرتا تھا۔

غوروں کی تو مرے لال کو نہ عادت تھی

رکاب تھامنا تو فخر تھا، سعادت تھی

پکاری سوئے نجف مڑ کے یا علیؑ فریاد لوخوب آپ کے عباسؑ نے کیا دل شاد
اسی کو اہل وفا آپ کرتے تھے ارشاد حقوق پالنے والی کے کردیئے بر باد
کچھ آپ سنتے ہیں یہ نامہ بر جو کہتا ہے

غلام خدمتِ آقا میں یونہی رہتا ہے

جب یہ شکایت حضرت ام البنینؑ کی نامہ برے سنی تو اُس وقت کہنے لگا کہ اے مادر
عباسؑ خدا گواہ ہے کہ عباسؑ سا با وقار و دیکھانہ سنایہ جو میں نے عرض کیا، حال دو پھر کا
تھا۔ اور بوقت صبح جب امام حسینؑ سوار ہونے لگے، بھا مجھے سمجھتے یا روانا صارع عباسؑ علم
بردار جلو میں موجود تھے اور عباسؑ جرار نے رکاب تھام کر حضرتؑ کو سوار کیا تھا۔ قائم سر
مبارک امامؑ پر رومال ہلاتے تھے۔ اکابر جرار عنان کو تھامے تھے مگر یہ حال تو دو پھر کا تھا
جو میں نے عرض کیا۔ اس وقت ان جراروں میں سے کوئی بھی باتی نہ تھا۔ اس وقت:-

و دائع ہو کے نبی زادیوں سے وہ بولا کھڑے تھے خیمہ کی ڈیورٹی پر سید والا
رکاب تھامنے کو تھا نہ کوئی واپیلا حسینؑ دیکھتے تھے سوئے مقل و دریا

بلاتے تھے علی اکبر کو اور روتے تھے
 پکارتے تھے برادر کو اور روتے تھے
 نہ کر تو شکوہ عباس اے حمیدہ صفات
 رکاب تھا بے دیکنکر کئے ہوں جس کے ہاتھ
 پڑا تھا بے کفن و گور وہ کنوار فرات
 صدای اش سے آتی تھی اے شرخوش ذات
 اگر رضا ہو یہ مظلوم کربلائی کی
 رکاب تھاموں کئے ہاتھ سے میں بھائی کی
 اے معظم حضرت عباس کو وقاری کا حال تو بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ساتویں
 تاریخ محرم سے حرم پر پانی بند ہوا تو آپ کے بیٹے نے چار کنوئیں کھو دئے اور دسویں
 تاریخ کو سینہ کا سقہ بنا۔ مگر اس پیاسی کی قسمت میں پانی ن تھا کہ شانے کشا کر دیا پر
 شہید ہو گیا۔ ہر چند شرمنے عباس کو اپنی فوج کی پس سالاری کا پیغام دیا، مگر اس وقاری
 نے حسین کی کفشن برواری کو ترک نہیں کیا۔ یہ سن کر جناب ام البنینؑ:-
 بجود شکر بجا لائی بھرتو وہ بے آس کہا میں خوش ہوئی عباس آفریں عباس
 لحد میں چین سے اب سوہو کے بے دساں غذا ہو میوہ طوبی تو جعلے ہو ویں لباس
 بہشت میں غمِ محشر سے بے ہراس رہو
 غلام سبط نبی ہو انہی کے پاس رہو
 میں سرخ رو ہوئی شبیر کے تو کام آیا جو کچھ کہ تھھ پس میرا حق تھامیں نے پھر پایا
 ہزار شکر یہ مژده خدا نے سنوا یا علیؑ کی پوچی کا سقہ بنا مرا جایا
 خدا گواہ کہ تو نے مجھے نہال کیا
 لے اپنا دودھ بھی میں نے تجھے حلال کیا
 پھر قاصد سے جناب امام حسینؑ کو دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ابھی اپنے اور تین

بیوں کا حال بھی سن لجھے کہ عبد اللہ اور عون اور جعفر نے بھی اپنی جانیں حسین پر شار
کیں۔ یہ سن کے آپ نے قاصد سے عتاب آمیز بوجہ میں فرمایا:-

میں پوچھتی ہوں تو کہتا ہے اور ہی پوچھ حال تو وہش میں ہے کہ یہوں کس طرف ہے خیال
میں پہلے کہہ بچھ سے نہیں میرا کوئی لال حسین ایک پسر ہے جیسے صد و سال
سو حسین کے فرزند نور عین نہیں
پسر تو کیا کوئی میرا مجرح حسین نہیں

اے قاصد میں تھھ سے شہنشاہ کو نہیں کا حال پوچھتی ہوں اور تو غلاموں کا حال بیان

کرتا ہے۔ مجھے حسین کے حال سے آگاہ کر۔ یہ سن کر:-

چکر پر مار کے ہاتھ اپنا نامہ برلنے کہا جو حال سنتا ہے بی بی حسین بے کس کا
لواب کھڑی نہ رہو یہ میٹھ جاؤ رکھ دو عصا زنان ہاشمیہ کو بٹھا لو گرد ذرا
کلیبہ تمام لو تم اپنا دونوں ہاتھوں سے
کرغش نہ آئے کہیں تم کو میری باتوں سے
پھر نامہ برلنے سر پیٹ کر با گریہ وزاری بیان کرنا شروع کیا:-

اڑا کے خاک کہا اے ضعیفہ ہو آگاہ ہزارو نہ صد و پنجاہ زخم، اک تن شاہ
اور ایک حلق پہ ہفتاد ضرب نجمر آہ چڑھا حسین کے سینہ پہ قاتل بد خواہ
سر حسین تو اُس بد گمان نے کاثا
غضب ہے ہاتھوں کو پھر ساری بان نے کاثا

یہ سن کے غش ہوئی اُم الحنین عالی جاہ اٹھا یہ شور کہ فریاد یا رسول اللہ
ہوا جوش سے اقتد علی کی زوجہ کو آہ تو پوچھا حال سے نہت ب کے بھی تو کر آگاہ
وہ ساتھ مر گئی بھائی کے یا اسیر ہوئی

لہ پر سید والا کے یا فقیر ہوئی
 سراپا پیٹ کے پھر نامہ بریہ چلایا حسین نے تو کفن بھی ابھی نہیں پایا
 رسول زادیوں پر سخت حادثہ آیا برہمنہ سرہیں اٹھا جب سے شاہ کا سایہ
 گلے میں طوق ہے عابد کے شدت تپ میں
 ہیں زخم نیزوں کی نوکوں کے پشت نیت میں
 یہ حال سن کر حضرت ام البنین نے چادر سر سے پھینک دی، اور سینہ و سر پیٹ کر
 ہمراہی عورتوں سے فرمایا:-

بناؤ شکل مری سوگواروں کی لوگو میں بال کھولتی ہوں خاک چہرے پر مل دو
 پکارو کہہ کے پسر مردہ آج سے مجھ کو مٹا نشانِ نبی نام حیدر خوش خو
 مری نگاہوں میں دنیا یہ اب سیاہ ہوئی
 مرے حسین کا پُرسا دو میں تباہ ہوئی

اس طرف تو یہ حال تھا، وہاں انتظار میں حضرت فاطمہ صفرؑ کے ہونٹوں پر جان تھی۔

جانبِ ام البنین سے ساتھ کی عورتوں نے جانبِ صفرؑ کی بے قراری بیان کی کہ:-
 پڑی ہے ذیورڈی پہ بے ہوش فاطمہ صفرؑ یہن کے گھر کو چلی خاک اڑاتی وہ دکھیا
 سراپا پیٹتا قاصد بھی ساتھ ساتھ چلا یہاں مریض کی آنکھیں تھیں سوئے مسجد و
 سفید چہرہ تھا دیشت سے تحریراتی تھی
 کبھی کھڑی کبھی در پر وہ بیٹھ جاتی تھی

یہ دیکھا وہر سے صفرؑ نے اتنے میں ناگاہ کہ روئی آتی ہیں ام البنین عالیٰ جاہ
 جبیں پر خاک ملے ایک شخص ہے ہمراہ ہوا یہ غل کہ یہی قاصدِ حسین ہے آہ
 خبرِ حسین کے مرنے کی لے کے آیا ہے

سانی سبیط پیغمبر کی لے کے آیا ہے
 وہ قاصد آتا تھامنہ پر لگائے خاکِ عزا کہ نوجوانوں کا مجمع نظر پڑا اک جا
 وہاں شہر کے یہ دی قاصد حزیں نے صدا سنو جوانو پیامِ اخیرِ اکبر کا
 وطن میں طور ہو جس نوجوان کی شادی کا
 قلق کرے علی اکبر کی نامراوی کا
 پکاری فاطمہ صفرؑ بتاؤ دادی جاں ہیں خیر سے مرے پردیسی باب و بھائی جاں
 وہ بولی خیر کہاں گھر کا گھر ہوا ویراں سفر میں مٹ گیا بالکل علیؑ کا نام و نشان
 تو چھوٹی باپ سے اور میں پسر سے چھوٹ گئی
 ہماری اور تری آس آج ٹوٹ گئی
 قریب آن کے قاصد نے بھی کیا مجرما انھا کے لایا تھا جو خاکِ مقتل شہدا
 لہو کے مثل تھی وہ خاک سرخ داویلا وہ دوے کے فاطمہ صفرؑ کو نامہ بر بولا
 گھوڑا آنکھوں سے یہ مٹی پاک ہے بی بی
 ابو رابؑ کے بیٹے کی خاک ہے بی بی
 یہ ہے عزیزوں کا تھفہ شہیدوں کی سوقات تمام کنبہ ترا قتل ہو گیا ہیئت
 ترے لیے سراکبر ترپتا ہے دن رات بندھے ہیں عابدینبار کے رن سے ہاتھ
 یہ خاکِ مقتل شاہ شہید لایا ہوں
 میں قید میں ترے کنبہ کو چھوڑ آیا ہوں
 میں کربلا سے چلا جب ادھر کو اے صفری تو قیدیوں میں سے اک لڑکی نے یہ روکے کہا
 بہن سے کہیو کہ زخمی ہوا ہے کان مرا جو تم سے ہو سکے کچھ بھیج دو دوا بھینا
 مریضہ بولی وہ میری بہن سکینہ ہے

اُسی کی باتوں کا والد یہ قرینہ ہے
 وہ خاک سوگھی جو صفر انے آئی بوئے حسین سر اپنا خاک پدے پنکا ہو کے تب بچین
 منہ پاڑھا تپ کے گرتے سے کرتی تھی یہ بین اور آس پاس تھیں اہم جو لیاں بشوں و شین
 زنان ہاشمیہ رو رہی تھیں چلا کے
 پہا قیامت کبریٰ تھی گھر میں صفری کے
 یہ نوحہ کرتی تھی رورو کے فاطمہ صفری میں کس کے آنے کے باہ دن گنوں گی اے بیا
 میں کس کی پوچھوں گی اب خیر و عافیت آتا مجھے بھی پاس بلا لو سکینہ کا صدقہ
 مریضہ بیٹی سے کس طرح منہ کو موڑ گئے
 گئے تو چھوڑ کے اور آس آہ توڑ گئے
 یہ کیا تم ہے کہ اب تک تمہیں کفن نہ ملا تمہارا لاشہ اور اس قابل آہ داویا
 بدن تمہارا ہے زان میں سنال پر ہے چڑھا تمہاری لاش کے صدقے تمہارے سر کے ذرا
 تمہارے حلق پر شمشیر ہے دربغ چلی
 میں اُس گلے کے تصدق کہ جس پر تبغ چلی
 بہن سکینہ ترے قید پر بہن قرباں جب بھلی سالگرہ کی پہناتی تھیں اماں
 تو بار بار گلا چوتے تھے بابا جاں رن کے بندھنے کی مشکل خدا کرے آسائ
 گلا رین میں بندھا زندگی و بال ہوئی
 یہ تیری سالگرہ آہ چوتھے سال ہوئی
 جوانا مرگ برادر مرے علی اکبر تمہاری مرگ جوانی کے صدقے یہ خواہر
 صغیر بھائی مرے بے زبان علی اصغر بہن نثار ہونٹھے سے تیرے لاشہ پر
 کہاں سے ڈھونڈ کے ماں جائے تم کو لاویں میں

کدے کے لوریاں گھوارے میں سلاوں میں

یہ بیٹن کرتے ہی وحشت ہوئی جواں کوسا سراپا چیتیں باہر کو دوڑی نگہ پا
لپٹ کے دادی پکاری کدھر کدھر صغا وہ بولی جاتی ہوں میں آج سوئے کرب دبلا
نه روکو صاحبو جنگل کی خاک اڑانے دو

پدر کی لاش پہ جاؤں گی مجھ کو جانے دو
میں جا کے دیکھوں گی لاشِ امام نیک خصال سُنا ہے خاک پہ اصغر پڑے ہیں خون میں بندھاں
اسیر کنبہ کا پوچھوں گی قید میں احوال
میں چھوٹے بھائی کے سلحاوں گی جھنڈوں لے بال

نه جب تک شہ مظلوم و فن ہوویں گے ہم اپنے باپ کے لاشہ پہ یونہی روویں گے
الغرض جتاب اُم العینین اور تمام عورات نی ہاشم نے جتاب صفرؑ توشقی اور دلسا دیا
مگر رونے والوجب کسی کا کوئی عزیز مر جاتا ہے تو لاکھ تلیٰ توشقی دی جاتی ہے لیکن صبر
نہیں آتا۔ زبان اگر نال و فرید سے رُک جاتی ہے تو آنسو نہیں تختتے۔ آنکھوں سے
آنکھوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ ہائے صفری کا تو سارا کنبہ عالم غربت میں تباہ ہو گیا،
سارا گھر ابڑ گیا، بیمار کو کیوں نکر جیں آئے۔ وہ بیمار ہر وقت اپنے باپ اور بھائیوں کو کیا دکر
کے روایا کرتی تھی۔ (بحوالہ۔ ذائقہ ماتم (چهل مجلس) تالیف ایسید وریز حسین رضوی رائے بریلی)

امام حسین علیہ السلام سے حضرت اُم العینین کی والہانہ عقیدت:

جب بشیریہ شعر پڑھتا ہوا مدینے میں داخل ہوا کہ

”یا اهل الیثرب لا مقام لكم بھا“..... الی آخر

اور اسوقت جب آپ اس مجمع میں تشریف لاکمیں تو فرمایا۔

”مجھے حسین کے بارے میں بتا“

اس نے آپ کے فرزندوں کی جانشیری کا تذکرہ کیا تو اسے روک کے کہا۔
”وہ میری اولاد تھے۔ اپنے آقا و مولا پر فدا ہوئے مجھے ابا عبد اللہ
الحسین“ کے بارے میں خبر دے۔“

(ام اہمین علیہ السلام۔ محمد رضا عبد الامر انصاری۔ ص ۲۸)

حضرت ام سلمی اور حضرت ام اہمین:

جب شیشه خون ہو گیا۔

جب روز عاشور جناب ام سلمی نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس
شیشه میں کربلا کی خاک دے گئے تھے اس سے خون اہل رہا ہے۔ تو بلند آواز سے
دہائی دی۔ ”وا حسیناہ“

یہ سن کر جناب ام اہمین نے نوحہ کیا۔

”یاریحانة قلب البتوول ویا قرۃ عین الرسول“

جسے سن کر بنی ہاشم کی خواتین نے آپ کی تائی میں گریہ و ماتم کیا۔

(ام اہمین علیہ السلام۔ محمد رضا عبد الامر انصاری۔ ص ۲۶)

باب ۱۸.....

حضرت اُمّ الْبَنِينَؑ

پر واقعہ کربلا کے اثرات

شہادت کی خبر:

ایک سال تک قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے کے بعد قافلہ حرم کو رہائی نصیب ہوئی۔ اور یہ لٹا ہوا قفلہ کرپلا ہوتا ہوا مدینے کے لیے روانہ ہوا۔ ایک دن کے بعد ”مدینے والے“ مدینے واپس آئے تو اس عالم میں کہ جناب اُمّ کلثوم نے مدینہ کو دیکھتے ہی آواز دی۔ ”تنا کے مدینے“ کا ہمارے آنے کو بیوں نہ کرنا، ہم صرتیں لے کر آئے ہیں۔ مدینے اہم تجھ سے رخصت ہوئے تھے تو بھرا گھر ہمارے ساتھ تھا اور واپس آئے ہیں تو نہ بچے ہیں اور نہ والی و دارث۔“

بیرون مدینہ قافلہ ظہرا امام زین العابدینؑ نے نعمان بن بشیر بن جزلم کو حکم دیا کہ مدینہ والوں کو ہماری آمد کی اطلاع کر دے۔ ”بیشیر“ حکم پا کر چلا۔ شہر میں داخل ہو کر آواز دی:-

یا اهل یشرب لا مقام لكم بھا
 قتل الحسین فادمعی مددار
 الجسم منه بکربلاه مضرج

والراس منه على القناة يدار

(ترجمہ) ” مدینہ والوا مدینہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ حسین مارے گئے۔ دیکھو میرے آنسو برابر بہرہ رہے ہیں۔ مدینہ والو قیامت ہے کہ حسین کا جسم خاک و خون میں آغشته زمین کر بلہ پر رہا اور ان کے سر کو نوک نیزہ پر دیار بدیار پھرا لایا گیا۔“

اس آواز کا سننا تھا کہ سارا مدینہ بیتاب ہو کر نکل پڑا۔ شہر میں ایک کھرام برپا تھا۔ بشیر محلہ بنی ہاشم میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ ایک معظمه ” باحالت تباہ“ اُس منزل کی طرف دوڑتی چلی جا رہی ہیں جہاں قافلہ ٹھہرا ہوا ہے۔ زبان پر واحسینا واحسینا کے نفرے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ جناب اُمّ المُنْعِنَ مادر حضرت عباس میں جھیں اپنا ” شہزادہ“ یاد آ رہا ہے اور اُس کے غم میں اپنے فرزند کے غم کو بھلا دیا ہے۔ (تاج التواریخ۔ صفحہ ۳۷۲)

اس عالم میں ایک بچہ پر بھی نظر پڑی جو سر را کھڑا ہوا تھا۔ بشیر قریب پہنچا۔ بچہ نے بڑھ کے راستہ روکا اور کہا بشیر مولा تو شہید ہو گئے۔ یہ بتا میرے بابا آئے ہیں یا نہیں؟ بابا آئے ہوں تو میں انتھے کپڑے پہن کر آؤں ورنہ سیاہ لباس پہن لوں۔“

بشیر نے پوچھا۔ ” فرزند! تمہارا بابا کون ہے اور تم کس کے انتظار میں ہو؟ ..

عبداللہ بن عباس نے کہا۔ ” میرا بابا عباس“ علمدار ہے“

بشیر کا دل تڑپ گیا۔ سر جھکا کر بولا۔ ” بیٹا! اب ماتھی لباس پہن لو ..

تمہارے بابا کر بلکے میدان میں شہید ہو گئے۔ (ریاض القدس۔ صفحہ ۱۵۸)

حضرت اُمّ الْبَنِينَ نے جب یہ خبر پائی کہ عباسؓ کے بازو قلم ہوئے۔
جب یہ خبر سُنی تو فرمایا۔

”الحمد لله الذي جعل ولدي فداءاً لابن بنت رسول الله صل
الله عليه وآله وسلم“

”ساری تعریف اس پروردگار کے لئے جس نے میرے بیٹے کو دلپنڈ بتوں کا ندیہ
قرار دیا،“ (ام البنین علیہما السلام۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔ ص ۲۹)

مخدراتِ عصمت کا مدینہ میں ورود اور جناب اُمّ الْبَنِينَ کا اضطراب

تاریخ کامل میں ہے کہ نعمن بن بشیر نے اہل بیت کو ایک برس کی قید کے بعد
مدینہ پہنچا دیا۔ کتاب مائین و ناخ التواریخ میں ہے کہ یہ حضرات مدینہ سے باہر ایک
مقام پر ٹھہر گئے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب اہل مدینہ کو آمد کی خبر ملی۔ تو چھوٹے
بڑے سب استقبال کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ اور اُمّ سلیمانی ایک ہاتھ میں وہ شیشی
جس میں کربلا کی مٹی خون ہو گئی تھی اور دوسرے سے فاطمہ صفرؓ کا ہاتھ تھامے تشریف
لا کیں۔

امام ابواسحاق اس فرائی تحریر فرماتے ہیں کہ جناب اُمّ سلیمانی نے مخدراتِ عصمت سے
ملاقات کے بعد اس خون کو جو پیغمبر اسلام کی دی ہوئی کربلا کی مٹی سے یوم عاشورا ہوا
تھا۔ اپنے منہ پر مل لیا اور فریاد کرنے لگیں۔ (نور اُمّین صفحہ ۱۰۸) بعدہ مخدراتِ عصمت
روضۃ رسول پر تشریف لے گئیں اور فریاد و فعال کرتی رہیں۔ علامہ پسہر کاشانی لکھتے
ہیں کہ سنانی سنتے ہی حضرت اُمّ الْبَنِينَ جو فاطمہ صفرؓ کی تیارواری کی وجہ سے کربلا نگئی
تھیں۔ اس مقام کی طرف دوڑیں۔ جہاں یہ قافلہ ٹھہر ہوا تھا اور آی انتہائی اضطراب

کے عالم میں امام حسین علیہ السلام سے والہانہ محبت کے ماتحت صرف امام حسین ہی کو پکارتی رہیں۔ آپ کو اس وقت حضرت عباس وغیرہ کا خیال تک نہ آیا۔

(تاریخ اتواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۷۸)

مرزا دیبر نے مدینے میں ابھرم کا داخلہ اور حضرت اُمّت الحشیش کے ماتم و گریہ پر نہایت پُرا اثر مرثیٰ تصنیف کئے ہیں، ایک منظر یہ بھی ہے:-

﴿۱﴾

اب مدینہ کا سنو حال تم اے اہل عزاء
تحی گرفتار غم ہجر پدر جو صغا
یہ الم میں شہ بیکس کے وہ کہتی تھی صدا
ہے یقین مجھ کو نہ ہوئے گی کسی طرح شفا

باپ کے ہجر سے ہو یگا نہ جینا میرا
مزدہ اے مرگ کہ غافل ہے سمجھا میرا

﴿۲﴾

ایک دن غل یہ ہوا شہر مدینہ میں پہا
کربلا میں سر شیبہ تو نجھر سے کٹا
قابلہ لوٹا ہوا لے کے پھرے زین عبا
سن کے یہ مادر عباس کا دل کا ناپ گیا

گھر سے باہر جو وہ بنا تھا جانکاہ چلی
سر کھلے فاطمہ بیمار بھی ہمراہ چلی

﴿۳﴾

گھر سے باہر جو وہ نکلی تو یہ دیکھا ناگاہ

غل ہے ہنگامہ ہے اک شور ہے اور نالہ و آہ
 غور سے فاطمہ بیمار نے کی جبکہ نگاہ
 دیکھا آئے ہیں حرم پہنے ہوئے رخت سیاہ
 سر کھلے نعرہ زنان ہیں سچی شیدائے حسین
 ہائے وارث کوئی کہتا ہے کوئی ہائے حسین

..... ۴۲

ناگہاں آیا قریں رخش جتاب شبیر
 دیکھا صفرانے کے گھوڑے کے لگے ہیں کئی تیر
 خاتون نزیں پہ ہے عمامہ شاہِ دلگیر
 ہو گیا دل پہ یقین مٹ گئی شہبہ کی تصویر
 دل میں بولی کہ کوئی اپنا بجز یاں نہیں
 علیٰ اکبر نہیں قاسم نہیں عباس نہیں

..... ۴۳

ناگہاں قبرِ محمد پہ چلے اہل حرم
 ان کے ہمراہ ہوئی روئی ہوئی وہ صاحبِ غم
 بولی یہ مادر عباس سے صغرًا اُس دم
 کربلا میں ہوئے مقتول امامِ عالم
 سر کھلے اہل حرم سارے نظر آتے ہیں
 قبرِ احمد پہ وہ رونے کے لیے جاتے ہیں

..... ۴۴

جبکہ یہ مادر عباس سے صغرًا نے کہا

قبرِ احمد پہ چلی وہ بھی بہ فریاد و بکا
ساتھ دادی کے چلی روتی ہوئی وہاں صفرًا
پہنچی جب روضۃ القدس پہ یہ سامال دیکھا
نہیں خستہ جگر رو رو کے چلاتی ہے
قبر سے ہائے حینا کی صدا آتی ہے

﴿۶﴾

کیا زینب سے عباس کی مادر نے بیان
چلیے اب گھر کو نہیں طاقت فریاد و فغاں
غم سے شیر کے ہوجائے نہ صفرًا بے جاں
چشم پر آب سے خون ہے، عوضِ اشک رواں
جب تک جتیے ہیں اس غم سے سداروں میں گے
ایسے وارث تو فراموش نہیں ہوئیں گے

﴿۷﴾

الغرض وہاں سے اٹھی خواہر فرزند علی
گھر میں داخل ہوئی اولاد رسولِ عربی
بات یہ مادر عباس نے زینب سے کہی
مجھ سے فرمائیے حالت تو میرے دلبر کی
آگے شیر کے میدان میں کچھ کام کیا
میرے عباس نے کہیے کہ مرا نام کیا

﴿۸﴾

بنتِ حیدر نے یہ فرمایا کہ دیکھا نہ سنا

بھائی عباس پہ سو جان سے زینب ہے فدا
 خاتمہ ان پہ وفاداری و الفت کا ہوا
 کی علمداری و سقائی شاہ شہدا
 شاہ بیکس ہوئے جس وقت کہ وہ چھوٹ گیا
 ان کا دم ان کا ادھر بند کر ٹوٹ گیا

... ۹ ...

بولی تب مادر عباس میں اُس کے قرباں
 مجھ سے صد شکر ہوئی روح محمد شاداں
 صدقہ ہوتا نہ شہ دین پہ جو وہ راحت جاں
 واسطے اس کے میں واللہ نہ ہوتی گریاں
 کیا کہوں تم سے جو اس وقت تھا وساں مجھے
 سرخو پیش نبی کر گیا عباس مجھے

... ۱۰ ...

کہہ کے یہ بولی کہ اے بیبیو شاہد رہنا
 حق مرے دودھ کا عباس کے اوپر جو تھا
 میں نے بخشنا اُسے اور میرے خدا نے بخشنا
 دل پھٹا جاتا ہے اب میری تسلی کیجے
 مجھ کو عباس علمدار کا پُسا دیجے
 (مرزا دبیر)

عبداللہ ابن عباس کا حضرت عباس کے بارے میں سوال:

علام فرویٰ فرماتے ہیں۔ کہ نعیان بن ابی شیراہ بن جزل جونبی شہدائے کربلا کی سنانی

کے سلسلہ میں یا اہل یثرب لا مقام لكم ... پڑھتا ہوا داخل شہر مدینہ ہوا تو
عبداللہ ابن عباسؓ نے آگے بڑھ کر پوچھا اے قیامت خیز سنائی سنانے والے یہ تو بتا۔
کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے ہمراہ میرے پدر بزرگوار عباسؓ ابن علیؑ بھی آئے
ہیں یا نہیں۔ اس نے جواب دیا یہا وہ تو نہر عقلمہ پر دونوں ہاتھ کشا کر شہید ہو گئے
ہیں۔ اب تم لباس سیاہ پہنوا اور نوحہ و ماتم کرو۔ کہ ”پدر نہداری“ کہ تمہارے والد
بزرگوار دین اسلام پر قربان ہو گئے ہیں۔ اور اب تم بلا باپ کے ہو۔

(ریاض القدس جلد اصحح ۱۵۸ اطیع ایران)

مدینہ میں مجلسوں کا انعقاد:

مدینہ منورہ میں مخدرات عصمت کے پہنچنے کے بعد مجلس غم کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب
سے پہلی مجلس جناب اُم المیمینؓ مادر عباسؓ کے گھر منعقد ہوئی۔ پھر دوسرا مجلس فاطمہ
صغریٰ کے گھر منعقد کی گئی۔ پھر تیسرا مجلس امام حسنؓ کے گھر منعقد کی گئی۔ پھر محمد حنفیہ
کے گھر مجلس منعقد ہوئی۔ پھر روضہ رسولؐ پر مجلس منعقد کی گئی اور وہاں جو نوحہ پڑھا گیا
اس کا پہلا شعر یہ تھا:-

الا یار رسول اللہ یا خیر مرسل حسینک مقتول و نسلک ضائع
اے پیغمبر اسلام! اے اللہ کے رسول، اے بہترین مرسل۔ آپ کے حسین کر بلا
میں قتل کر دیئے گئے اور آپ کی نسل ضائع و بر بادی گئی۔
پیغمبر اسلام کے روشنے پر نوحہ و ماتم کرنے کے بعد سارا مجھ حضرت فاطمہ اور امام
حسنؓ کے روشنہ انور پر آیا اور قیامت خیز نوحہ و ماتم کرتا رہا۔ اس وقت جو نوحہ پڑھا
گیا اس کا پہلا شعر یہ ہے:-

الا نوحوا وضبحوا با الباکاء

علی السبط الشہید بکر بلا

اے لوگو! نوح کرو اور روؤاں قتیل عطش پر جو کربلا میں تین دن کا بھوکا یا سا شہید کر دیا گیا۔ (ریاض القدس جلد صفحہ ۲۳۶)

علامہ کثوری لکھتے ہیں کہ نوح و ماتم کا سلسلہ پندرہ شبانہ روز مسلسل جاری رہا اور کئی روز بی باشم کے گھر میں آگ روشن نہیں کی گئی۔ (ماشین صفحہ ۸۰۰)

ام ابینین اور حسینؑ کی مجالس:

حضرت زینب سلام اللہ علیہما، حضرت ام ابینینؑ کا خاص احترام کرتی تھیں جیسا کہ شہید اذل لکھتے ہیں:-

حضرت ام ابینینؑ کی عظمت اور شخصیت کی وجہ سے زینب سلام اللہ علیہما کربلا سے مدینے واپس آئیں اور حضرت ام ابینینؑ کے پاس پرسے کے لیے تشریف لے گئیں۔ حسینؑ کی عزاداری ان کے گھر میں برپا ہوتی تھی۔ (ریاض الاززان صفحہ ۲۰)

اس عزاداری میں بنی باشم کی خواتین جمع ہو کر حسین علیہ السلام کے مظلوم خاندان پر گریہ کرتیں۔ مجلس پڑھنے والوں میں کبھی ام سلمہ ہوتیں جو اس طرح بین کرتیں۔ خدا ظالموں کی قبروں کو اپنے غضب کی آگ سے جلاتے۔ (ادب الطف: ۱-۲۷)

خدایا ان پر لعنت بھیج اور انہیں خوار و ذلیل کر اور انہیں ہلاک کر جنہوں نے اہل بیت کو قتل کیا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۵۸۰۲)

ام اقمان بنت عقيل بن ابی طالب نے اس طرح سے مریضہ پڑھا:

ماذًا تقولون أذقال النبى لکم

ماذًا فتعلتم وانتم آخر الام

بعترتى وباهلى بعد منقلبى

منهم اساری و منهم ضرجوا بدمی

تم اس وقت کیا جواب دو گے اگر رسول تم سے پوچھتے کہ یتم نے کیا کیا جبکہ تم آخری امت میں سے تھے؟ یتم نے میری عترت اور خاندان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ ان میں سے بعض کو اسیر اور بعض کو شہید کرو دیا کیا میری نصیحتوں کا صد٪ یہ تھا کہ میرے الٰل بیتؑ کے ساتھ براسلوک کرو؟

حضرت زینبؓ اُم الطَّالِبِينؓ کو تسلی دیتی ہوئی ان کی اولاد کی شجاعت کے قصے سنائیں کہ کیسے انہوں نے میدان کر بلائیں مقابلہ کیا۔ فرماتی ہیں:

جب عباسؓ نے دیکھا کہ سب شہید ہو رہے ہیں تو اپنے بھائیوں سے کہا: مولا کی حمایت میں جام شہادت نوش کرو۔ یعنی کر عبد اللہ آگے بڑھے اور یہ رجز پڑھا:

اَنَا اَبْنَى ذِي النِّجَادَةِ وَالاَفْضَالِ ذَاكَ عَلَى الْخَيْرِ
ذو الفعال.

میں دلیر اور جودو کرم کرنے والے کافر زند ہوں وہ علی علیہ السلام جو برتر اور نیک کردار ہیں۔ (کشف الغمہ ۲۸۰۲)

پھر جعفر نے رجز پڑھ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ (مقاتل الطالبین ۸۱)
اس کے بعد عمران نے بھی اپنا تعارف رجز پڑھ کر کیا اور خونی ملعون کے تیر سے زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور بنی آبان کے ایک شخص نے ان کے سر کوتن سے جدا کیا اور آخر کار عباسؓ کی باری آئی اور پھر ان کی شجاعت کے قصے سنائے۔ (بخار الانوار ۲۵/۳۲)

علامہ پھر کاشانی لکھتے ہیں۔ کہ جب عون و محمدؐ کی خبر شہادت عبد اللہ ابن جعفر طیار کو

پہنچی تو آپ نے انا اللہ وانا الیه راجعون۔ کہا اور آبدیدہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر آپ کا ایک غلام مسکی ابوالسلاسل بولا۔ هذا مالقينا من الحسين ابن علی۔ حضورا یہ مصیبت تو ہمیں حسین ابن علی کی وجہ سے نصیب ہوئی۔ یہ سننا تھا کہ عبد اللہ نے ابوالسلاسل کو نعلین سے مارنا شروع کیا۔ اور کہا خدا کا شکر ہے کہ میرے پیچے حسین کے کام آگئے۔ مجھے رنج ہے کہ میں کیوں نہ جاسکا۔ میں وہاں ہوتا تو ضرور شرف شہادت حاصل کرتا۔ (نائج التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۳۶۔ طبع بیہقی)

حضرت زینبؓ کا جناب اُمّ الہبینؓ کے گھر عید کے دن جانا:

شہزادی آیہ طہیر کے وقت اہل بیتؓ کے گھرانے میں مل اتنے افراد تھے کہ اس ایک چادر میں آگئے تھے، لیکن قدرت چاہتی تھی کہ ہمارے محبوب کا گھر ان پھولے پھلے الہذا وقت گذر اور فاطمہ زہراؓ کے گھر میں ہماریں آنا شروع ہو گئیں اس بھار پر شباب آیا کہ ۵۵۰ کے بعد کہ اب اہل بیتؓ کے گھر میں ہر طرف خوبصورت پھول کھلنے نظر آتے تھے اولادِ عقیلؓ، اولادِ جعفرؓ، اولادِ علیؓ۔ اس گھر میں جناب زینبؓ کو ثانی فاطمہ زہراؓ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ چنانچہ جناب زینبؓ ہر گھر کی خبر گیری رکھتی تھیں۔ خصوصیت سے تاریخ نے محفوظ کیا کہ جناب زینبؓ ہر سال عید پر جناب اُمّ الہبینؓ کے گھر ضرور جاتی تھیں۔ آپؓ جناب اُمّ الہبینؓ کا خاص احترام کرتی تھیں۔ جناب اُمّ الہبینؓ کے چار بیٹے جناب عباسؓ، جناب عبد اللہ، جناب جعفر اور جناب عمران، حضرت اُمّ الہبینؓ کے چاند اور ستارے تھے۔ ۲۰ ھنک اس گھر میں جناب عباسؓ کے صاحبزادے اور امکان ہے کہ باقی تین صاحبزادگان اُمّ الہبینؓ کی بھی اولادیں ضرور ہو گئی۔

جناب زینبؓ ہر عید پر جب اپنے ان بھائیوں کے گھر پر آتی ہو گئی تو جناب اُمّ الہبینؓ اور ان کے چاروں صاحبزادوں کی خوشی تو ایک طرف لیکن خود جناب زینبؓ

اپنے شیر دل بھائیوں کو دیکھ کے کتنا خوش ہوتی ہوں گی کہ یہ ہمارے پردے کے محافظ ہیں۔ یہ ہمارے دلوں کی قوت ہیں، یہ ہمارے ارادوں کا استحکام ہیں، یہی ہمارا عزم و حوصلہ ہیں، یہی ہمارا فخر ہیں، یہی ہماری قوت ہیں۔ جب جناب زینتؑ بیت ام البنینؑ میں داخل ہوتی تھیں تو خود جناب ام البنینؑ اور ان کی اولادیں جناب زینتؑ کے استقبال اور احترام میں کھڑے ہو جاتے اور نہایت عزت و تکریم کے ساتھ نشست پیش کی جاتی۔ جناب ام البنینؑ کے صاحبزادے جناب زینتؑ کا ماں کی طرح احترام کرتے تھے۔ وہ گھر عباسؓ، عبداللہ، جعفر اور عمر ان کے انوار سے جگہ گارہاتھا، ان کی اور ان کی اولادوں کی خوبیوں سے مہکا ہوا تھا۔ لیکن ہر سال کی طرح جب بعد کر بلا پہلی عید آئی تو حسب دستور جناب زینتؑ، بیت ام البنینؑ میں داخل ہوئی ہو گئی تو اس دن کیا کیا نہ یاد آیا ہو گا وہ شیر جیسے بھائی اور ان کے جگہ گاتے جھرے جب ویران نظر آئے ہو گئے تو کیا جناب زینتؑ نے ایک ایک بھائی کا نام لے کر یاد نہ کیا ہو گا۔ تو جناب ام البنینؑ جناب زینتؑ سے پٹ کروئیں اور با نالہ و آہ اپنے فرزندوں کو یاد کیا۔ جناب ام البنینؑ نے جناب زینتؑ سے پوچھا کہ بی بی بتائیں میرے عباسؓ نے حق و فاکس طرح ادا کیا جناب زینتؑ نے اپنے بھائی عباسؓ علمدار کے دفاؤں اور شجاعتوں کا ذکر کیا کہ کس طرح عباسؓ نے حسینؑ اور ان کے بچوں کی تادم زیست حفاظت کی اور جنگ کرتے کرتے کس طرح اپنی جان دے دی جناب ام البنینؑ نے پوچھا بی بی میرا بیٹا عباسؓ کس طرح گھوڑے سے گرا کیا گھوڑے سے گرنے سے پہلے میرے عباسؓ کے ہاتھ کٹ کچے تھے؟ جناب زینتؑ نے سر پیٹ لیا اور کہا کہ ہر شہید جب گھوڑے سے گرا تو اپنے ہاتھوں کا سہارا لے کر زمین پر آیا لیکن ہائے عباسؓ کا گرنا کیا ہتاوں میرے بھائی عباسؓ کے دنوں ہاتھ کٹ کچے تھے میرا بھائی سر کے بل زمین پر گرا۔ گھر میں

ایک کہرام پہا ہو گیا۔ جناب اُمّ الہینِ احسین اور عباس علمدار کے بیٹے عبید اللہ کو بیا کر سینے سے لگایا اور کہا میرے لعل تم نے اپنے بابا کی وفا کا ذکر سناتا توب میں تم کو بھی وہی وصیت کرتی ہوں جو میں نے عباس سے کی تھی۔ اے عبید اللہ اب فاطمہ زہرا کے گھر کی ایک نشانی بچی ہے جس طرح عباس نے تادم آخر حسین کی حفاظت کی تم بھی جب تک زندگی ہے حسین کے لعل سید سجاد کی حفاظت میں اپنی زندگی وقف کر دو۔

دن کی دھوپ، رات کی اوں:

امام حسین کی شہادت کے بعد پانچ یہاں سائے میں نہیں بیٹھیں حضرت زینب، حضرت اُمّ الہین، حضرت اُمّ فروہ، حضرت اُمّ لمی، حضرت اُمّ رباب، دن کی دھوپ اور رات کی اوں میں کھلے آسمان کے نیچے یہ خواتین بیٹھ کر گریہ کرتی رہیں یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔

باب ۱۹

حضرت اُم البنینؓ کے مرثیے

حضرت عباسؐ کے متعلق

عربی ادب میں مرثیہ:

واضح ہو کہ مرثیہ خوانی عربی ادب میں مشہور ہے جسے انسان کی وجہ انی اور جذبات کے اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اور شاعر کا عقیدہ جو اس کے دل میں رائخ ہے۔ اور محبت کا اندازہ جو حبوب سے متعلق دل میں موجود ہے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مرثیہ گوئی اسلام سے پہلے عربوں کے درمیان بہت محدود تھی۔ اگر کوئی مرچاۓ تو اس کے صفات اور جھوٹی باتوں پر مشتمل اشعار پڑھتے تھے جس سے زندوں کے لیے فاکنڈہ نہیں ہوتا تھا۔

فن شاعری کے لحاظ سے جس قدر غزل گوئی۔ مدح و منقبت فخر و مبارکات۔ غیرت و سخاوت اور شجاعت سے متعلق اشعار کا دائرہ وسیع ہے نہ تن آیک مرنے والے کی صفتون پر مشتمل اشعار بہت محدود ہوتے ہیں اور دائرة بھی محدود اور تنگ ہوتا ہے۔

اللکھ م = گ ا ک س ا د چ م ک ا د ک ا د ب ب م س م س م س ا

میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ اور ہر شاعر کا انداز بیان اور شاعری کا اسلوب دوسرے سے جدا ہو گیا۔ چونکہ موضوع شاعری ایک ٹھاٹھیں مارنے والا سمندر کی طرح گہرا اور موجزن تھا اس لیے ہر شاعر اپنا اسلوب مریشہ گوئی میں جدا گانہ حیثیت رکھتا تھا۔ اس لیے کہ شہدائے کربلا کے موضوعات اور اوصاف محدود نہیں تھے وہ شہدائے اولین و آخرین کا جمود تھے ہماری زندگی کے لیے نور ہدایت اور طاغوتی قوتوں سے مقابلے کے لیے بہترین نمونہ اور ضرورت کے وقت دین کے لیے قربانی پیش کرنے کا اعلیٰ ترین انسوہہ حسنہ تھے۔

اس لیے ہم عاشورا^{۱۲} کے بعد اس درس گاہ فدا کاری کا سبق حاصل کرتے ہیں۔ جس کی مثال نہ اولین سے مل سکتی ہے نہ آنے والے دور میں۔ چنانچہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

عَظُّمَ الْفَدَىٰ وَتَضْحِيَاتُكَ أَعَظَمَ

فِيهِنَّ يَفْتَحُ الْجَهَادَ وَيَخْتَمُ

تیری فدا کاری اور قربانی عظیم ہے۔ جہاد کا افتتاح یہیں سے ہوتا ہے اور اختتام بھی۔

یہ شاندار فصح و بلغ مریشہ حضرت اُمُّ الْبَنِينَ سلام اللہ علیہا نے اپنے چار بیٹوں جو کربلا میں شہید ہو گئے کے بارے میں فرمایا ہے۔

لَا تَذَغُونَنِي وَنِيلِكَ اُمُّ الْبَنِينِ

ثَذَكِرِي نِي بِلِيُوثِ الْعَرِيرِيْنِ

(آج کے بعد مجھے اُمُّ الْبَنِينَ (بیٹوں کی ماں) کہہ کر مت پکارو، اس پکار سے تم مجھے اپنے دلیر شیروں کی یاد دلاتے ہو۔

كَانَتْ بَنُونَ لِي أَذْعِنِي بِهِمْ
وَالْيَوْمَ أَصْبَحَتْ وَلَامِنْ بَنِينَ

میرے چار بیٹیں زندہ تھے اس لیے سب مجھے اُمّ الْمُنِينَ کے نام سے پکارتے تھے۔
آن میں نے صبح اس حالت میں گزار دی میرے کوئی فرزند نہیں۔

أَرَبَّةٌ مِثْلُ نُشُودِ الرَّبِّيِّ
قَدْ وَاصْلُوا الْمَوْتَ بِقَطْعِ الْوَتَيْنِ

میرے چار بیٹیں کو ہمارے عقاب جیسے تھے۔ موت نے ان کی شرگ تاماں کاٹ
دی ہے۔

تَنَازَعَ الْجَرْحَانُ أَشْلَاهُمْ
فَكُلُّهُمْ أَمْسَى حَرِيقًا طَعِينَ

ان کے جسموں پر اس قدر نیزے پڑے کہ۔ سب کے سب نیزوں کے نوک سے
شہید ہو گئے۔

يَا لَيْتَ شَفَرِي كَمَا أَخْبَرُوا
يَا أَعْبَاسًا قَطِيعُ الْوَتَيْنِ

اے کاش مجھے یہ علوم ہوتا جیسا کہ مجھے خبر سنائی کر۔ کیا میرے عباں کے
ہاتھ بدن سے جدا کئے گئے ہیں۔

يَدْلُوز مرثیہ جناب اُمّ الْمُنِينَ نے گریہ وزاری کے ساتھ پڑھا چونکہ اولاد سے
جدائی کا داغ والدین کے قلب و جگر پر گلتا ہے۔ چنانچہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَوْلَادُنَا الْكَبَائِنَا فَإِنْ عَاشُوا فَتَنُونَا وَإِنْ مَاتُوا
أَحْرَنُونَا۔

ہماری اولاد ہمارے گجر ہیں۔ اگر زندہ رہے ہمیں آزمائشوں میں بٹلا کر دیتے ہیں اور مر گئے تو غم و فکر سے دوچار کر دیتے ہیں۔

محبت کا جذبہ اولاد کے بارے میں جس قدر ماں کے دل میں موجود ہوتا ہے باپ کے دل میں نہیں ہوتا۔ ماں اپنی جان قربان کر دیتی ہے لیکن اولاد پر معمولی سی ضرر قابل برداشت نہیں صحیح ہے۔ (حیدر المرجانی)

جناب اُم البنین جنت الواقع میں:

جب کربلا کا سگین واقعہ عالم وقوع میں آپ کا۔ اور اس کی خبر جناب اُم البنین مادر گرامی حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے اسی دن سے بقیع میں آکر فلک شگاف نالے شروع کر دیئے۔ آپ کی آواز میں وہ درود تھا کہ درود یا اگر یہ کن نظر آئے گے تھے۔ کیا دوست کیا دشمن سب روپڑے تھے۔ سب کو جانے دیجئے۔ مردان شقی علیہ اللعن جوشقاوت دلی اور قساوت قلبی میں اپنی نظیر آپ تھا وہ بھی آپ کے درود بھرے کلمات درد آگین لہجہ سے سُن کر روپڑتا تھا۔

قد كانت تخرج الى الواقع كل يوم ترشيه و تحمل

ولده عبد الله فيجتمع يسمع رثائها أهل المدينة

وفيهم مردان ابن الحكم فيكون لتجي الندية الخ

(ایصار احسن صفحہ ۳۴۱ طبع تجفیف اشرف۔ تحمد حسینہ جلد اصغر ۲۷۸ صفحہ ۲۲۳۔
تاج التواریخ جلد ۲۶ صفحہ ۲۹۱ طبع بسمی جلاء العین صفحہ ۲۰۸۔ مقام الجان صفحہ ۵۵۔ مجلس المتقین
صفحہ ۲۷۸ طبع ایران۔ مقتل عوام صفحہ ۹۶ طبع ایران۔ (معجم الشاکر صفحہ ۳۲۷)

جناب اُم البنین حضرت عباس علیہ السلام کے بیٹے عبد اللہ کو لے کر روزانہ بقیع میں جا کر مرثیہ کی حیثیت سے اس بے تابی سے گرس کرتی تھیں کہ تمام اہل مدینہ اس کے سنن کے لئے جمع ہو کرے

پناہ گریہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مردان بن حکم بھی درود ہرے
نو ہُن کر رود دیتا تھا۔

یہ ہے ماں کا دل نہایت ہی نرم اور نازک ہوا کرتا ہے۔ جناب اُمّ الہینہؑ جس قدر
بھی گریہ کرتیں کم تھا۔ ایک تو مام حسینؑ کی مصیبت۔ دوسرے اپنے چار بیٹوں کی بے
دردا نہ شہادت وہ بیٹے بھی ایسے کہ جن کی نظر ناممکن۔ کوئی وفا کا با دشہ۔ کوئی شجاعت
میں بے نظیر۔ کوئی بھادری میں بے مثال کوئی فرمانبرداری میں لا جواب۔ یہ وہ اسباب
تھے۔ جو جناب اُمّ الہینہؑ کو خون کے آنسو مدوں رُلا تے رہے۔

اخلاقی دنیا کا عظیم ترین فرض اور نفیات انسانی کا اہم ترین مظہر مریشہ ہے۔ مریشہ
اُن جذباتِ دلی کے اظہار کا نام ہے جو کسی انسان کے غم میں اُبھرا کرتے ہیں اور
وابستگان کے قلوب کو بریاں کرتے ہیں۔ بیست اور تکنیک سے قطع نظر مریشہ صرف
جذباتِ غم کا اظہار ہے اور اس یہ اور بات ہے کہ اس سے ضمی طور پر مرنے والے کے
کردار اور اُس کی شخصیت و حیثیت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ جذبہ کا تعلق ایک
خصوصیت اور امتیاز پیدا کرتا ہے اور مریشہ کی حقیقت اُس کے بغیر ناتمام رہ جاتی ہے۔

قصیدہ اور مریشہ کا بنیادی امتیاز یہی ہے کہ قصیدہ اُن جذبات کے اظہار کا نام ہے جو
کسی صاحبِ کمال کے کمال سے متعلق ہوتے ہیں اور مریشہ اُن جذبات کے اظہار کا
نام ہے جو صاحبِ کمال کے غم و الم سے پیدا ہوتے ہیں۔

مریشہ کی تاریخ انسانی نفیات کی تاریخ ہے اور مریشہ کا وجود انسانی جذبات کی
پیداوار ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ صاحبِ کمال انسان دنیا سے اٹھ جائے اور اُس کے
وابستگان اُس کا مریشہ نہ پڑھیں۔ یہ اور بات ہے کہ یہ مریشہ کبھی نہ میں ہوتا ہے اور کبھی
نظم میں۔

اصطلاحی طور پر نہیں اظہارِ غم کو مرثیہ نہیں کہا جاتا۔ لیکن یہ مفہوم مرثیہ کا تصور نہیں ہے۔ یہ صرف عربی مزاج کا تقاضا تھا کہ عرب فطری طور پر شاعر ہوا کرتے تھے۔ وہ اپنے مانی اضمیر کو اجتماعی طور پرنظم ہی میں ظاہر کیا کرتے تھے۔ ان کا رجز۔ ان کی مدح۔ ان کی ہبھوسب عام طور پرنظم ہی سے متعلق ہوا کرتی تھی۔۔۔ مرثیہ بھی اُنھیں اصناف اظہار میں ایک صنف کا نام تھا اس لیے اُس کا بھینظم میں ہونا ناگزیر تھا۔

دھیرے دھیرے اُس کے اصول و قوانین مرتب ہونے لگے اور اردو شاعری میں مرثیہ قصیدہ سے بالکل الگ ایک صنف بخشن ہن گیا۔

عربی شاعری میں اس قسم کے امتیاز کا کوئی وجود نہیں تھا۔ وہاں قصیدہ اور مرثیہ کا فرق صرف جذبات سے متعلق تھا۔ بیت اور تیکنیک سے اُس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اردو زبان میں دونوں کا فرق مادہ اور بیت دونوں سے متعلق ہو گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب مرثیہ پڑھنا ایک اخلاقی فرض اور جذباتی مطالبہ ہے تو جس قدر مرلنے والا صاحب، اوصاف و کمالات ہو گا اتنا ہی مرثیہ جامع اور ہمہ گیر ہو گا اور جس قدر تاثر شدید ہو گا اُسی قدر مرثیہ کی اثر انگیزی بھی زیادہ ہو گی۔

جناب عباس کی شخصیت بھی ایک عظیم ترین شخصیت ہے۔ آپ کے کمالات بے حد جامع اور ہمہ گیر تھے اس لیے آپ کے مرثیہ کا انداز عام افراد سے مختلف ہونا ہی چاہیئے تھا۔

یہی وجہ تھی کہ جب بیچع میں جناب اُمِ الہمین آپ کا مرثیہ پڑھا کرتی تھیں تو مردان جیسا دشمنِ اہل بیت بھی چند لمحے ٹھہر کر آنسو بھایا کرتا تھا اور آپ کے بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

حضرت عباسؑ کے متعلق اُم البنینؓ کے مرثیے:

عام طور پر مشہور یہی ہے کہ سب سے پہلے جناب عباسؑ کا مرثیہ آپؐ نے پڑھا ہے۔ لیکن تاریخی اعتبار سے اس سے پہلے بھی مرثیہ کا وجود ملتا ہے اور تاریخ کربلا کے بیان کے مطابق سب سے پہلے آپؐ کا مرثیہ امام حسینؑ نے پڑھا ہے۔ لاش علمدار کے سرہانے پہنچ کر امام حسینؑ نے جن جذبات کا مظاہرہ کیا ہے وہ یہ ہیں:-

اخى يانور عينى ياشقيقى

فلى قد كنت كالوكن الوثيق

ايا ابن ابى نصحت اخاك حتى

سقاك الله كاشأ من وحيق

يا قمراً منير أكنت عوبى

على كل النواب فى المضيق

بعدك لاتطيب لنا حيلة

سنجمع فى الغدلة على الحقيق

الله شکوى و صبرى

وما القاه من ظمما و ضيق

(اسرار الشهادات)

حضرت عباس علیہ السلام کی ماں جناب اُم البنینؓ نے خبر شہادت پانے کے بعد حسب ذیل اشعار جن کو ابو حسن اخفش نے بھی شرح کامل میں لکھا ہے۔ بطور مرثیہ پڑھئے:-

یامن رای العباس کر

علی جماہیر النقد

اے وہ شخص جس نے میرے بیٹے عباسؑ منتخب اور چیدہ (مذکور دل) جماعتوں پر
حملہ آور دیکھا۔

ووراہ من ابناء حیدر

کل لیست ذی بد

اور ان کے علاوہ شیر خدا کے ایسے بیٹوں کو (حملہ کرنے دیکھا ہے) جو شیر پر شہر
شجاعت ہے۔

اتبئت ان ابني اصیب

براسے مقطوع ید

(ذریتا تو سکی) مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ میری رگ جان سے زیادہ عزیز تر فرزند
عباس کا سر دنوں ہاتھوں سمیت کاٹا گیا ہے (ہائے کیا یقین ہے)۔

ویلی علی شبلی اما

ل براسے ضرب العمد

آہ! آہ! میرے شیر کا سر گرزاہی کی ضرب سے جھک گیا تھا۔

لوکان سیفك فے ید

یک لمنادنامنک آخہ

اے میرے بہادر بیٹے (خدا کی قسم) مجھے یقین ہے کہ اگر تیرے ہاتھ میں توار
ہوتی تو تیرے نزدیک کوئی پھٹک نہیں سکتا تھا۔

(ابصار ایں فی انصار احسین صفحہ ۳۴۰ طبع نجف اشرف ۱۳۹۱ھ مفاتیح الجہاں صفحہ ۵۵۰ طبع
ایران ۱۳۵۲ھ۔ منہاج الدعویں صفحہ ۲۰۹ طبع قم ۱۳۹۱ھ)

مرثیہ ثانیہ:

لَا تَدْعُونِي وَيَكُم الْبَنِينَ

تَذَكِّرِينِي بِلِيُوتِ الْعَرِينَ

ہائے اسے سرز میں مدینہ کی رہنے والیوں (خدا کے لیے) مجھے اُمّ البنین کہہ کرنا

پکارو۔ اس لیے کہ میرے شیر دل (شہید شدہ نوجوان بیٹے) یاد آ جاتے ہیں۔

كَانَتْ بَنُونَ لِي أَدْعَى بِهِمْ

وَالْيَوْمَ أَصْبَحْتُ وَلَامِنَ بَنِينَ

اڑے جب میرے بیٹے تھے تب میں اس نام سے پکارے جانے کی مستحق تھی۔ مگر

اسوں کہ آج میرے کوئی فرزند نہیں ہے۔

أَرْبَعَةً مُثْلِ نَسُورَ الرَّبِّيِّ

قَدْ وَاصْلُوا الْمَوْتَ بِقُطْعَ الْوَتِينَ

(درالصل) میرے چار حلیل الشان بیٹے تھے، جو (جماعت امام حسینؑ میں) رُگ

گروں کشا کر آغوش ہوت سے ہمکار ہو گئے۔

تَنَازُعُ الْخَرَصَانِ أَشْلَاهِهِمْ

فَكَلِّهِمْ أَمْسِي صَرِيعًا طَعِينَ

ان بیٹوں کی اس طرح شہادت ہو گئی کہ بھوک اور پیاس سے ان کے جوڑ بند خشک

ہو گئے تھے۔

يَا لِيٰتْ شِعْرِي أَلْمَا أَخْبَرُوا

بَانْ عَبَاسًا قَطْبِيْعِ الْيَمِينِ

اے کاش مجھے کوئی صحیح بیج بتا دیتا۔ کیا یعنی (ہمارے پیارے بیٹے) عباسؑ کے

ہاتھ ششیر ٹالم سے کاٹے گئے ہیں۔ (ابصار عین صفحہ ۳۷۰ و مفاتیح الجہان صفحہ ۵۵۰)

حضرت عباسؑ پر جناب اُمّ الْبَيْنؑ کے پوتے فضل بن حسن کا مرثیہ:

علامہ مرتضیٰ عبدالحسین الائمی اپنی کتاب الغدیر جلد ۲ صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؑ کے پوتے فضل ابن حسن بن عبید اللہ بن عباسؑ بن علی این ابی طالب نے اپنے جد نامدار حضرت عباس علیہ السلام کا مرثیہ ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

اَحَقُ النَّاسُ اَنْ يَبْكِيَ عَلَيْهِ

فَتَى اَبْكَى الْحَسِينَ بِكَرْبَلَاءَ

اَخْوَهُ وَابْنَ وَالَّدِهِ عَالَمِي

اَبُو الْفَضْلِ الْمُضْرَجِ بِالدَّمَاءِ

مَتَّى وَاسَاهْ لَا يَتَنِسِّهْ شِيَئِي

وَجَادَلَهُ عَلَى عَطْشِ بَمَاءِ

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ وہ شخص اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس پر روپیا جائے۔

جس نے امام حسین علیہ السلام جیسے صابر کو کربلا میں رلا دیا۔ وہ کون تھے۔ وہ امام حسین علیہ السلام کے بھائی تھے اور ان کی امداد میں خون میں نہایت ہوئے دنیا سے گئے۔

انہوں نے پوری مواسات کی اور ان کے لیے حالت عطش میں جنگ کی اور پیاس سے دنیا سے سدھارے۔

ایضاً: اشرف علی مورخ بندری نے اپنی کتاب روض الجہان میں مذکورہ اشعار کو فضل بن حسن کی طرف اور ابو الفرج نے مقاتل الطالبین میں ایک شاعر کی طرف اور علامہ عبداللہ شبیر نے اپنی کتاب جلاء العيون عربی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔

اہل نسب اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جس دن حضرت حسین علیہ السلام عراق
جانے کے قصد سے مدینہ چھوڑ رہے تھے اس وقت اُمّ الہبین زندہ تھیں۔ اور واقعہ کربلا
کے بعد بھی آپ جنتِ ابیقُع جا کر وہاں اپنے چار بیٹوں کی شہادت پر مرشیہ پڑھتی اور
گریکرتی تھیں۔ عقیلۃ القریش حضرت زینب سلام اللہ علیہا ان کے گھر جا کر زیارت
کرتی تھیں اور خیریت پوچھا کرتی تھیں۔

طبری اپنی تاریخی کتاب میں اور ابو الفرج اپنی کتاب مقائل الطالبین میں لکھتے ہیں
کہ حضرت اُمّ الہبین روزانہ مزارِ ابیقُع جاتی تھیں اپنے شہدا پر مرشیہ پڑھتی اور گریکرتی
تھیں۔ سنہ والوں پر گریک طاری ہو جاتا اور وہاں سے گزرنے والے سخت متاثر ہوتے
تھے، مروان ایک دفعہ وہاں سے گزر رہا تھا۔ اُمّ الہبین کا گریک اور مرشیہ سن کر خود اور
سامنی رونے لگے۔ یاد رکھئے مروان دُشمنِ اہل بیت علیہم السلام اور پتھر دل ہوتے
ہوئے بھی رونے لگا۔ اس سے مصیبت آںِ محمد علیہما السلام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر بنت الشاطئی نے اپنی کتاب ”سکینہ بنت الحسین“ میں لکھا ہے کہ حضرت اُمّ
رباب سکینہ بنت حسین کی شہادت سے دن رات گریک فرماتی تھیں۔ یہاں تک اسی
حالت میں رحلت فرمائیں اسی طرح اُمّ الہبین روجہ حضرت علی علیہ السلام روزانہ ابیقُع
جا کر اپنے چاروں بیٹوں پر گریکرتی تھیں آخراً رحمتِ الٰہی سے پیوستہ ہو گئیں، کتاب
زینب کبری میں نقدی نے اور مقلح الحسین نامی کتاب میں عاملی نے لکھا ہے کہ حضرت
اُمّ الہبین حضرت عباس کے چھوٹے فرزند عبد اللہ کو اپنے ساتھ لے کر جنتِ ابیقُع
تشریف لے جاتی تھیں اور مرشیہ جو درج ذیل ہے پڑھتی تھیں۔

لَا تَدْعُونِي وَلِكُمْ أُمّ الْهَبِينَ تَذَكِّرِينِي بِلُبُونِ الْعَرَبِينِ
أُمّ الْهَبِينَ كَمْ كَمْ

وَالْيَوْمَ أَصْبَحْتُ وَلَا مِنْ بَنِينَ
 اجْرِيٌّ هے ایسی کوکھ کہ اب پچھنہیں رہی
 قَدْ وَاصْلُوا الْمَوْتَ بِقَطْعِ الْوَتَنِ
 سردے کے سو گئے جو سر خاک کر بلا
 فَكُلُّهُمْ أَمْسَى صَرِيعًا طَعِينَ
 وہ جنگ کی زمیں پر برنسے لگا ہو
 يَأَلَيْكَ شِعْرِي أَكَمًا أَخْبَرُوا
 يَا أَنَّ عَبَاسًا قَطْبِيْعُ الْيَمِينِ
 کیا واقعاً تھا دست بریدہ مراد پر
 اس کے علاوہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت امُمُّ الْبَنِينَ فاطمہ مثیٰ کی چار قبریں
 سامنے بنا کر ان کے درمیان میں خود بیٹھ کر مریضہ خوانی کرتی تھیں۔

يَا مَنْ رَأَى الْعَبَاسَ كَرَعَ لِي جَمَاهِيرِ النَّقَدِ
 دیکھا ہے جس نے حملہ عباس نامور
 وَوَرَاهَ مِنْ أَبْنَاءِ حَيَّدَرَ كُلُّ لَيْثٍ نَزَ الْبَدِ
 تھے جس کے ساتھ اور بھی کرار کے پر
 أُنْبِئْتُ أَنَّ أَبْنَيْ أُصِيبَ بِرَأْسِه مَقْطُوعٍ يَدُو
 سنتی ہوں ہاتھ کلتے پر رُشی ہوا تھا سر
 وَيَلِي عَلَى شَبْلِي أَمَالَ بِرَأْسِه ضَرْبُ الْعَمَدِ
 یارب گرا تھا لال مرا کیسے خاک پر
 لَوْكَانَ سَيْفُكَ فِي يَدِيكَ لَمَادَنِي مِنْهُ أَحَدٌ
 ہوتی جو تنقی پاس نہ آتا کوئی نظر

حضرت یعقوب اپنے فرزند یوسف کے لقمہ گرگ ہو جانے کے شک پر رونے اُم الحینیں نے سر حسین کے آنے کے بعد یقین پر صفات ماتم بچھائی۔ جس ماں کے ایسے چار بیٹے ہوں اور وہ چاروں ایک ساتھ قتل ہو جائیں اُس کے تاثرات قلب کی زبان سے کہاں ادا ہو سکتے ہیں شرح کامل میں ابو الحسن اخفش عرب کے بہت بڑے ادیب کی زبانی یہ روایت درج ہے کہ اُم الحینیں واقعہ کر بلکہ اطلاع پانے کے بعد سے برادر روزانہ بقع کی طرف چلی جاتی تھیں اور جناب عباس کے پچھے عبید اللہ کو اپنے ساتھ لے جاتی تھیں اور عباس کا مرشیہ پڑھتی تھیں یہ نوح اتنا در دن تک ہوتا تھا کہ مدینہ کے لوگ اُس کو سننے جمع ہوتے تھے اور مرواں بن الحجم ایسا دشمن بھی اکثر وہاں چلا جاتا تھا اور پہ درواشوار کوں کرلوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے ذرا ان اشعار کا مضمون سننے دیکھنے تو وہ کیا ہیں؟ اُن میں فقط درد ہی نہیں بلکہ وہ وقت نفس بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عباس ایسے شیر کی ماں کے دل سے لگلے ہوئے ہیں۔ کہاں ہیں دیکھنے والے میرے شیر عباس کے جب وہ حملہ آور تھا بھیزروں کے گلہ پر اور اُس کے پیچھے تھے حیدر صدر کی اولاد کے کئی شیر مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے فرزند کے سر پر گرز لگا اُس وقت جب اُس کے ہاتھ کٹ پکھ تھے ہائے افسوس میرے بچ کے سر گوگر ز نے شکافتہ کر دیا اے عباس مجھے یقین ہے کہ اگر تیری تلوار تیرے ہاتھ میں رہتی تو کسی کو ہمت نہ ہوتی کہ تیرے قریب آسکے۔ انتہی

یہ اشعار بھی جناب اُم الحینیں کے ایک خاص اثر کے حامل ہیں ”اے لوگوں مجھے“ اُم الحینیں (فرزندوں کی ماں) نہ کہوں سے تو مجھے میرے شیر یاد آ جاتے ہیں۔ تھے کبھی میرے کئی بیٹے جن کے نام سے میں پکاری جاتی تھی اب تو میرے بیٹے ہی نہیں رہ گئے چاروں جیسے باز ہائے شکاری سب موت کے گلے میں باہیں ڈال پکے نیزوں

نے ان کے جسم کے لکھرے کئے اور سب زمین پر بے جان ہو کر گر گئے۔ ارے کیا یہ صحیح
ہے لوگ کہتے ہیں کہ عباسؑ کے ہاتھ بھی قطع ہو گئے تھے۔

باب الاسماء میں اس نوحہ پر بحث ہو چکی ہے۔ اور لفظ بالفاظ شریعت سے خوف طول
میں ہم قاصر ہیں اصل مرثیہ یہ ہے۔

یامن راوی السعباس کرت

علی جماہیرالنفاد

دوراہ من انباءه حید

رکل لیست ذی لباد

انبئت ان النبي احیب براسه مقطوع ید

ویلی علی شبلی ام

ل براسه ضرب العم

لوكان سيف فك فی ید

بك لمان امنه احد

پہلے شعر میں کہ رحلہ کا ذکر ہے جو حدیث خیبر کراراً غیر فراراً سے ماخوذ ہے
اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے شعر میں محترمہ نے کسی اس حملہ کا ذکر کیا ہے جس میں
سب بھائی شریک تھے ظاہر ہے کہ بی بی نے براہ راست زینبؓ و ام کلثوم شاہزادیوں
سے حالات پوچھے ہیں اور جسم وید کیفیت کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دے کر تاثرات
سلک نظم میں آئے شبی کی لفظ محترمہ ام الشتنؓ نے جناب معصومہ عالم فاطمہ زہراؓ کے
منظوم کلام سے حاصل کی ہے جو سورہ وہر کی شان نزول میں استعمال ہو چکی ہے۔
اسو جیاعاً وهم اشبالی (ابو الحسن) بچوں نے میرے یوں شام کی ہے کہ وہ

بھوکے ہیں مگر وہ شیر کے بچے ہیں۔ دوسرا مرثیہ یہ ہے۔

لاتدعونی وبك وأم البنين

تذكرينى بليوط العرين

كانت بنون لى ادعى بهم

والىوم أصبحت ولا من نبيين

اربعة مثل نور الربى

قد وصلوا الميت يقطع الوتين

تنازع الخرصن اشلاتهم

فك لهم امى صريعا طعن

ياليت شعرى اكما اخبروا

بان عباساً قطع اليدين

دوسری نظم سے یہ اکشاف ہوتا ہے کہ چاروں بھائیوں کو دشمن کے نیزدین کا زیادہ

سامنا ہوا یہ دلیل شجاعت ہے کہ دشمن ان پر دور سے حملہ آور تھے۔

حضرت اُم البنین حضرت عباس کے ماتم میں:

مقاتل کی کتابوں میں حضرت عباس کی فضیلت اور بلند مقام کے متعلق بہت سی

روایات ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سید الساجدین نے فرمایا کہ خداوند

بزرگ دبر تیر میرے چچا عباس پر رحمت نازل فرمائے، انھوں نے بڑا ایثار کیا اور اپنی

جان اسلام کی نصرت میں اپنے بھائی پر قربان کر دی یہاں تک کہ اپنے بھائی کی یادوں

میں ان کے دلوں ہاتھ پر قطع کردیئے گئے اور حق تعالیٰ نے وہاں کو عرض ان کو دو پر

عنایت فرمائے اور ان پرلوں سے فرشتوں کے ساتھ بہشت میں مانند حضرت جعفر بن

ابی طالب پر واڑ کرتے ہیں اور خداوند کریم کے نزدیک وہ بلند مرتبہ ہے جس پر قیامت کے دن تمام شہداء رشک کریں گے۔

حضرت اُمّ الہینَّ نے جب حضرت عباس اور ان کے بھائیوں کی شہادت کی خبر سنی تو اس قدر دل سوزگری فرمایا کہ اہل مدینہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور چونکہ شہر میں آپ کی گریہ وزاری سے بھائیوں کو تکلیف ہوتی تھی الہذا "بلقج" کے قبرستان میں آپ نے ایک حجرہ بنالیا جہاں آپ صبح کو جاتی تھیں اور شام تک نالہ و فریاد کرتی تھیں اور اس محبت کی وجہ سے جو آپ کو حضرت عباس سے تھی جب تک زندہ رہیں روئی رہیں اور جو شخص ان کے پاس سے گذرتا تھا وہ بھی ان کے بین سن کر رونے لگتا تھا حتیٰ کہ دشمن اور سگ دل لوگ بھی رونے لگتے تھے۔ ایک روز مروان بن حکم جو کہ خاندان نبوت کا سب سے بڑا دشمن تھا حضرت اُمّ الہینَّ کے پاس سے گذر اور ان کا نوحہ سن کر رونے لگا۔

حضرت اُمّ الہینَّ نے اپنے بیٹوں کے غم میں بہت سے مرثیے لکھے۔ وہ صاحب علم اور فصح و بلغ شاعرہ اور بڑی زبانہ تھیں۔

حسب ذیل اشعار جوانخوا نے حضرت عباس اور ان کے بھائیوں کے غم میں لطم فرمائے ہیں بہت مشہور ہیں:-

یَا مَنْ رَأَى الْعَبَاسَ كَرَّ عَلَى جَمَاهِيرِ النَّقْدِ

اے وہ شخص جس نے عباسؑ منتخب بہادروں کے تھوم پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا۔

وَوَزَاهَ مِنْ أَنْبَاءِ حَيْدَرِ كُلُّ لَيْثٍ ذِي الْبَيْدِ

جبکہ عباسؑ کے پیچھے حیدر کی اولاد تھی جس میں ہر شخص ایک بہادر شیر کی طرح تھا۔

أَنْبَئْتُ أَنْ ابْنَى أَصِيبَ بِرَاسِهِ مَقْطُوعَ يَدِ

مجھ کو اطلاع ملی ہے کہ میرے بیٹے کے سر پر اس وقت گزما را گیا جبکہ اس کے دلوں ہاتھ کش پچے تھے۔

وَيَئِلِي عَلَى شَبْلِي أَمَالَ بِرَاسِهِ ضَرْبُ الْعَقْدِ

مجھ کو افسوس ہے کہ میرے جوان شیر کے سر پر گز لگا۔

لَوْكَانَ سَيْفِكَ فِي يَدِيَكَ لِمَا فَنِيَ مِنْهُ أَحَدٌ

اے عباس! کاش تیرے ہاتھوں میں توار ہوتی تو کوئی حملہ آور قریب نہ آتا۔

لَا تَدْعُونِي وَيْكَ أُمَّ الْبَنِينَ

اے اب مجھے اُمَّ الْبَنِينَ کہہ کر نہ پکارو

تُذَكَّرِيَنِي بِلِيُوتُثُ الْعَرَبِينِ

کہ تم مجھے یاد دلاتی ہو ان پیشہ و نما کے شیروں کی

كَانَتْ بَنُوَنَ لِي أَذْعَنِي بِهِمْ

تھے میرے یہ چنکی طرف منسوب کر کے مجھے پکارا جاتا تھا

وَالْيَوْمَ أَصْبَحْتُ وَلَوْمَنَ بَنِينَ

اب تو میں اس عالم میں ہوں کہاب میرے بیٹے بھی رہ گئے ہیں

أَرْبَعَةَ مَثْلُ نُسُورِ الرُّبْيَ

وہ چار جو مثل شہبازوں کے تھے

فَذَا صَلَّى الْمُوتِ بِقَطْعِ الْوَتِينِ

جنہوں نے موت سے رشتہ قائم کیا اپنی رگہائے گردان کو کنکا کر

تَنَازَعُ الْجَرْضَانُ أَشْلَائِمُ

بیزوں کی ایساں متوازن ان کے جسم پر پڑیں

فَكُلْمُ أَمْسِي صَرِيعاً طِينَ
 جس سے وہ بے جان ہو کر زمین پر گر گئے
 يَا لِيَك شِعْرِي أَكْنَا أَخْبَرُوا
 میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ چ ہے
 يَا أَنَّ عَبْرَاسَ أَقْطَطِينُ الْيَمِينِ
 کہ عباس کے ہاتھ بھی قطع ہو گئے

باب ۲۰

وفات حضرت اُمّ الْبَنِينِ

بعد واقعہ کربلا حضرت اُمّ الْبَنِينِ الیٰ ضعیف و ناتوان ہو گئیں کہ ہمیشہ بہ سبب درد سر کے سر اطہر پر ایک رومال بندھا رہتا تھا اور جسم انور سے ہر وقت متصل اٹک جاری اور ہائے حسین، ہائے عباس، ہائے جعفر، ہائے عبداللہ زہان اتس پر جاری تھا اور ہمیشہ قبرستان جنت البقیع جا کر نوح اور بیان کرتی تھیں اور ایک ایک فرزند نو جوان کا نام لے کر روایا کرتی تھیں۔ جب تک زندہ رہیں اسی طرح روتنی رہیں۔ یہاں تک مغموم و محروم دنیا سے رحلت کر گئیں۔ (بخاری المصابع صفحہ ۲۶۰)

وفات کاسن اور تاریخ:

۱۳ رب جمادی الثانی یوم جمعہ ۶۷ھ میں اس دنیا سے رحلت فرمائیں (یعنی حادثہ کربلا کے بعد تین سال پانچ مہینے اور تین دن زندہ رہیں) لیکن مشہور خواتین جو عالم اسلام میں گزر چکی ہیں ان میں سے اکثر کی تاریخ ولادت وفات کتابوں میں ذکر نہیں۔

میں تاریخی اور انساب کی کتابوں میں انتہا جستجو کے بعد تاریخ وفات اور دن تلاش

کرنے میں کامیاب ہوا۔ اتفاق سے علامہ بیر جندی کی کتاب معروف ”وقائع الشہور والایام“ میں لکھا تھا کہ جناب فاطمہ اُمُّ الْبَنِينَ کلابیہ مادر عباسؑ نے ۲۳ محرمی میں وفات پائی۔ حضرت اُمُّ الْبَنِينَ کا سن اس وقت ۵۸ برس تھا۔ (حیدر المرانی)

اس کے علاوہ اُمُّ عَمِش نے اپنی کتاب ”اختیارات“ میں لکھا ہے کہ ایک دن میں امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا اور اس دن کی تاریخ ۱۳ جمادی الثانی اور جمعہ کا دن تھا تنے میں فضل ابن عباسؓ امیر المؤمنین داخل ہوئے۔ وہ تو بالیک حَزِيرٌ يَقُولُ لَقَدْ مَاتَكُ جَدَّتِي أُمُّ الْبَنِينَ فضل غمگین حالت میں رور ہے تھے اور عرش کیا میری جدہ اُمُّ الْبَنِينَ اس دنیا سے رحلت فرمائیں۔

علامہ شیخ حادی آل کاشف العظام اپنی کتاب ”المقبولة الحسينیة“ میں تحریر فرماتے ہیں جناب اُمُّ الْبَنِينَ کی ذات نادر الوجود خواتین میں شمار ہوتی ہے۔ ان کی عظمت و جلالت الٰل سیرت و بصیرت کی زگاہ سے مخفی نہیں۔

سید محمد باقر قرباباغی ہمدانی نے اپنی کتاب کنز المطالب (خطی) میں ص ۷۸ پر

اور

بیر جندی نے وقائع الشہور والایام میں ص ۷۱ پر

اور

سید مهدی سویج الخطیب نے اُمُّ الْبَنِينَ سیدۃ النسیاء العرب میں ص ۸۵ پر
۱۳ جمادی الثانی بروز جمعہ تحریر کی ہے۔

اور یہ بھی درج کیا ہے کہ

”اس روز فضل بن عباس علمدار علیہ السلام روتے ہوئے امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا میری دادی اُمُّ الْبَنِينَ نے رحلت پائی“

اگرچہ اس موقع پر ہمارے پاس زیادہ روایات نہیں کہ جو واقعیت کو آشکار کر سکیں لیکن ظاہر ہے یہ سارے قرائیں خود اس بات پر دلالت کرتے ہیں نماز جنازہ امام زین العابدین علیہ السلام نے ہی پڑھائی ہو گئی اور امام وقت اور مخصوص کا آپ کی نماز جنازہ پڑھانا خود آپ کی عظمت پر شاہد ہے۔

(ام البنین علیہ السلام۔ شیخ نعمت حادی الساعدي۔ ج ۷ ص ۲۷۱)

مدفنِ حضرت اُمّ البنینؓ:

حضرت اُمّ البنینؓ قرب جناب فاطمہ زہراؓ میں مدفون ہیں، جنتِ ابیق (مدینہ رسولؐ) میں دروازے کے قریب آپ کی قبر ہے۔ موئین جب باریاب ہوں آپ کی زیارت ضرور پڑھیں۔

۲۱ باب

باب اُمّ الْبَنِينَ

کربلاعے معلقی (عراق) میں حضرت عباس علدار کے روضہ مبارک میں شہرے
حروف سے ایک دروازے پر لکھا ہے ”باب اُمّ الْبَنِينَ“۔ دروازے پر ایک موٹی سی
زنجیر لگی ہے۔ زائرین اس زنجیر کو پکڑ کر بتانی سے گری کرتے ہیں۔
زیارت قبر حسین اور اُمّ الْبَنِينَ:

کربلاعے معلقی میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت اُمّ الْبَنِينَ امام حسین کے قبر کی
زیارت کے لیے مدینے سے تشریف لائی تھیں۔ جب جوان فرزند عباس علدار کی قبر پر
زیارت کے لیے چلیں تو اس مقام پر غش آگیا۔ قبر عباس تک پہنچنے پہنچنے حالت غیر ہو گئی۔
جس جگہ آپ غش کھا کر گری تھیں وہاں اب ”باب اُمّ الْبَنِينَ“ بطور یادگار قائم
ہے۔ اور یہی دروازہ حضرت عباس کی اصل قبر تھہ خانے تک لے جاتا ہے جو یہاں
مقفل رہتا ہے۔

ماجد رضا عابدی نے کیا خوب شعر کہا ہے:-

اک در اُمّ الْبَنِينَ ہے روضہ عباس میں
ستنی ہیں بیٹے سے پہلے عرضیاں اُمّ الْبَنِینَ

۲۲... باب

عظمتِ حضرت اُم البنینؓ

تاریخ نے جو کچھ حضرت اُم البنینؓ کے بارے میں ذکر کیا ہے وہ آپ کی عظمت کے پیش نظر بہت کم ہے۔

(ام البنین علیہ السلام۔ شیخ ترمذی۔ ص ۹)

حضرت اُم البنینؓ ۵ ہجری میں پیدا ہوئی۔ شادی ۲۰ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت آپ کا سن مبارک ۱۵ برس تھا۔ حضرت عباسؓ کی ولادت ہوئی اس وقت حضرت اُم البنینؓ کا سن مبارک ۱۷ برس تھا۔ جب حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی حضرت اُم البنینؓ کا سن مبارک ۳۲ برس تھا۔ واقعہ کربلا کے وقت حضرت اُم البنینؓ کا سن مبارک ۴۵ برس اور وقت وفات ۵۸ برس کا سن تھا۔

حضرت زینبؓ کی ولادت کا سن ۶ ہجری سے ۹ ہجری کے درمیان لکھا جاتا ہے۔

حضرت زینبؓ، حضرت اُم البنینؓ سے دو یا تین سال چھوٹی تھیں۔ لیکن حضرت زینبؓ کی شادی ۷ ہجری میں ہو چکی تھی جب حضرت اُم البنینؓ پیاہ کر خانہ علی میں تشریف لائیں۔

بعض موذنین نے لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عبداللہ دونوں بھائیوں میں

۸ برس کا فرق ہے۔ ان آٹھ برسوں کے درمیان حضرت اُمّ الْبَنِينَ کی صاجزادی حضرت خدیجہ بنتِ علیٰ کی ولادت ہے۔ زیارت اُمّ الْبَنِينَ میں آپ کی صاجزادی حضرت خدیجہ پر بھی سلام ہے۔

حضرت علیٰ علیہ السلام کی شہادت ۲۰ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت حضرت عباس ۱۹ برس کے تھے۔ خدیجہ بنتِ علیٰ کے ابرس کی تھیں، حضرت عبد اللہ بن علیٰ ۱۸ برس کے تھے، حضرت عمران بن علیٰ ۱۹ برس کے تھے۔ حضرت جعفر بن علیٰ کے برس کے تھے، حضرت عبد اللہ کربلا میں وقت شہادت حضرت عباس علمدار ۳۸ برس کے تھے، حضرت عبد اللہ بن علیٰ ۳۰ برس کے تھے۔ حضرت عمران بن علیٰ ۲۸ برس کے تھے۔ حضرت جعفر بن علیٰ ۳۶ برس کے تھے۔ حضرت خدیجہ بنتِ علیٰ کی تھیں۔

حضرت اُمّ الْبَنِينَ کی شادی، حضرت فاطمہ زہرا، امامہ بنت ابو العاص، خولہ بنتِ جعفر، اسما بنتِ عمیس، صہبہ خاتون (عرف اُمّ حبیب) کے بعد ہوئی ہے۔

حضرت اُمّ الْبَنِينَ خاتون ششم ہیں جو خاتمة امیر المؤمنین حضرت علیٰ میں بیاہ کرائی ہیں۔

تاریخ انبیاء اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ

حضرت آدم اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ

حضرت آدم کا گریہ و بکام مشہور ہے۔ حضرت اُمّ الْبَنِينَ بعد کربلا تھیات گریہ و بکام مصروف رہیں۔ حضرت آدم ایک فرزند کی شہادت پر روئے لیکن اُمّ الْبَنِينَ اپنے چار فرزندوں پر اور فرزند زہرا امام حسین اور اپنے پتوں کے غم میں روئی رہیں۔

حضرت نوح اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ:

کے غم میں نوح کیا اور مرشیہ پڑھا۔ حضرت نوح کے بھی چار بیٹے تھے تین بیٹے فرمان بردار اور ایک اُن کے اہل سے نہ تھا وہ باغی اور سرکش تھا۔ حضرت اُمّ الہبینَ کے بھی چار بیٹے تھے اور چاروں نے منتخب روزگار، سعادت مند اور فرمان بردار تھے۔ اس طرح اُمّ الہبینَ کا مرتبہ حضرت نوح سے افضل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اُمّ الہبینَ:

حضرت ابراہیم نے ایک بیٹا را خدا میں فدا کیا لیکن وہ بیچ گیا۔ اُمّ الہبینَ نے چار بیٹے را خدا میں قربان کئے اور چاروں شہید ہو گئے اور چاروں کی شہادت مقبول بارگاہ الہی ہوئی۔

حضرت موسیٰ اور حضرت اُمّ الہبینَ:

حضرت موسیٰ نے فرعون کو نصیحت کی مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ بنی امیہ کا فرعون مرداں جو ظالم ترین شخص تھا۔ حضرت اُمّ الہبینَ کے مریئے سُن کرو نے لگتا تھا۔

حضرت یعقوب اور حضرت اُمّ الہبینَ:

حضرت یعقوب کے ۱۲ بیٹے تھے۔ (۱) حضرت یوسف Joseph (۲) روی Ben Judahah (۳) شمعون Simeon (۴) لاوی Levi (۵) یہودا (۶) آسر Issachar (۷) زبولون Zebulun (۸) جد Gad (۹) آشر Asher (۱۰) دان Dawn (۱۱) نفتالی Nephtali (۱۲) بن یہیمن Benjamin

حضرت یعقوب کے ۱۲ بیٹوں میں سے صرف ایک حضرت یوسف اپنے باپ یعقوب سے جدا ہو گئے۔ یعقوب اتنا رونے کے دیزے بہہ گئے، آنکھیں سفید ہو گئیں،

آنکھوں کا نور چلا گیا، اللہ نے قرآن میں کہا کہ
”میرے بندے یعقوب نے صبر جیل کیا“

حضرت اُمّ الہینَیْنَ کے چار بیٹے خود ان کے لطف مبارک سے تھے لیکن وہ علیٰ کے سب بیٹوں کی ماں تھیں وہ امام حسینؑ کو اپنا سگا بیٹا سمجھتی تھیں۔ کربلا میں اُمّ الہینَیْنَ کے بارہ بیٹے تین دن کے بھوکے پیاس سے کربلا میں قتل کر دیئے گئے۔ اللہ رے اُمّ الہینَیْنَ کا صبر کیا یعقوب سے افضل ہیں اُمّ الہینَیْنَ اور قرآنی آیات کی مصدقہ ہیں۔ اُمّ الہینَیْنَ کے بیٹے:-

(۱) حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ (۲) حضرت عباسؓ ابن علیؑ (۳) حضرت عبد اللہ
ابن علیؑ (۴) حضرت عمران ابن علیؑ (۵) حضرت جعفر ابن علیؑ (۶) حضرت محمد ابن
علیؑ (۷) حضرت عبداللہ ابن علیؑ (۸) حضرت ابراہیم ابن علیؑ (۹) حضرت عباس
اصغر ابن علیؑ (۱۰) حضرت محمد اوسط ابن علیؑ (۱۱) حضرت عون ابن علیؑ (۱۲) حضرت
عمیر ابن علیؑ

حضرت یوسفؐ اور حضرت اُمّ الہینَیْنَ:

حضرت یوسفؐ نے خواب دیکھا کہ چاند، سورج اور گیارہ ستارے مجھے مدد کر رہے ہیں۔ یوسفؐ کے خواب کی تعبیریہ تھی کہ انھیں مصر کی حکومت ملی اور ان کے بھائی مان اور باپ ان سے آکر ملے۔

حضرت اُمّ الہینَیْنَ نے خواب دیکھا کہ ان کی گود میں چاند اور تین ستارے آکر گرے ہیں۔ حضرت علیؑ نے خواب کی تعبیر بتائی کہ تمہارا ایک بیٹا عباسؓ ہو گا جو قمر بنی هاشم ہو گا اور تین بیٹے مثل ستاروں کے ہوں گے جو تمہاری گود میں پروردش پائیں گے۔ اُمّ الہینَیْنَ کے چاروں بیٹے ان کی سلطنت تھے۔ ان کی سلطنت کربلا میں تاراج ہو گئی۔

اس کا صد اللہ نے کیا عطا کیا ہے یہی نہ کہ عباس جب محشر کے میدان میں آئیں گے انبیاء ان پر غبط (ریش) کریں گے۔ وہ جنت میں زمرد کے دو پروں سے پرواز کرتے ہیں۔

از وابح انبیاء اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ

حضرت حوا اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ:

حضرت حوانے ہائیل کی شہادت پر ماتم و گریہ کیا۔ ایک فرزند کاغم انھیں دیکھنا پڑا لیکن حضرت اُمّ الْبَنِينَ نے چار بیٹوں کا غم کیا اور تا جیات گریہ کرتی رہیں۔ حضرت حوا کی نسل جناب شیعث سے پوری دنیا میں پھیل گئی۔ حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے پوتے حضرت عبید اللہ ابن عباس علمدار سے نسل پوری دنیا میں پھیل گئی اور سب کے سب منتخب روزگار تھے۔

حضرت ہاجرہ اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ:

حضرت ہاجرہ کا ایک بیٹا کچھ دیر کے لیے بیاس سے تڑپا تو وہ بے قرار ہو گئیں اور پانی کی خلاش میں دوڑنے لگیں۔ حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے چار بیٹے تین دن کے پیاس سے قتل کر دیئے گئے اور انہوں نے صبر کیا۔ حضرت ہاجرہ حضرت اسملیل کی قربانی کا حال سُن کر صدمے سے چند دن علیل رہ کر انتقال کر گئیں۔ حضرت اُمّ الْبَنِينَ نے اپنے چار بیٹوں کی خبر شہادت سُن کر شکر کا سجدہ کیا۔

حضرت اُمّ موئیٰ اور حضرت اُمّ الْبَنِينَ:

حضرت موئیٰ کی والدہ یوکبید سے حضرت موئیٰ جدا ہوئے تو اللہ کہتا ہے قریب تھا کاغم سے ان کا کیجھ بچت جاتا، ہم نے ان کو صبر و قرار عطا کیا اور جلد ہی ماں کو بچے سے ملا دیا۔

مگر حضرت اُمّ الْبَنِينَ کے چار کڑیل جوان بیٹے ۲۸ رجب ۶۰ھ کو ماں سے جدا ہوئے تو پھر کبھی ملاقات نہ ہو سکی اور ان کی شہادت کی خبر آئی۔ اللہ نے حضرت اُمّ الْبَنِينَ کو صبر و فرار عطا کیا۔

حضرت آسیہؓ اور حضرت اُمّ الْبَنِينَؓ:

حضرت آسیہؓ نے اللہ سے دعا کی ”پروردگار میرے لیے جنت میں ایک مکان بنادے“ اذقالت رِبِّ أَبْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (سورہ تحریم آیت ۱۱) اللہ نے آسیہؓ کو جنت میں مگر عطا کر دیا۔

حضرت اُمّ الْبَنِينَ جنتِ الجنة میں جا کر اپنے چاروں بیٹوں کی قبریں بناتی تھیں۔ لیکن ان قبروں کو مٹا کر ایک قبر حسینؓ کی بناتی تھیں اور کہتی تھیں جب تک زندہ ہوں حسینؓ کو روؤں گی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے اُمّ الْبَنِينَؓ کو اس نے جنت میں بلند ترین قصر عطا کیا ہوگا۔ اس لیے کہ خدا کی بارگاہ میں اُمّ الْبَنِينَؓ کا درجہ بہت بلند ہے۔

حضرت مریمؓ اور حضرت اُمّ الْبَنِينَؓ:

حضرت مریمؓ کو اللہ نے ایسا فرزند حضرت عیسیؓ عطا کیا جو بیماروں کو شفا عطا کرتا تھا۔ ان کا لقب مسیح تھا۔ حضرت اُمّ الْبَنِينَؓ کو اللہ نے عباسؓ جیسا بیٹا دیا جو ”باب الحوانج“ ہے۔ عباسؓ بھی بیماروں کو شفا عطا کرتے ہیں۔ حضرت عیسیؓ کا فیض ختم ہو گیا۔ حضرت عباسؓ کا فیض اب تک جاری ہے۔

شمشاد و خیالاں ارم ہے وہ بہشتی	تاج سر اربابِ نعم ہے وہ بہشتی
سقائے پیمان حرم ہے وہ بہشتی	پیاسا ہے مگر بحر کرم ہے وہ بہشتی
شرمندہ ہے نیساں شرِ مرداں کے پرسے	
بھروسے تے ۳۰ دو ماں کر بھجو، ۱۱۱، کوٹھ سے	

گودر ہیں پر اپنے غلاموں کا ہے کیا پاس جس وقت کہ ہوتا ہے ہجوم الٰم دیاں آتی ہے صد اول سے کہ یا حضرت عباس ہو جاتا ہے وہ امر کبھی جس کی نہ ہو آس

مانا کہ امامت سے وہ ممتاز نہیں ہے

بتلاو یہ پھر کیا ہے جو اعجاز نہیں ہے

دو ہاتھ جو قربان کئے، حصے میں آئی دیں پوری و داد ری عقدہ کشاںی کوثر تو ہے قبضے میں تصرف میں تراکی ہر بند سے دیتے ہیں یہ بندوں کو رہائی

بے دست ہیں لیکن پر بیدر و جواں ہیں

کیا تیغ کی حاجت ہے کہ خود سیفِ زبان ہیں

خرااتا ہے خورشید جلال و حشم ایسا لاکھوں سے بھی ہٹا نہیں ثابت قدم ایسا نام ایسا دل ایسا شرف ایسا کرم ایسا جھک جاتی ہے شاخ سر طوبی علم ایسا قطرے کے عوض لعل و گہر دیتے ہیں عباس

دامن ڈر مقصود سے بھر دیتے ہیں عباس

کیا فیض ہے کیا اسم مبارک میں اڑا ہے ہنگام مرض تقویتِ قلب و جگہ ہے

کیسی ہی مہم خخت ہوا ک آن میں سر ہے بازو پر جو باندھے تو سردست ظفر ہے

کام آتا ہے یہ نام مصیبت میں بلا میں

آفت میں پر ہے تو سرو ہی ہے وغا میں

اللہ نے بخشی ہے عجب نام کو تاثیر شیعوں کی پناہ اور عدو کے لیے شمشیر

وہ مشکلِ لائل جونہ حل ہو کسی تدبیر یا حضرت عباس کہا پھر نہیں تاخیر

اعجاز و کرامت اسے کہیے تو بجا ہے

بے دست ہے اور مغلی علی عقدہ کشا ہے

محبّان اہلیت کا زیارت حضرت ام البنین میں یہ کہنا کہ:-

”أَنْكِ مِنْ أُولَيَ الْأَلٰهِ“

”بے شک آپ اولیاء خدا میں سے ہیں“

اسکے حق ہونے میں کوئی بات مانع نہیں۔

(ام البنین علیہ السلام۔۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ ص ۲۱)

حضرت ام البنین کی کرامات:

آپ کی کرامات کثیر ہیں۔ آپ بھی باب المخواج ہیں۔

نجف اشرف اور مومنین کی اور بیتیوں میں آپ کی کرامات کو شہرت ہے۔

اہل نجف میں واقعہ بہت مشہور ہے۔ کہ اس وقت عراقی حاجج کی عقلیں جیران ہو گئیں جب اہل نجف نے بعدِ حجہ مدینہ کو رجوع کیا اور ایک ولید جناب ام البنین (علیہ السلام) کے دستِ خوان کے نام سے منعقد کیا اور سارا اسباب خورد و نوش جس جگہ رکھا وہ سعودیوں میں سے ایک شخص المدعو بن محبران کے گھر کے دروازے کے بالکل قریب تھا۔ وہ اپنا دروازہ کھوٹ کر باہر آیا اور ان سب چیزوں کے بارے میں پوچھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم مسلمان حاجج ہیں، ہم نے اس دستِ خوان کا اہتمام کیا ہے، کہ ہم حاجج میں کھانا تقسیم کریں اور یہ ہمارا دستور ہے کہ ہم ان دنوں میں زوجہ امیر المؤمنین، جناب ام البنین (علیہ السلام) کے نام پر کھانا کھلاتے ہیں۔ اس نے غصہ اور تنقیح کلائی کی اور بلند آواز سے بدھی لجھے میں اہلیت پر سب کیا۔ اور کہتا تھا کون ام البنین۔۔۔ (نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَالِكَ) پھر اسباب طعام کی طرف بڑھا اور دیگریں اور کا بیان اللہ دیں۔ سب کھانا ز میں پر گر گیا۔

یہ دیکھ کر مومنین نے جناب مادر ابو الفضل سے توسل کیا اور پکار کر کہا۔

”ام اہمین اگر آپ ام اہمین ہیں تو اپنی کرامت دکھائیے“
 ابھی تو سل تمام نہ ہوا تھا کہ وہ شخص اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کے میں پر گرا اور لوٹنے
 لگا اور اپنے پیٹ اور آنٹوں میں تکلیف کی شکایت کرتا تھا۔ اٹھا کر اسپتال لے جایا گیا
 لیکن جانب نہ ہوا۔ کچھ ہی دیر میں موت کی خبر آگئی جسکے بعد اسکے گھر والوں نے مومنین
 سے مغدرت کی۔ (ام اہمین علیہ السلام۔ شیخ نحمدہ الساعدی۔ ص ۲۸)

مومنین میں آپ کے نام پر دستِ خوان اور لوگوں کو کھانا کھلانے کا رواج ہے اور یہ یقیناً
 مقبول عمل ہے جو آل رسول علیہم السلام کے سروکا سبب ہے۔ آپ کے دستِ خوان پر
 مراد آتی ہے اور مذہت پوری ہوتی ہے اور خصوصیت سے مرض میں شفاء اور بے اولاد
 کے لئے اولاد آپ کی عنایات خاصہ میں سے ہے

(ام اہمین علیہ السلام۔ محمد رضا عبد الامیر انصاری۔ ص ۲۳)

(ام اہمین علیہ السلام۔ شیخ نحمدہ الساعدی۔ ص ۲۳)
 خواص کے درمیان اس بات کی شہرت ہے کہ اگر کسی کی کوئی شے کو جائے یا کسی
 شے کی آزو ہو تو ایک بار سورہ حمد کی تلاوت کر کے روح گرامی جناب ام اہمین کو نذر کیا
 جائے تو فوراً مراد آئے گی اور وہ شے مل جائے گی۔

(ام اہمین علیہ السلام۔ محمد رضا عبد الامیر انصاری۔ ص ۳۶)

(ام اہمین علیہ السلام۔ شیخ نحمدہ الساعدی۔ ص ۲۲)
 آپ کی ذات جلیلہ کے بارے میں قلوب میں یا اعتقاد پایا جاتا ہے کہ عند اللہ آپ
 کی شان بلند اور آپ کا رتبہ عظیم ہے۔ اور لوگ اپنے کرب میں آپ کے واسطے خدا سے
 التجاء کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کو ویلہ قرار دیتے ہیں تو غم والم کے ہادل
 چھٹ جاتے ہیں اور آپ کی ذات سے لوگاتے ہیں اور پکارتے ہیں۔ اور یہ اس لئے
 ہے کہ عند اللہ آپ صاحبة المنزلة الکریمة ہیں۔ یقیناً آپ نے راہ خدا میں

اپے گجر پاروں کو قربان کر کے یہ عظمت پائی ہے۔

(العباس ابن علی رائد الکرامۃ والقدامیۃ فی الاسلام۔ باقر شریف الفرشی)

گمشدہ حقیقتیں:

۱۔ آپ شاعرِ تھیں اور آپ کے کہے ہوئے مرثیے وارد ہوئے ہیں جنہیں ہم پڑھتے ہیں اور کتبِ ادب (جیسے ادبِ الظف) میں روایت ہوئے ہیں۔ لیکن ہم نہیں پڑھتے کسی کتاب میں کوئی ایک بیت بھی جو امیر المؤمنینؑ کی شہادت پر آپؑ نے کہی ہو۔ کیوں؟ یا ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس بارے میں قاری کی فکر سوال کرتی ہے۔ اور اسکی وجہ صرف یہی بیان کی جاسکتی ہے آپؑ نے تو شعر کہے لیکن تاریخ میں محفوظ نہ ہو سکے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے وہ بھی مدون نہیں ہے اور بعدید نہیں کہ کثیر رثائی سرمایہ وہ ہے جو ضائع ہوا ہے۔

۲۔ خواص و عوام میں اسکی شہرت ہے کہ آپؑ ایک فاضلہ و عارفہ و صاحبِ یقین خالتوں آپ کی حیات کا خاصہ حصہ مولائے کائنات کے ساتھ بسر ہوا جو خزانہ علم بھی تھے اور محققی و بیان کے بحر بے کنار بھی تھے۔ مگر ہم نہیں پاتے کہ آپؑ سے کوئی روایت ہوئی ہو یا حکایت یا حدیث یا آپؑ نے کبھی کہا ہو کہ میں نے امیر المؤمنینؑ سے یہ سننا۔ کیوں؟ یہ وہ حقیقت ہے جو ہم پر تھی ہے شاید اسکا سبب یہ ہو کہ کس کے امکان میں تھا کہ اسے مددون کرے کہ خانہ علیؑ میں کیا بیان ہوا ہے؟ لیکن یہ کافی نہ ہے کہ آپؑ نے اپنے بیٹوں کو اسی چھاؤں میں پروان چڑھایا جو امیر المؤمنینؑ سے حاصل کی تھی۔ تو گویا بیان یا ردِ روایات عمل میں داخل کر ظاہر ہوئیں۔

۳۔ آپ اور مستوراتِ بنی ہاشم کی طرح کر بلانہیں گئیں۔ کیوں نہیں گئیں؟ آپ مدینے میں کیوں رہ گئیں؟ کیا اسکا کوئی سبب ہے یا علیل تھیں۔ یا کبر سی کی وجہ سے یا

امام حسینؑ نے اس ملٹے میں کچھ ارشاد کیا تھا۔ بات یہ نہیں تھی۔ وہ مدینے میں رہیں تھیں تاکہ ذریت عباسؑ کا تحفظ ہو سکے۔

۲۔ (یہ صورت فرضی ہے) اگر آپ کر بلا چلی جاتیں۔ اور آپ کی اولاد قتل ہوتی اور آپ بھی اسیروں میں ہوتیں تو کیا آپ کی قوم خاموش رہتی اور کیا اس واقعہ پر آپ کے قبیلے والے سکوت اختیار کرتے نہیں بلکہ آپ کی رہائی کا مطالبہ کرتے ابھی زیاد (ملعون) سے۔ اور ظاہر ہے کہ انہیں اپنے عزیزوں سے تعلق ہوتا ہے کہ سارے اسیران الہیت علیهم السلام سے۔ آپؐ نے اس صورتحال پر مدینے میں رہنے کو ترجیح دی اور انہیں ذریت عباسؑ کا تحفظ شامل تھا۔

۵۔ کیا آپؐ کے لئے کتب زیارات وادعیہ میں زیارت وار و ہوئی ہے اور یا کوئی حدیث جس سے اخذ کیا جائے یا اس پر اعتماد کیا جائے؟ اس عنوان پر سنیدھی سے کچھ وار و نہیں ہوا۔ پس جب ہم آپ کی زیارت کرنا چاہیں تو ہم کیا کہیں اور کن لفظوں میں آپ کو فاظب کریں؟

ہمیں آپ کی زیارت کرنا چاہیے (قریب و دور سے) اور آپ کا حق ہے کہ آپ کو اس عبارت سے یاد کیا جائے کہ ”اے موند صاحبو“ اور اس محبت کے سبب جو با عبد اللہ الحسینؑ سے تھی۔ ہم آپ کو پکاریں۔

”اے ام الحسینؑ، اے زندہ جاویدی مادر گرامی کہ روز حشر معیت فاطمہ زہرا اسلاما اللہ علیہما میں آئیں گیں خدا آپ سے راضی ہے۔ اور بارگاہ قدمیت میں آپ کی کاوشوں پر آپ کے لئے بہترین صدھے“

ہم ”ساعدعی“ کی کوششوں اور عقیدت کی قدر کرتے ہیں لیکن ہمیں اس پر حیرت ہے کہ وہ کیسے بے خبر ہے جناب ام البنین علیہما السلام کی اس زیارت سے جسے

متاخرین میں محمد رضا عبدالامیر انصاری نے اپنی کتاب ”ام البنین“، ص ۵۰ پر لفظ کیا ہے اور محمد الصالح جوہری نے ضیاء الصالحین میں ص ۶۰۶ پر درج کیا ہے۔

جناب ام البنین اور عہد جدید:

اس وقت دنیا ایٹرنیٹ پر سٹ کر آگئی ہے۔ اور مذہب اور عقائد بھی اپنی آب و تاب کے ساتھ اس بر قی صفحہ پر جگلگار ہے ہیں۔ جہاں اور دوسرے ناموں سے دین ھٹکے معارف مختلف اداروں کے طرف سے ایٹرنیٹ پر موجود ہیں وہاں ایک سائٹ اس نام سے بھی ہے عربی زبان میں۔

اس کا نام عربی میں ”موقع ام البنین علیہ السلام“ ہے۔

اور انگریزی میں www.banin.org ہے۔

یہ کاوش ”قطر“ میں آباد مونین کی ہے۔ خدا نہیں جزاۓ خیر دے۔
یہ کاوش خود اہل ایمان کے دلوں میں مادر ابو الفضل علیہ السلام کے لئے جو عقیدت ہے اس پر شاہد ہے۔

باب ﴿٢٣﴾

زيارة أم البنين

أَشْهُدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
 شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهُدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ
 وَرَسُولُهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ
 سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ السَّلَامُ عَلَى
 الْحَسَنِ وَالْحُسَينِ سَيِّدِي شَبَابِ

أَهْلُ الْجَنَّةِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا زَوْجَةَ
 وَصِيِّرَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا
 عَزِيزَةَ الرَّزَّهَرَاءَ السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا أُمَّ
 الْبَدْوُرِ السِّوَاطِعُ فَاطِمَةَ بُنْتِ
 حِرَامِ الْكَلَابِيَّةِ الْمَلَقَبَةِ بِأُمِّ الْبَنِينِ
 وَبَابِ الْحَوَائِجِ أَشَهَدُ اللَّهَ
 وَرَسُولَهُ أَنِّي جَاهَدَتِ فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ إِذْ ضَحَيْتِ بِأَوْلَادِكِ دُونَ
 الْخُسَيْنِ بْنِ بُنْتِ رَسُولِ اللَّهِ
 وَعَبَدْتِ اللَّهَ مُخْلَصَةً لَهُ الدِّينَ
 بِوَلَائِكِ لِلأَئِمَّةِ الْمَفْصُومِينَ
 وَصَبَرْتِ عَلَى تِلْكَ الرَّازِيَّةِ الْغَظِيمَةِ

وَاحْتَسَبْتِ ذَالِكَ عِنْدَ اللَّهِ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ وَأَرْرُتِ الْإِمَامَ عَلِيًّا فِي
 الْمَحَنِ وَالشَّدَائِدِ وَالْمَصَائبِ
 وَكُنْتِ فِي قِمَةِ الطَّاعَةِ وَالْوَفَاءِ
 وَإِنَّكَ أَحْسَنْتِ الْكِفَالَةَ وَأَدَيْتِ
 الْأَمَانَةَ الْكُبَرَى فِي حِفْظِ وَدِيعَتِي
 الزَّهْرَاءَ الْبُتُولَ (الْحَسَنَ
 وَالْحَسِينَ) وَبِالْغُثْتِ وَأَثْرَتِ
 وَرَعَيْتِ حُجَّاجَ اللَّهِ الْمَيَامِينَ
 وَرَغَبْتِ فِي صِلَةِ أَبْنَاءِ رَسُولِ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ عَارِفَةَ بَحْقَهُمْ مُؤْمِنَةً
 بِحِصْدَقِهِمْ مُشْفَقَةً عَلَيْهِمْ مُؤْثَرَةً

هَوَاهُمْ وَحُبُّهُمْ عَلَى اولادِكَ
 السُّفَدَاءِ فَسَلَامُ اللَّهِ عَلَيْكِ يَا
 سَيِّدَتِي يَا أُمَّ الْبَنَيْنَ مَادِجَى اللَّيلَ
 وَغَسَقَ وَأَضَاءَ النَّهَارَ وَأَشَرَّقَ
 وَسَقَاكِ اللَّهُ مِنْ رُحْيَقٍ مَخْتُومٍ
 يَوْمَ لَا يَنْفُعُ مَالٌ وَبَنُونٌ فَصَرَّثَ
 قُدْوَةً لِلْمُؤْمِنَاتِ الصَّالِحَاتِ لَا نِكَ
 كَرِيمَةُ الْخَلَائِقِ عَالِمَةُ مُعَلِّمَةٌ تَقِيَّةً
 رَكِيَّةً فَرَضَى اللَّهُ عَنِكِ وَأَرْضَاكِ
 وَلَقَدْ أَعْطَاكِ اللَّهُ مِنَ الْكَرَامَاتِ
 الْبَاهِرَاتِ حَتَّى أَصْبَحْتِ بِطَاعَتِكِ
 لِلَّهِ وَلَوْصِيَ الْأُوصِيَاءِ وَحُبُّكِ

لِسَيِّدَةِ النِّسَاءِ "الْزُّهْرَاءَ" وَفَدَائِكِ
 أَوْلَادِكِ الْأَرْبَعَةِ لِسَيِّدِ الشَّهَادَةِ بَابًا
 لِلْخَوَائِجِ فَاشْفَعِي لِي عِنْدَ اللَّهِ
 شَانًاً وَجَاهًا مُحْمُودًا وَالسَّلامُ
 عَلَى أَوْلَادِكِ الشَّهَادَةِ الْعَبَاسِ قَمَرُ
 بَنْيِ هَاشِمٍ وَبَابِ الْخَوَائِجِ
 وَعَبْدَ اللَّهِ وَعِمْرَانَ وَجَعْفَرَ الَّذِينَ
 اسْتَشْهَدُوا فِي نُصْرَةِ الْحُسَيْنِ
 بِكَرْبَلَاءِ وَالسَّلامُ عَلَى أَبْنَتِكِ
 الْدُّرَّةِ الْزَّاهِرَةِ الطَّاهِرَةِ الرَّضِيَّةِ
 خَدِيْجَةَ فَجَزَاكِ وَأَجَزَاهُمُ اللَّهُ
 "جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ"

خالدیں فیہا اللہم صلی علی محمد وآل محمد

ترجمہ:-

بسم اللہ الرحمن الرحيم

میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی سزا اور عبادت نہیں ہے بجز
اللہ کے جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی
دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے
اور رسول ہیں۔

آپ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول۔ آپ پر سلام ہو اے
امیر المؤمنین (علیہ السلام) آپ پر سلام ہو اے خواتین
عالم کی سیدہ و سردار فاطمۃ الزهراء۔

سلام ہو امام حسن و امام حسین پر کہ وہ جوانان جنت کے
سردار ہیں سلام ہو آپ پر اے وصی رسول کی زوجہ گرامی
سلام ہو آپ پر کہ آپ عزیز ہیں دختر رسول معصومہ کوئیں
کی سلام ہو آپ پر فاطمہ بنت حرام کلبیہ کہ آپ کے
لیے زیبا ہے اُم البنین اور مادر باب الحوائج ہونا کہ آپ

کے فرزند مہ کامل و درخششہ ہیں۔

اللہ اور اس کا رسول گواہ ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کی
قریبائی کے ذریعے راہ خدا میں کاوش اور گرانقدر جدوجہد
کی اور آپ نے بھدا خلاص خدا کے متعین کردہ طریق پر
اس کی عبادت کی۔ آئمہ مخصوصین کی محبت کے ساتھ اور
ہوناک اور دل ہلا دینے والی آزمائش کی گھڑی اور اس
عظیم ابتلاء میں اپنے پروردگار کے حضور ماجور ہوئیں اور
آپ نے امام عالی کی عخنوواری کی مصیبت اور رنج و محنت کی
شدتوں میں اور آپ اطاعت و وفا کی بلندی پر رہیں
خوب کفالت کی آپ نے (ان کی جنہیں امام وقت پر
قربان کیا) اور فاطمہ زہرا کی ودیعت کردہ اور سپرد کردہ
امانت کبری کی بہترین حفاظت کی۔ آپ نے اللہ کی پناہ
دینے والی جتوں کو پالیا۔ ان کی حفاظت کی اور ان کی
رعایت کی اور انہیں ترجیح دی اور مائل ہو گئیں پروردگار
عالم کے رسول کے بیٹوں کی ولایت میں۔ اس عالم میں
کہ آپ ان کے حق کو پہچانتی تھیں اور اپنے ایمان سے
اس کی تصدیق کرنے والی تھیں اور آپ ان پر شفیق تھیں

اور ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز تھیں اور اپنی سعادت منداولا دپران کی محبت کو ترجیح دیتی تھیں۔ پس آپ پر سلام ہو اللہ کا اے ہماری سیدہ اے اُمّ الْمُنِينَ جب تک کہ رات چھائے اور دن اپنی روشنی پھیلائے اور اللہ آپ کو مہربہ لب کا سرخ ننگ سے کوثر کے سیراب کرے۔ اس روز کہ جب نہ مال نفع بخش ہو گانہ اولاد۔ بس آپ صالح مونمات کی سیدہ و سردار ہو گئیں۔ اس لیے کہ آپ کے اخلاقِ کریم ہیں اور عالمہ ہیں۔ معلمہ ہیں۔ تقبیہ ہیں، زکیہ ہیں۔

تو اللہ آپ سے راضی ہے اور آپ سے متعلق ہر امر سے اور اللہ نے روشن کرامتیں آپ کو عطا کیں یہاں تک کہ آپ نے طاعتِ الٰہی کے سجادہ پر صبح کی، اور اوصیاءِ خدا کی وصیت اور سیدہ عالم کی محبت اور مودت میں آپ نے اپنے چار فرزند سید الشہداء پر قربان کئے کہ ان میں ایک حوانج کا دروازہ بھی ہیں پس میری شفاعةت کیجئے حضور الٰہی میں کہ آپ کی عظمت و جاہ اور مرتبہ بلند ہے اور خدا کی طرف سے پسندیدہ ہے۔

سلام ہو آپ کے فرزندان گرامی پر کہ وہ شہید ہیں۔ یعنی
 عبائی قمر بنی ہاشم باب الحجاج اور عبد اللہ و عمران و جعفر پر
 کہ ان سب نے زمین کربلا پر نصرت حسین میں اپنی
 جان پچھا دو کی اور سلام ہو آپ کی دختر پر کہ جو دُر مکون
 صدف طیارت ہے اور رضیہ ہیں اور نام ان کا خدیجہ ہے
 اللہ جزادے آپ تو اور ان سب کو ایسی جنتیں کہ جن میں
 نہ ہیں جاری ہیں اور اس میں رہنے والے ہمیشہ رہیں
 گے۔

درود درحمت نازل کر پروردگار محمد و آل محمد پر

مَا خذ

- ١- أمّ الْمُنْتَنِينَ رائدة الجهاد في الإسلام
أشيخ نعمة حادي الساعدي ... ١٣٢٣هـ... إيران
- ٢- أمّ الْمُنْتَنِينَ سيدة نساء العرب
سيّد مهدى اليهودي الخطيب ... ١٣٣٤هـ... قم... إيران
- ٣- العباس بن عليٍّ من الولادة إلى الشحادة
احمد علي دخيل ... ١٣٢٣هـ... بيروت... لبنان
- ٤- آيات الله السيد محمد حسين الشيرازي ... ١٣٢٥هـ... بيروت... لبنان
- ٥- أعمى القصص في كرامات العباس
السيد محمد حسن صادق آل طمعة ... ١٣٢٦هـ... بيروت... لبنان
- ٦- النهاية العجيبة
آيات الله الحاج محمد براهم الكلباني ... ١٣٢٥هـ... بيروت... لبنان
- ٧- أمّ الْمُنْتَنِينَ - أمّ أبي أفضل العباس بن عليٍّ
حيدر المراجاني ١٩٩٠ء... نجف
- ٨- اشقى على فرات
سيّد فيض الحسن موسى ابن الويبي ... ١٩٤١ء... دوستان... انتس... راولپنڈی

٩۔ ابصار احسین فی انصار احسین

(تالیف) علام شیخ محمد بن طاہر (ترجمہ) تصدق حسین کتبوری مکتبۃ العلوم۔ کراچی

۱۰۔ العبد الصالح

مولانا سید آغا مہدی..... خدام عزا۔ کراچی

۱۱۔ ذکر العباس

مولانا سید حمّام الحسن ۱۹۵۶ء..... لاہور

۱۲۔ صحیفہ وفا۔ حضرت ابو الفضل العباس

علام عبد الرزاق المقرن / ترجمہ: سید حسین مہدی ۱۹۹۸ء انصاریان قم ایران

۱۳۔ قمر بنی هاشم

علام مذیثان حیدر جوادی ۱۹۸۰ء... مدینی دنیا۔ الہ آباد (اٹھیا)

۱۴۔ نسب بنی هاشم

جیل ابراہیم حبیب ۱۹۸۷ء... بغداد

۱۵۔ نائین فی مقتل احسین

علام سید غلام حسین کشوری.... مطبع الانوار لکھنؤ

میر خلیق

عباس کی مادر نے بچھائی صفتِ ماتم

بجھر شہر والا میں سدا روئی تھی صفرًا منھ آنسوؤں سے شام و بھر دھوئی تھی صفرًا
 بے چین تھی بے خواب تھی بھی کھوئی تھی صفرًا دن رات میں دم بھرنے زاروسی تھی صفرًا
 چلاتی تھی دیدار دکھاؤ علی اکبر
 مرتی ہوں اب آتا ہے تو آؤ علی اکبر
 لے جاؤ مجھے آن کے مر جاؤں گی بھائی ۱ بے وصل پدر جی سے گذر جاؤں گی بھائی
 لے جانے کی ٹھہری تو ٹھہر جاؤں گی بھائی درنہ میں سفر خلق سے کر جاؤں گی بھائی
 یارا مجھے اب صبر و تحمل کا نہیں ہے
 جلد آؤ کہ یہ وقت تغافل کا نہیں ہے
 بھیا نظر آتا نہیں جینے کا قریبہ ۲ فرقت کی حرارت سے جلا جاتا ہے سینہ
 گذر امجھے دن گنتے محترم کا مہینا ۳ ویران ہے آباد کرو آکے مدینہ
 ہمراہ بنے تو شہر والا کو بھی لاوہ
 اتماں کو بھی لاوہ مرے بابا کو بھی لاوہ

دیر آنے میں گران کے ہو تو تم نہ کرو دیر ۷ غم کھایا ہے اتنا کہ بہن جینے سے ہے سیر
ہے سر پر جدائی میری کھینچے ہوئے ششیر آہول کے ہوئے سے ہے جہاں آنکھوں میں اندر ہر
تہائی کا جینا مجھے اب جبر ہے بھائی
معلوم یہ ہوتا ہے کہ گھر قبر ہے بھائی

فرقت میں ہے بیمار کو جینے کا مرتلخ ۵ ہر چیز ہے یاد لب شیریں کے سوا تلخ
غم کھانے سے منخلخ دوا تلخ غذا تلخ ۵ ان روزوں میری زیست بسر ہوتی ہے کیا تلخ
نیندا آنکھوں میں اب تو کوئی میں بھی نہیں آتی
تم کیا نہیں آتے کہ اجل بھی نہیں آتی

اے بھائی رہے وقت میں کام آؤ ہمارے ۶ دُوری سے ہے بیمار بہن گور کنوارے
جیتی ہوں فقط آپ کے وعدے کے سہارے تمہاں کے بھی ہولاڑے بابا کے بھی بیمارے
ہمراہ سفر میں ہیں سمجھی ، پر نہیں صفرًا
اتماں کی کنیزوں کے برابر نہیں صفرًا
ہجولیوں سے اپنی کہتا کرتی ہوں اکثر ۷ اب آئیں گے لینے ہمیں بھیا علی اکبر
واں جائیں گے ہم بھی ہے جہاں بابا کا شکر ۸ لے جائیں گے بھیا ہمیں محمل میں چڑھا کر
بھیجاں گے جب اپنے سیحاء ملیں گے
بھیتا کی بدولت شہزادہ والے ملیں گے

اب دیر جو ہوتی ہے تو شرما تی ہوں بھائی جو آتی ہے آنکھاں سے چرا جاتی ہوں بھائی
ہربات میں سرز انوپ نہ ہوڑاتی ہوں بھائی ۸ مایقی سائیک آنکھوں میں بھرا لاتی ہوں بھائی
کچھ آپ کے آنے کی نہ صورت ہوئی افسوس
ہجولیوں سے مجھ کو خجالت ہوئی افسوس

اب بھی اگر آؤ مجھے لینے تو ہے بہتر ۹ رہ جائے مری بات بہن صدقہ ہو تم پر
ورش میں دوچار ان سے نہیں ہونے کی اکبر ۱۰ ہجولیاں اک روز کہیں گی یہ مقرر
سب پیارے ہیں تم باپ کہ بیاری نہیں صغا
اکبر کو بھی کچھ چاہ تم حماری نہیں صغا

جس دن مجھے یہ لڑکیوں نے بات سنائی ۱۱ سن لچو کہ مر جاؤں گی اس روز میں بھائی
کلتے ہیں ترپتے مجھے ایامِ جدائی ۱۲ آپ آئے نہ اور آہ ہماری اجل آئی
امید یہی ہے کہ اب آتے ہو سفر سے
تاشام کھڑی رہتی ہوں چوکھٹ پھر سے

بستر پر بھی آنکھیں سوئے در رہتی ہیں ہر آن ۱۳ جس راہ سے آؤ گے میں اس راہ کے قربان
ڈر ہے کہ نہ گھبرا کے نکل جائے مری جان ۱۴ پھر قبر میں لے جائیں ملاقات کا امران
ویکھو گے مجھے آن کے جب جانو گے بھائی
یہ زار ہوئی ہوں کہ نہ پچانو گے بھائی

بے چین ہوں میں چین سے ہے سارا زمانا ۱۵ آہیں کبھی بھرنا ہے کبھی اشک بہانا
تم بید ہے موقوف ہوئی چھٹ گیا کھانا ۱۶ ہم جی سے چلے اور نہ تم حمارا ہوا آنا
سب سُکتے ہیں دنیا سے گذر جائے گی صغا
تم کو نہ خیال آیا کہ مر جائے گی صغا

اماں یہ نہ سمجھیں کہ کے چھوڑا ہے گھر میں ۱۷ بابا کو بھی اللہ یہ غلطت ہے سفر میں
وہ بھولے ہیں اور مرتے ہیں ہم یاد پدر میں ۱۸ نشری کھلتی ہے ہر اک سانس جگر میں
جو عارضے میں چھوڑ کے جاتا ہے کسی کو
جیران ہوں کس طرح قرار آتا ہے جی کو

ایسا مجھے بھولے کہ کسی نے نہ کیا یاد ۱۳ بے بس ہوں پہنچنیں تھیں تم تک مری فریاد
جو ہم پہ بی خیر خدا سب کو رکھے شاد ۱۴ پر حیف یہ نیار بہن ہو گئی برباد

اب زیست کا صفر کے سہارا نہیں کوئی

کہنے کو تو سب ہیں پہ ہمارا نہیں کوئی

مرتے ہوئے جی اٹھی ہوں تم اب بھی جو چاہو ۱۵ اقرار جو پکھ کر گئے ہو اُس کو نہ ہو
تسکین تصور کی ملاقات سے کیا ہو ۱۶ تم دلبر فرزند شیر عقدہ کشا ہو

اس خواہِ دل ختنے پہ احسان کرو بھائی

آکر مری مشکل کو اب آسان کرو بھائی

دادا نے تمہارے تو ہے مردوں کو جلایا ۱۷ صحت دی شفا کا کوئی طالب اگر آیا

ذکر درد میں فیض ان سے ہر اک شخص نے پایا ۱۸ پنج سے اجل کے ہمیں تم نے نہ چھڑایا

جلد آن کے دیدار تو اے بھائی دکھا دو

تم بھی ہمیں اعجازِ سمجھائی دکھا دو

دن بھر تو بہن روئی ہے منھ پر لیے آنچل ۱۹ اور چار پھر رات یہ دل رہتا ہے بے کل

باشدوں سے آبادی تھی گھر ہو گیا جنگل ۲۰ تھا کی میں رہتا ہے تصور بہن ہر پل

پردیسی پھریں گے میرا دل شاد بھی ہو گا؟

دیران یہ گھر پھر کبھی آباد بھی ہو گا؟

اس گھر میں بچے گی کبھی پھر مند شیر؟ ۲۱ پھر ماں سے ملائے گا کبھی ماں کی تقدیر؟

کبڑا کبھی پھر ہوئے گی صفر سے بغل گیر؟ ۲۲ پھر کھیلے گی ساتھا کے سکنہ میری ہشیر؟

کب ہاتھ مجھے دیکھ کے پھیلائیں گے اصغر؟

گودی میں ہمکر مری کب آئیں گے اصغر؟

ہے ان دنوں حالت مری آگے سے بھی بدتر ۱۹ دیکھوں مجھے پہچانتے ہیں یا نہیں اصرّ
بہنا کی طرف سے تجھی بھیا علیٰ اکبر ۲۰ چھاتی سے لگایا کرو صدقے ہو یہ خواہر
جب کرتی ہوں یادِ ٹکوں سے مندھوٹی ہوں بھائی
پھر وہ علیٰ اصرّ کے لیے روتی ہوں بھائی

وہ بالوں میں بُوشک کی وہ چاند سما تھا ۲۱ وہ نرگسی آنکھیں وہ بھویں، بگل سا وہ چہرا
غنجپے سا وہن کھول کے وہ دودھ کا پینا ۲۲ یاد آتا ہے جس دم، دم اکٹ جاتا ہے میرا
صدقے ہوں جو ان بانہوں کو اور ہاتھوں کو پاؤں
چین آئے جو ان تکوں کو آنکھوں سے لگاؤں
چھاتی پیشی میں دھری تھی انھی بیار سے جس دم ۲۳ نہ دیتا تھا ہو جاتی تھی میں بھی خوش خرم
گری کا ہے موسم بیکار ہتا ہے مجھے غم پر دلیں میں کیا جانی کیا ہوئے گا عالم
انماں بھی گئی ہیں مری روتی ہوئی گھر سے

گھٹ جائے کہیں دودھ نہ ایذاۓ سفرے

پھر گود بھرے گھر میں وہ پر دلیں سے آئیں ۲۴ کبرا بھی ہوا اور ساتھ کیدڑا کو بھی لا کیں
اصرّ کی کریں سال گرہ دودھ بڑھائیں پر فاطمہ بیمار کو دل سے نہ بھلا کیں
طاقت غمِ ذوری کی نہیں رنج و تعجب کی

حق سب کو رکھے شادِ دعا گو ہوں میں سب کی

نانی نے سنی جس گھڑی صغری کی یہ گفتار ۲۵ گھبرا کے کہا خیر ہے اے قاطمہ بیمار
اکبر ہیں کہاں اور کہاں ہیں شہزادار اس وقت ہے تو کس سے مخاطب مری دلدار
انساں دلی مضرکو سنجالے تو سنجھل جائے
تن سے انھیں باقتوں میں کہیں دم نہ نکل جائے

کرتی ہے جن سے وہ ملتے ہیں سفر میں ۲۳ پر دیسیوں کو لائے خدا خیر سے گھر میں
یعن رات کہاں روئے کی طاقت ہے جگر میں بس صدقے تگی ورد زیادہ نہ ہو سر میں

اوقات تو بے روئے گذرتی نہیں اک دم

باعث ہے یہی تپ جو اترتی نہیں اک دم

کیوں روئی ہو دل کھیل میں بہلا دمیں واری ۲۴ آجائی ہے اب بی بی کے بابا کی سواری
آزار میں لازم نہیں یہ گریہ و زاری ۲۵ پہنچانے گا کا ہے کو کوئی شکل تمہاری
مینھ آنسوؤں کا آنکھوں سے بر ساتی ہو صغا

پینت ہو دوا کچھ نہ غذا کھاتی ہو صغا

لو جو کہو تم آج وہ کھانا میں پکاؤں ۲۶ پی لو یہ ٹھنڈا کی تو خبر لینے کو جاؤں
صغا نے کہا کھانے کو کیا خاک میں کھاؤں پی لوں یہ دواہاں جو خبر باپ کی پاؤں
کچھ دکھیں ہیں وہ لوگ مجھے عشق ہے جن سے

پانی تو انکتا ہے گلے میں کئی دن سے

بے وجہ نہیں یہ علی اکبر کا نہ آنا ۲۷ اب پانی کا ساغرنہ مرے سامنے لانا
بابا سے مرے پھر گیا ہے سارا زمانا دل کہتا ہے جب آگے مرے لاتی ہو کھانا
ہے ہے تجھے کیونکر یہ غذا بھاتی ہے صغا

شیر تو فاتے سے ہیں تو کھاتی ہے صغا

نانی سے یہ صغا ابھی کہتی تھی کہ یکبار ۲۸ یوں مادر عباس نے کی آن کے گفتار
حاکم کے گھر آیا ہے کوئی پرچہ اخبار ہوتا ہے منادی کی یہ تقریر سے اظہار
خلقت کی طلب ہے کوئی گھر میں نہ رہے گا
سب جاتے ہیں قاصدہ خبر سب سے کہے گا

یہ سنتے ہی رنگ اُز گیا اُتم سلسلہ کا ۲۹ سر جب سے تو نکیہ پڑھے روئی تھی صفرًا
انٹھ بیٹھی شتاب اور کہا ہے ہے میں کروں کیا حاکم کو خبر آئی بیہاں کوئی نہ آیا
کیسی ہے خبر جی میرا گھبرا تا ہے لوگو
سینے سے جگر منھ کو چلا آتا ہے لوگو

عباس کی مادر نے کہا خیر ہے واری ۳۰ ہربات میں رو دینا تو عادت ہے تمہاری
پر دیسیوں کے پیچھے مناسب نہیں زاری جو ہوئے گا میں جا کے خبر لاؤں گی ساری
زہرا کے کلیجہ کا تو پیوند ہے شیر
صد ق گئی میرا بھی تو فرزند ہے شیر

فرما کے یہ اوڑھی سر پر نور پر چادر ۳۱ پر دنوں قدم کا نپتے تھے ضعف سے قرقرہ
لکھیں جو ہیں ذیلہ سے عصا ہاتھ میں لے کر عورات محلہ بھی چلیں مضطرب و ششد
رنستے میں یہ تھا ذکر کہ کچھ ہم کو خوشی ہو
یارب خبرِ خیریت سبط نبی ہو

پہنچیں در حاکم پہ تو کثرت نظر آئی ۳۲ تھی کشکش اس طرح کی جوراہ نہ پا
ٹھہری جو عصا فیک کے وہ غم کی ستائی عورت کوئی تب بڑھ کے خللب پر یہ لا
سن لیں خبر سبط رسول دو جہاں کو

اے خلق خدا راہ دو عباس کی ماں کو
من کریں جن جلد اھیں لوگوں نے دی راہ ۳۳ کیا دیکھتی ہیں جا کے اس انبوہ میں ناگ
منبر پہ بیاں کرتا ہے قاصد یہ بصد آہ اے خلق خدا حکم سے حاکم کے ہو آؤ
اخبار سنو فتح کا دل شاد ہو سب کا
بیجوایا ہے مژده یہ ہمیں عیش و طرب کا

گھر کے یہ عباس کی مادر نے پکارا ۳۴ اے قاصدِ غمگین ابھی خاموش خدارا
 جلد آنے کا دل مجھ میں نہیں ضعف سے یارا منبر تک آلوں میں تو کہہ سانحہ سارا
 صغراء غم فرقت سے چراغ سحری ہے
 کیا فاطمہ کے لال کی کچھ خوش خبری ہے
 یہ کہتے ہوئے پاس جو پتھری دل افگار ۳۵ قاصد نے کہا کس کی خبر کی ہو طلبگار
 کیا ساتھ تھا حضرت کے تمہارا کوئی ولدار فرمایا بیان کر خیر سید ابرار
 ساتھ ان کے اگر ہیں مرے میئے بھی تو کیا ہیں
 سو ایسے پر لال پ زہرا کے فدا ہیں
 قاصد نے کہارو کے سن اے بیکس و دغم ۳۶ تھی دوسرا تاریخ کہ پنچھے شہرِ عالم
 اتنا ہوا تھا نہر پہ وان لشکرِ ظلم آرام تھکے ماندوں نے پایا نہ کوئی دم
 پنجم کو محرم کی اک آفت ہوئی برپا
 تاریخ چھٹی تھی کہ قیامت ہوئی برپا
 لس بند ہوا ساتویں تاریخ سے پانی ۳۷ دو روز رہی فاقہ کشی تشنہ دہانی
 دسویں کو صفائرا ہوئے سب ظلم کے باñ لڑنے کو چڑھا جید کر کا جانی
 مارے گئے پیاسے رفقا شاہِ زم کے
 نکلوے نہ ملے لاشے فرزندِ حسن کے
 عباس کی ماں سن کے لگی کاپنے تھرھر ۳۸ چلائی کہ اس وقت چھری چل گئی دل پر
 مارا گیا افسوس جگر گوشہ شہر کیا ساتھ نہ تھا شاہ کے عباس دلاور
 کیوں پہلے نہ لی رن کی رضا شاہِ زم سے
 شرمدہ کیا اس نے مجھے روچ حسن سے

سائے کی طرح ساتھ رہا کرتا تھا دن رات ۳۹ کیا راہ میں بھائی سے جدا ہو گیا یہ بات
کیا قہر کیا ایسی بھی کرتا ہے کوئی بات مارا گیا داما و شہنشاہ خوش اوقات
میں صدقے ہوں اس پر جو غافر شد دیں ہے

بخششوں گی نہ دودھ اب وہ میرا کوئی نہیں ہے

اس نے کہا عباس کی توکون ہے بتلا ۴۰ بولا کوئی عباس کی مادر ہے یہ ذکر یا
روکر کہا قاصد نے کہاں اس کا کہوں کیا تھے اپنے عالمدار کے عاشق شہزادہ والا
میدان کی رضا جب وہ طلب کرتا تھا آکر
شیر اسے رو دیتے تھے چھاتی سے لگا کر

جب پیاس سے مر نے لگی شیر کی جائی ۴۱ تب رن کی رضا حضرت عباس نے پائی
دریا پہ دلادر نے شجاعت یہ دکھائی سب فوج کو یاد آگئی حیدر کی لڑائی
جب نہر پہ ہاتھ اس کے کٹے تیغ دوم سے
حضرت کی کمرٹوٹ گئی بھائی کے غم سے

عباس کی ماں نے کہا اللہ عزیز ۴۲ سو ایسے پسر ہوں تو ثار شہزادی جاہ
اکبر تو ہے صحت سے مرا چودھویں کامہ سرپیٹ کے تب قاصد پرم نے کہا آہ
پیاس سے تھے بہت جانب کوڑ گئے وہ بھی
چھاتی پہ سنائ کھا کے جواں مر گئے وہ بھی

بھر تیر سے زخمی ہوا اک نخا سا بچھی ۴۳ لاشوں میں لٹا کر اسے روئے شہزادہ والا
جب اس تین تھا پہ ہوا فوج کا زغا زخمی ہوا تیغوں سے تن پاک سرپا
غش کھا کے گرے خاک پہ جب خاتمه زیں سے
تب شر نے سر کاٹ لیا خنجر کیس سے

یہ سننے ہی قاصد سے ہوا شور قیامت ۳۴ عباس کی مادر کی دگر گوں ہوئی حالت
 قاصد سے کہا گرچہ نہیں سننے کی طاقت ۳۵ کچھ کہہ بخدا نینبٹ بیکس کی حقیقت
 اتنا تو بتا جیتنی ہے یا مر گئی نینبٹ
 اس نے کہا کوفے کو کھلے سر گئی نینبٹ

یہ سُن کے چلی پیشی عباس کی مادر ۳۶ ہسائیں بھی ساتھ تھیں سب کھولے ہوئے سر
 دروازہ پر صفر آتھی بیہاں مضطرب و شذر ۳۷ رونے کا سنا شور تو چلا کی وہ بے پر
 لوتا کے کیوں حشر یہ برپا ہوا لوگو
 جلدی کہو کیا آئی خبر کیا ہوا لوگو

پاس آن کے عباس کی مادر یہ پکاری ۳۸ سر پیڑو کہ بن باپ کے تم ہو گئیں داری
 فردوس میں پچھی تیرے بابا کی سواری ۳۹ زہرا کی جودولت تھی وہ الوٹی گئی ساری
 سب قتل ہوئے ساتھ شہنشاہ ام کے
 صحاد فقط قید میں ہے پاس حرم کے

غش ہو گئی صفرًا تو یہ سُن کر خبر غم ۴۰ گھر میں گئیں لے کر اسے سب بیان بناہم
 عباس کی مادر نے بچھائی صفو ماتم ۴۱ منھ سب نے جوڑھا کئے تو ہوا حشر کا عالم
 تھا شور خلائق اس گھری یہ سینہ زنی کا
 نہ راتا تھا روپہ بھی رسولِ مدینی کا

میرانس

شمعِ ایوانِ امامت اممِ البنین علیہما السلام

عباس علی شیر نیستان نجف ہے ، تابندہ ذر تاج سلیمان نجف ہے
سر و چن خضر بیان نجف ہے آئینہ روئے مہ کنعان نجف ہے
طفل سے اے عشقِ امام دوسرا تھا

شد اُس پے فدا تھے وہ شر دیں پے فدا تھا
کیا بد بکیا شان تھی کیا صولت و شوکت کیا حسن تھا کیا خلق تھا کیا چشمِ مرد و
کیا حلم تھا کیا رب تھا کیا قوت و قدرت کیا رحم تھا کیا عدل تھا کیا بخشش و همت

جب تک مد و خورشید میں یہ نور رہے گا
عالم میں عالمدار کا مذکور رہے گا

اللہ رے نسب وہ ری تو قیرز ہے جاہ دادا تو ابوطالب غازی سا شہنشاہ
عم جعفر طیار ہر بر صفت جنگاہ اور والد ماجد کو جو پوچھو اسد اللہ
فخر ان کو غلامی کا حسین اہن علی کی
مادر کو کنیزی کا شرف بنتی نبی کی

ہر چند نہ قابطن سے زہرا کے وہ مہروں
لیکن کے ہاتھ آتا ہے اس طرح کا بازو
بچپن سے جو چھوڑا نہ تھا شیر کا پبلوں
تحتی طبع میں ساری گل زہرا ہی کی خوبیوں
خلق اس میں جو اندر دی شاونجف اس میں
تھے علم امامت کے سواب شرف اس میں

بیدائش عباس کا یہ حال ہے تحریر ۵ جب خلد کو دنیا سے ہوئیں فاطمہ رہ گیر
یاور تھی زبس مادر عباس کی تقدیر ۶ ہم بستر حیدر ہوئی وہ صاحب توقیر
جس روز سے آئی تھی بیداللہ کے گھر میں
رہتی تھی شب و روز تمنائے پر میں

دعائے کینیری تھا اسے بنت نبی سے ۷ تھا اُنس بہت آل رسول عربی سے
مطلوب تھا نہ اپنی اسے راحت طلبی سے ۸ آگاہ تھی شیر کی عالی نسبی سے
مصروف وہ فضہ سے بھی خدمت میں سوا تھی
سو جان سے فرزندوں پر زہرا کے فدا تھی

حیدر سے کبھی پوچھتی تھی یا شری صدر ۹ دونوں میں بہت چاہتے تھے کس کو پیغمبر
اس بی بی سے فرماتے تھے یہ فارجخیر ۱۰ الفت تھی محمد کو نواسوں سے برادر
یہ دونوں دل و جان رسول دوسرا تھے
صدتے کبھی اس پر تھے کبھی اُس پر فدا تھے

جب مصحفِ ناطق سے سنی اس نے یقیر ۱۱ کی حق سے مناجات کاے مالکِ تقدیر
گردے تو مجھے ایک پرسا صاحب توقیر ۱۲ میں اس کو خوشی ہو کے کروں فدیہ شیر
ممتاز غلاموں میں جو گل فام ہو میرا
زہرا کی کنیروں میں بڑا نام ہو میرا

شبیر کا تھا نام مناجات میں داخل ۹ کس طرح نہ مقبول کرے خالق عادل
 جلد اس کو شرخنگی دعا کا ہوا حاصل ۱۰ اللہ نے بخشنا پر نیک شائل
 دکھلائی جو تصویر پر بخت رسانے
 عباس علیٰ نام رکھا شیر خدا نے
 شبیر کو عباس کی مادر نے بلایا ۱۱ اور گود میں فرزند کو دے کر یہ سنایا
 لو واری وفادار غلام آپ نے پایا ۱۲ نعلین اٹھائے گا تمہاری مرا جایا
 آقا ہو شہنشاہ ہو سردار ہو اس کے
 ماں کہ ہو تمہیں اور تمہیں مختار ہو اس کے

چھاتی سے لگا کر اسے بولے شیر خوش ۱۳ یہ تقویت روح ہے اور قوت بازو
 اس گل سے وفاداری کی آتی ہے مجھ بُو ۱۴ کتنا مرے بابا سے مشاہد ہے یہ گلزو
 یہ شیر مددگاری شبیر کرے گا
 اللہ اسے صاحب توقیر کرے گا

جب سات برس کا ہوا وہ گیسوؤں والا ۱۵ مان نے کہا تم نے مری جاں ہوش سنبھالا
 مانی تھی یہ نذر اور تھا اسی واسطے پالا ۱۶ اب تم کو کروں گی میں شار شیر والا
 حق الفت زہرا کا ادا کرتی ہوں بیٹا
 جو عہد کیا اُس کو وفا کرتی ہوں بیٹا

خوش ہو کے یہی حضرت عباس نے تقریر ۱۷ یہ عین تھا ہے کہ ہوں فدیہ شبیر
 حاضر ہوں کرو جلد فدا ہونے کی تدبیر ۱۸ لازم نہیں اتنا عمل خیر میں تاخیر
 گو عمر میں چھوٹا ہے گل اندام تمہارا
 پر خلق میں ہو دے گا بڑا نام تمہارا

مادر کو یہ فرزند کی تقریر خوش آئی^{۱۴} لے لے کے بلاں اسے پوشاک پہنائی
پکڑے ہوئے ہاتھ آگے بیداللہ کے لائی^{۱۵} کی عرض کلوبڈی نے جو دولت ہے یہ پانی

تحا دین ادا کرنے کا اس کے مرے سر پر

آپ اس کو فدا کیجئے زہرا کے پسر پر

کچھ سوچ کے فرزند سے حیدر نے یہ پوچھا^{۱۶} شبیر پہ ماں تجھ کو فدا کرتی ہے بیٹا
عباس! بتادے مجھے مرضی ہے تری کیا وہ اہل وفا جوڑ کے ہاتھوں کو یہ بولا

میں عاشق فرزند رسول دوسرا ہوں

سوبار جو زندہ ہوں تو سوبار فدا ہوں

روکر اسداللہ نے دیکھا رُخ شبیر^{۱۷} جنگاہ کی آنکھوں کے تلنے پھرگنی تصویر
پیاسوں کا خیال آگیا حالت ہوئی تغیر^{۱۸} یاد آئی بھری مشک کلیج پہ لگا تیر
طااقت نہ رہی ضبط کی احمد کے وحی کو

زندیک تحاصدے سے غش آجائے علی کو

عباس کو لپٹا کے گلے کرنے لگے پیار^{۱۹} چومے کبھی عباس کے بازو کبھی رخسار
فرماتے تھے تجھ سا نہیں دنیا میں وفادار صدقے ترے اے دلبڑ زہرا کے مدگار
مامِ ترا ہر تعریف خانے میں رہے گا

شہرہ تری الفت کا زمانے میں رہے گا

روتے ہیں ملائک یہ عزا خانہ ہے کس کا^{۲۰} جنت سے علی آئے یہ کاشانہ ہے کس کا
ہر شمع کورقت ہے یہ افسانہ ہے کس کا^{۲۱} گردش میں ہے خورشید یہ پردا نہ ہے کس کا
انٹھتے ہیں علم سب کے گریبان پھٹے ہیں
کس شیر کے بازو تہ شمشیر کئے ہیں

یہ لکھ گرم ہے کہ عزاداروں کی صفائی ۱۹ گوہر ہے جو ہر انک تو ہر چشم صدف ہے
کون اٹھ گیا کیوں رونے کا غل چار طرف ہے ہاں ماتم فرزند شہنشاہ نجف ہے
خالی نہیں مجلس میں جگہ نوحہ گروں سے
پُرسے کو علم دار کے آئے ہیں گھروں سے

بن کر بہت تین گوش سنو وصف علمدار ۲۰ دے سب کو خدا دیدہ حق میں دل بیدار
ہیں بلبل گلزار سخن اور بھی دو چار انصاف کریں ہر گلی مضمون کے طلبگار
گلدستہ معنی کے ذرا ڈھنگ کو دیکھیں
بندش کو نزاکت کو نئے رنگ کو دیکھیں

خورشید منیرِ فلک نور ہے عباس ۲۱ مصباح شہستان سر طور ہے عباس
سقاۓ حرم خلق میں مشہور ہے عباس ۲۲ حیدرگی طرح صاحبِ مقدور ہے عباس
لاکھوں ہوں تو خوف اس کو دم رزم نہیں ہے
ایسا کوئی عالم میں ادوا الحرم نہیں ہے

کیا کیا نہ جواں مرد ہوئے خلق میں پیدا ۲۳ لیکن کوئی عباس کی جرأت کو نہ پہنچا
ہر شہر میں غازی کی شجاعت کا ہے شہرا ہر لب پر یہ ہے ذکر کہ یکتا ہے وہ یکتا
ایسا نہ ہوا کوئی نہ ہوئے گا جہاں میں

جو الٰی وفا ہے اسے روئے گا جہاں میں
کیا دھاک ہے کیا رعب ہے کیا عزت و قوت ۲۴ ہے فتح طلبان سے ہر اک صاحبِ شیر
معشوق شہ عقدہ کشا عاشقِ شیر ۲۵ صورت میں سرپا اسد اللہ کی تصویر
حملہ ہے وہی شان وہی حرب وہی ہے
پنجہ ہے وہی زور وہی ضرب وہی ہے

دنیا میں ہانے یہ سعادت نہیں پائی ۲۳ فردوس میں طوبی نے یہ رفت نہیں پائی
حجزہ نے یہ ہمت یہ شجاعت نہیں پائی ۲۴ جعفر نے یہ توقیر یہ شوکت نہیں پائی

سقائے حرم ہیں خلقہ شاہ نجف ہیں

واں ایک بزرگی ہے تو یاں لاکھ شرف ہیں

دو ہاتھ جو قربان کے حصے میں آئی ۲۵ دیں پروری داد ری غنڈہ کشانی
کوثر تو ہے قبیلے میں لصرف میں تراہی ۲۶ ہر بند سے دیتے ہیں یہ بندوں کو رہائی

بے دست ہیں لیکن پیر پیر و جواں ہیں

کیا نفع کی حاجت ہے کہ خود سیف زماں ہیں

تھراتا ہے خورشید جلال و حشم ایسا ۲۷ لاکھوں سے بھی ہٹانا نہیں ثابت قدم ایسا
نام ایسا دل ایسا شرف ایسا کرم ایسا

قطرے کے عوض اعل و گہر دیتے ہیں عباس

دامن در مقصود سے بھر دیتے ہیں عباس

کیا فیض ہے کیا اسم مبارک میں اڑ ہے ۲۸ ہنگام مرض تقویت قلب و جگر ہے
کیسی ہی مہم سخت ہواں آن میں سر ہے

باز و پہ جو باندھے تو سردست ظفر ہے

کام آتا ہے یہ نام مصیبت میں بلا میں

آفت میں پر ہے تو سرو ہی ہے وغا میں

شمشیر وغا فارس میدان تھور ۲۹ جرار ، وقادار ، اولوا حزم ، بہادر
تیغیہ میں عاجز نہ ہو کس طرح تصور

ہے عالم بالا پہ ملائک کو تحریر

جب کھنچ چکا شکلِ علمدارِ علم کو

خود چوم لیا صانع قدرت نے قلم کو

لکھے کوئی کیا آلفتِ سردار و علمدار دیکھا نہ بھی عاشق و مسحوق میں یہ پیار
بلبل کو بھی یہ گل کی محبت نہیں زنہار ۳۰ فُرمی بھی نہیں سرو کی اس طرح طلبگار
اک آن فراق ان میں شب و روز نہیں ہے

پروانہ بھی یوں شمع کا دل سوز نہیں ہے

فخر اپنا سمجھتے تھے یہ نعلینِ اخانا ۳۱ معراجِ تھی رومالِ کھڑے ہو کے ہلانا
ساتھ آنا سدا شاہ کے اور ساتھ ہی جانا تھی عینِ تمبا قدم آنکھوں سے لگانا
شہ سوتے تو نیکے پہنہ سردھرتے تھے عباس
مانند قمر پھر کے سحر کرتے تھے عباس

فرماتے تھے شیر کرائے میرے گلِ اندام ۳۲ تم نے کوئی ساعت نہ کیا رات کو آرام
کہتے تھے غلاموں کو ہے آرام سے کیا کام راحت ہے جو خدمت میں بسر ہو سخرا و شام
لازم ہے ادب آپ ہیں سردار ہمارے
جائے تو زہے طالع بیدار ہمارے

فرماتے تھے شہزادوں عباس سے اکثر ۳۳ عباسِ علیٰ ہے مرا شیدا مرا یاور
پیارا نہ ہو کیوں کر یہ مجھے آپ کا دلبر جب سامنے آتا ہے تو قیاد آتے ہیں حیدر
اس بھائی میں خوب ہے شہزادہ کشا کی

گھر میں مرے تصویر ہے یہ شیر خدا کی

ساری وہی صورت وہی شوکت ہے وہی شان ۳۴ طینت میں وہی خلق وہی طبع میں احسان
عباس دلاور پے تصدق ہے مری جاں منظور ہے یہ روزِ حسین اس پہ ہو قرباں
اس کو بھی تو بچپن سے مرا عشق دلی ہے
صغر ہے بہادر ہے سعید ازلی ہے

وہ کہتی تھی اے احمدؐ فخر کے پیارے ۳۵ خادم ہیں یہ سب آپ ہیں سردار ہمارے زیندگی کے صدقے ہوں اگرچاند پتارے فخر اس کا ہے عباسؐ جو سر قدموں پوارے

منہ اس نے سدا پائے مبارک پہ ملا ہے

بیٹوں کی طرح آپ کی گودی میں پلا ہے

عباسؐ کی خاطر سے میں کہتی نہیں داری ۳۶ ہے اس کو نہ اولاد نہ جان آپ سے پیاری

سوئے میں بھی رہتا ہے زبان پر بھی جاری فرزندِ تیبیر پہ فدا جان ہماری

ہے عشق دلی اُس کو شیر کون دمکاں سے

لیتا نہیں بے صلن علی نام زبان سے

اک روز کہا میں نے کہا عباسؐ وفادار ۳۷ تم ان کا غلام آپ کو کیوں کہتے ہو ہر بار

صدقے گئی یہ طرفہ محبت ہے نیا پیار جو تم ہو سو وہ ہیں خلفِ حیدر کراز

مرتے ہوئے حیدر نے سپردان کے کیا ہے

کچھِ نحلِ غلامی تو نہیں لکھ کے دیا ہے

اتنا مرا کہنا تھا کہ بس آنکھ پھرالی ۳۸ تھرا کے کہا بات یہ کیا منہ سے نکالی

تو پہ کرو یکسان ہوا میں اور شہ عالی؟ میں بندہ تا چیز وہ کوئیں کے والی

قطرہ کبھی دریا کے برابر نہیں ہوتا

ذرہ کبھی خورشید کے ہمسر نہیں ہوتا

نبت مجھے کیا ان سے کہاں اور کہاں خاک ۳۹ میں گردِ قدم اور وہ تاجِ سرِ افلاک

عباسؐ کے نانا بھی ہیں کیا سیدِ لولاک؟ میرے لیے آئی ہے کبھی خلد سے پشاک؟

سونیا ہوں کبھی میں بھی محمدؐ کی عبا میں؟

میری بھی ثنا ہے کہیں قرآنِ خدا میں؟

زہرؒ نے مجھے دودھ پالایا ہو تو کہہ دو ۴۰۷ کاندھے پر محمدؐ نے بھایا ہو تو کہہ دو
 جبریلؑ نے جھولے میں جھایا ہو تو کہہ دو ۴۰۸ ان رتبوں میں رتبہ کوئی پایا ہو تو کہہ دو
 وہ فخرِ دو عالم ہے امام دو چہاں ہے
 اسرارِ لدنیٰ مرے سینے میں کہاں ہے

اک مور ہو کس طرح سلیمان کے برابر ۴۰۹ رتبے میں صحیفہ نہیں قرآن کے برابر
 ہر باغ نہیں روپڑ رضوان کے برابر ۴۱۰ کیوں کہ ہو سہا تیر تاباں کے برابر
 سر قائمہ عرش تک جا نہیں سکتا
 کبھے کا شرف کوئی مکان پا نہیں سکتا

خوش ہوں جو غلامِ علیٰ اکابر مجھے سمجھیں ۴۱۱ میں یہ نہیں کہتا کہ برا در مجھے سمجھیں
 وہ خادم اولادِ پیغمبرؐ مجھے سمجھیں ۴۱۲ رتبہ مرا بڑھ جائے جو قنبر مجھے سمجھیں
 نعلینِ اٹھاویں مری معراج بھی ہے
 شاہی بھی بھی تخت تھی تاج بھی ہے

یکساں ہے تو ہے مرتبہ شیر و شیر ۴۱۳ بیٹوں میں علیٰ کے یہ کسی کی نہیں تو قیر
 میں پاؤں پر سر رکھتا ہوں اے مادرِ دلگیر ۴۱۴ مجھے نہیں جائے گی اس طرح کی تقریر
 اب آپ کو صورت بھی نہ دکھائے گا عباس
 باقیں جو بھی ہوں گی تو مر جائے گا عباس

کیا بھول گئیں واقعہ رحلتِ حیدر ۴۱۵ تھا آپ کے زانو پر سرفاتح خیر
 اس پہلو میں شیر تھے اس پہلو میں شیر ۴۱۶ زینتِ بر خاک ترقی تھیں کھلے سر
 صحت ہو پدر کو یہ دعا کرتا تھا میں بھی
 لپٹا ہوا قدموں سے بکا کرتا تھا میں بھی

پاس اپنے بلا کر مجھے بانے کیا پیار ۳۵ اور ہاتھ مرابا تھے میں شد کے دیا یک بار فرمایا حسن ہے مرے تو بیٹوں کا مختار عباس رہا اک تو حسین اس کا ہے سردار

فرمایا تھا مجھ سے کہ امام اپنا سمجھنا

آقا سے کہا تھا کہ غلام اپنا سمجھنا

ہنس کے میں سنتی رہی تقریر یہ ساری ۳۶ اُس کو تو یہ غصہ تھا کہ آنسو ہوئے جاری لے لے کے بلا کمی کہا تب میں نے کہا داری حاصل ہوئی واللہ مراد آج ہماری

وہ دن ہو کہ حق تجویز سے غلام کا ادا ہو

تو قبلہ کوئیں کے قدموں پر فدا ہو

فرمانے لگے اشک بہا کر شہید ابرار ۳۷ ہاں والدہ ایسا ہی ہے وہ بھائی وفادار عباس مراد مرے سب گھر کا ہے مختار ۳۸ رکھتا ہے حسین اک بھی مادر یہی غم خوار

امات اسی بازو سے قوی ہاتھ ہیں میرے

عباس نہیں ساتھ علی ساتھ ہیں میرے

مذاہی عباس بشر کا نہیں مقدور ۳۹ اب تذکرہ معزکہ جنگ ہے منظور ظاہر ہوئی گروں پر جو صح شہزاد عاشور میداں میں صفح آرا ہوا سب لشکر مقتول

تیر آتے ہیں ہر صفت سے امام ازی پر

فوجوں کی چڑھائی ہے حسین ابن علی پر

جب شد کے عزیزوں کو پیام اعلیٰ آیا ۴۰ راحت میں علمدار جری کی خلل آیا

اک شیر سا جھنگلا کے پرے سے کل آیا تلواریں کھنچیں وال ادھر ابرو پہل آیا

کچھ کہہ تو نہ سکتے تھے شری دیں کے ادب سے

ہونٹوں کو چباتے تھے مگر جوش غصب سے

استے میں شہادت کی لڑکوں نے بھی پائی ۵۰ اور سامنے مارے گئے چھوٹے کئی بھائی
جب شیع مزار حسن اعدا نے بھائی ۵۱ تھا شور کہ یہو ہوئی شبیر کی جائی
محجّاج تھا یاں لاشہ نوشہ کفن کو
والی پیباں رغل سالہ پنہاتی تھیں دہن کو

روتے تھے بھتیجے کے لیے سید ابرار ۵۲ تر تھے عرقی شرم سے عباس علم دار
روکر علی اکبر سے بھی کہتے تھے ہر بار ۵۳ جی چاہتا ہے پھینک دیں اب کھول کے توار
الاصاف کرو منھ کے دکھلانے کی جا ہے
غیرت سے گلاکاٹ کے مرجانے کی جا ہے

کی زوجہ مسلم نے فدا اپنی کمائی ۵۴ بیٹوں کو رضا منے کی نہب نے والائی
سب بیویوں نے دولت اولاد لائی ۵۵ قائم تھے سومان ان کی انہیں نذر کو لا کی
ہم کس سے کہیں چپ کے کھڑے روتے ہیں ہف میں
امماں تو مدینے میں ہیں بابا ہیں نجف میں

شبیر نے مغموم جو عباس کو پایا ۵۶ ہم شکل پیغمبر کو اشارے سے بلایا
احوال جو پوچھا تو یہ اکبر نے سنایا ۵۷ ہے ابرامل دل پر پچھا جان کے چھایا
کام آتا ہے زن میں تو جعل ہوتے ہیں عباس
دامان علم منھ پر دھرے روتے ہیں عباس

جس وقت سے نوشہ کا لاشہ ہوا پاں ۵۸ اس وقت سے ہے آپ کے بھائی کا عجب حال
چہرہ ہے کبھی زرد کبھی سبز کبھی لال ۵۹ وانتوں میں کبھی ہوٹ کبھی آنکھوں پر دومال
کہتے ہیں کہ اب سوئے نجف جائیں گے عباس
منھ رانڈ بھتیجی کو نہ دکھائیں گے عباس

حضرت نے کہا سب ہے یہ سماں جدائی ۵۵ ٹوٹے گی کر ہم سے پھر جائے گا بھائی
منظور تھا صالح نہ ہو بابا کی کمائی ۵۶ کچھ ان کا نہ جائے گا ہماری اجل آئی
بھائی کے لیے داغ جگر بھائی کا غم ہے

وھیان اپنا ہے ان کو ہمیں تھائی کا غم ہے

وہ چاہتے ہیں جو ہر شمشیر دھائیں ۵۷ آجی آئے نشیر پہم بر چھیال کھائیں
خود سیدہ پر ہو کے برا در کو بچائیں ۵۸ ہم آہ کہاں سے جگر اس طرح کالائیں
پھر کون ہے میرا جو وہ عالم سے اُٹھے گا
یہ داغ تو پیارے نہ بکھی ہم سے اُٹھے گا

رخصت نہ ملے گی وہ خوشی ہوں کہ فدا ہوں ۵۹ دم بھرتے ہیں الافت کا تو بھسے نہ جدا ہوں
ہم کو بھی تو مرننا ہے شہید ایک ہی جا ہوں ہم ان پر تصدق ہوں تو وہ ہم پر فدا ہوں
جب آئے اہل کھول کے آغوش لپٹ جائیں
اور تنقی سے دلوں کے گلے ساتھ ہی کٹ جائیں

اکبر نے کہا زیست سے بندہ بھی ہے عاری ۶۰ ہے بعد مرے رخصتِ عباش کی باری
شہ بولے ابھی چپ رہو خاطر سے ہماری ۶۱ کس کی جدائی میں کریں گریہ و زاری
تھا نہ کرو دوشِ محمد کے نکیں کو
اتنا بھی ستاتے نہیں اک زار و حزین کو

دیتا ہے کوئی داغ کوئی کرتا ہے گھائل ۶۲ سوار ہیں اک جان ہے سو فرم ہیں اک دل
کیا در در سیدہ کو الٰم دینے سے حاصل ۶۳ تم دلوں کو مشکل نہیں کچھ ہے مجھے مشکل
ایسا بھی کوئی نیکس و بے آس نہ ہو گا
ہم ذرع بھی ہوں گے تو کوئی پاس نہ ہو گا

محترم تھاری تو ہے بس زندگی دلگیر لازم ہے تمہیں پالنے والی سے یہ تقریب
تم برچھیاں کھانے کی عبث کرتے ہو تدبیر جو روشنے ہیں ان کو تو منا لے ابھی شیر

اولاد کا ہے دھیان نہ کچھ پیاس کا غم ہے

تم سب سے زیادہ مجھے عباش کا غم ہے

بیٹے سے یہ فرمائے جو روئے لگے سرور بے چین ہوئے دیکھ کے عباش دلاور
سبھے کے طلب کرتے ہیں رخصت علی اکبر حضرت کے پس پشت کھڑے ہو گئے آکر

سایہ کیا اُس فرق پر دامان علم کا

سینے میں دھڑکنے لگا دل شاہ ام کا

مز کر کہا اللہ مری جان کہاں تھے ۲۲ ہم دیر سے تصویر کی صورت نگراں تھے
اندھیر جہاں تھا کہ تم آنکھوں سے نہاں تھے کیوں ترکی رخسار ہیں کیا انشک روائ تھے

لاشے پر تو روئے نہ تھے فرزندِ حسن کے

ہاں خیے میں پُرسے کو گئے آپ دہن کے

ان روئی ہوئی آنکھوں کے قربان ہوشیر ۳۳ اللہ سے کیا زور ہے جو خواہشِ تقدیر
چھاتی سے لپٹ جا مری اے صاحبِ شیر کی سر کو جھکا کر یہ علمدار نے تقریب

ناچیز پر کچھ لطف سے حاصل نہیں مولا

میں چھاتی سے لپٹانے کے قابل نہیں مولا

شدے کہا کیوں ہم سے کچھ آزدہ ہو بھائی ۴۴ ان باتوں سے کچھ بُونگلی کی مجھے آئی
کیا کہتے ہو کیوں شرم سے گردن بہے جھکائی پیارے نہیں ہم تم کو یہ کیا جی میں سماںی

دیکھو تو اُوھر سبطِ نبی ثم پر فدا ہو

ہم صدقے ہیں تم بھائی سے روٹھو کہ خفا ہو

لواؤ میں ان اشکوں کو رام سے کروں پاک ۶۵ زلفوں پر کدھر جا کے جھالائے ہو یہ خاک
 قربان تمہارے پسیر سید لواک ۶۶ مجھ در رسیدہ کو عبیث کرتے ہو غم ناک
 سر پیٹ گے اور نالہ و فریاد کرو گے
 مر جاؤں گا جب میں تو بہت یاد کرو گے

میں نے کبھی ناخوش تمہیں رکھا ہو تو کہہ دو ۶۷ کچھ رنج مرے ہاتھ سے پہنچا ہو تو کہہ دو
 تیوری بھی چڑھا کر بھی دیکھا ہو تو کہہ دو ۶۸ اکبر سے کبھی کم تمہیں سمجھا ہو تو کہہ دو
 بھائی نہیں جانا یہی جانا کہ پسرو ہو
 تم تو مری آنکھیں ہو مرا دل ہو جگر ہو
 انصاف کرو تم سے کیا کس کو سوا پیار ۶۹ مالک ہو مرے گھر کے مری جان کے مقبار
 ہر چند کہ جعفر کے بھی پوتے تھے طبغار میں نے یہی چاہا مرا بھائی ہو علمدار
 کچھ دل پر برادر کے ملاں آنے نہ پائے
 بابا نہیں سر پر یہ خیال آنے نہ پائے

اب کون ہی وہ بات ہے جس کا ہے تمہیں غم ۷۰ حیرت یہ ہی دل میں کہ جیتے ہیں ابھی ہم
 رو رو کے علمدار نے کی عرض یہ اس دم ۷۱ ہے فخر غلامی مجھے اے قبلہ عالم
 چھوڑوں نہ قدم سر بھی اگر تن سے جدا ہو
 بندے کی یہ طاقت ہے کہ آتا سے خفا ہو

مجھ کو علی اکبر کی طرح گود میں پالا ۷۲ ہوش آپ کے دربار میں خادم نے سن جالا
 حضرت کے تصدق سے ہوئی شان دو بالا ۷۳ کیا رنج مجھے پہنچ گا اے سید والا
 میں ہوں تو غلام، آپ شیر جن و بشر ہیں
 حضرت تو زمانے میں تینہوں کے پدر ہیں

حضرت میں ہے سب احمد مختار کی خوبی ۱۷ ہتلائے خر کون تھا اے سید خوشنو
فرمایا بصد لطف جسے قوتِ بازو ۱۸ سر اُس کا کہاں اور کہاں آپ کا زانو
رحمت کا طریقہ کبھی چھوڑا نہیں آتا
دشمن کا بھی دل آپ نے توڑا نہیں آتا

کیا ان تھامِ اخلاق سے جب انھیں گئے حیر ۱۹ میں آپ کے سامنے میں پلا یا شہزاد فدر
ہوتا الم بے پوری پھر مجھے کیوں کر ۲۰ تھا فضلِ الہی سے شفیق آپ سا سر پر
سب رازِ ختنی قبلۃ عالم پہ جلی ہیں
میں نے یہی جانا کہ مرے سر پر علی ہیں

ادنی تھام میں اعلیٰ ہوا حضرت کی بدولت ۲۱ ہر شہر میں شہر ہوا حضرت کی بدولت
قطرہ تھا سوریا ہوا حضرت کی بدولت ۲۲ یہ سب مرارتہ ہوا حضرت کی بدولت
مولانا جو مرے حال پر ہے آپ کی شفقت
نے ماں کی یہ شفقت ہے نہ ہے باپ کی شفقت

بھولے نہیں خادم کو کبھی آپ مگر آج ۲۳ پاتا نہیں خادم وہ عنایت کی نظر آج
کیا حال ہے پوچھی بھی نہ بندے کی خبر آج دیکھا بھی نہیں آپ نے شفقت سے ادھر آج

بیزاری کا باعث تو بتا دیجئے آتا
تفصیر ہوئی ہو تو سزا دیجئے آتا

مارے گئے خویش و رفقا مجھ کونہ پوچھا ۲۴ مرجانے کی دی سب کورضا مجھ کونہ پوچھا
لڑکے ہوئے مقل میں فدا مجھ کونہ پوچھا ۲۵ قاسم پہ چلی تیج جنا مجھ کونہ نہ پوچھا
کس طرح کہوں فرق عنایت میں نہیں ہے
حصہ مرا کیا جنسِ شہادت میں نہیں ہے

آرام سے سب سوتے ہیں اے سید والا ۷۵ جاگ کر مری اک قبر کی مقتل میں نہیں کیا
مارے نہ گئے ہم تو رہے گا یہی چچا میداں سے ہوا پیش رہو قافلہ پسا
جینے کا نمک خوار کے اب لطف نہیں ہے
انماں بھی مجھے دودھ نہ بخشیں گی یقین ہے

شہ بو لے اسی بات پر میں ہے یہ شکایت ۷۶ انصاف ہے شرط اے پیر شاہ ولایت
رخصت ہی کے ملنے کو سمجھتے ہو عنایت کیارائے میں آیا ہے یا اے حامل رایت
قوت ہے تمہیں سے تو مرے قلب و جگر کو
تیغوں میں کوئی ہاتھ سے کھوتا ہے پر کو

پاتا میں زمانے میں کہاں گر تمہیں کھوتا ۷۷ چین آتا جو میں ساتھ تری قبر میں سوتا
سر پیٹ کے پھر کون مری لاش پر روتا ۷۸ مر جاتا ہے جب بھائی تو پیدا نہیں ہوتا
بھولے مری الفت کو بھی اللہ برادر
رخصت کے لیے روٹھ گئے واہ برادر

معلوم ہوا ، ہے تمہیں منظور جدائی ۷۹ میں منع تو کرتا نہیں کیوں روٹھے ہو بھائی
لوچھاتی سے لپٹو کر رضا مر نے کی پائی یہ سنتہ ہی اک جان سی عباس میں آئی
خوش ہو کے تصدق ہوئے سلطانِ اُمم پر

سر رکھ دیا جبک کرشمہ والا کے قدم پر
ناگاہ در خیمه سے نفخہ یہ پکاری ۸۰ غش ہو گئی ہے بیاس سے پھر آپ کی پیاری
گھوارے میں اصریت بھی سکتا ہے میں واری عباس کو سمجھو کر حرم کرتے ہیں زاری
راٹھوں میں دہائی ہے رسول دوسرا کی
اب گھر سے نکلتی ہے بھو شیر خدا کی

دو جانیں تلف ہوتی ہیں یا حضرت شیر ۸۰ پانی اسے مکن ہے نہ ملتا ہے اسے شیر
سرچوب سے کلرا تی ہے یاں بانوئے لگیر اللہ کرو پانی کے منگوانے کی تدبیر
پانی کے لیے ماں سے یہ منجھ موڑ رہے ہیں
دو بھائی بہن خاک پر دم توڑ رہے ہیں

نقشہ کی صدائستہ ہی میدان سے پھرے شاہ ۸۱ روئے ہوئے عباس گھے بھائی کے ہمراہ
خیسے میں تلاطم تھا کہ العظمۃ اللہ ۸۲ پانی کا ادھر شور ادھر ماتم نوشہ
جو ہولے کے قریں غش میں سکینہ تو پڑی تھی
بچے کو لیے بانوئے ناشاد کھڑی تھی

مردے کی طرح زرد ہوا تھا رُخ روشن ۸۳ لب پیاس سے نیلے تھے بر گنگِ گلِ سون
چھاتی تو دھڑکتی تھی بُس اور سرد تھا سب تن ۸۴ لکھے ہوئے تھے ہاتھ ڈھلی جاتی تھی گردن
ماں روئی تھی چلا کے تو رُک جاتی تھی بچی
نخا سا دہن کھلتا تھا جب آتی تھی بچی

اصغر گی طرف دیکھ کے روئے شہِ ابرار ۸۵ آواز پدر شُن کے سکینہ ہوئی ہشیار
کی چھاتی سے لپٹا کے یہ عباس گے افتخار قربان تری پیاس کے میں اے گل را فگار
سُوکھے ہوئے ہوتوں کو نہ دھلا کو سکینہ

ہووے جو کوئی مٹک تو لے آؤ سکینہ

یہ سنتے ہی سوکھی ہوئی اک مٹک وہ لائی ۸۶ سب سمجھے کہ مر نے کو چلا شہ کا فدائی
روئی ہوئی زینب بُجور قریں بھائی کے آئی ۸۷ حضرت نے کہا بھائی سے ہوتی ہے جدائی
مر نے کو دھ جاتے ہیں جو گودی میں پلے ہیں
پانی کے بہانے سے یہ کوثر پر چلے ہیں

یہ سن کے سکینہ نے کہا واہ پچا جان ۸۵ اس عزم سے اب میں ہوئی آگاہ پچا جان
ہاتھوں سے چلے تھے مرے تم آہ پچا جان رکھ دیجئے مری مشک کو لالہ پچا جان
گوپیاس سے اب صبر کا یارا نہیں مجھ کو
رویں مرے بابا یہ گوارا نہیں مجھ کو

پہلے شہر ابرار کو سنبھاؤ تو جاؤ ۸۶ پھر چاندی صورت مجھے دکھلاؤ تو جاؤ
کچھ دیر نہ ہوگی یہ قسم کھاؤ تو جاؤ ۸۷ مانوں گی نہ میں نہر سے جلد آؤ تو جاؤ
تھا مرے بابا ہیں کوئی پاس نہیں ہے
کھوڈوں تمہیں ایسی تو مجھے پیاس نہیں ہے

عباس نے فرمایا کہ گھبراو نہ جانی ۸۸ بی بی کے پلانے کے لیے لاتے ہیں پانی
رکنے کے نہیں لاکھ ہوں گر ظلم کے بانی کیا دل سے بھلا دیں گے تری تشنہ دہانی
بے مشک بھرے نہر سے آئیں تو قسم لو
دریا سے ہم آگے کہیں جائیں تو قسم لو

چپ ہو گئی یہ سن کے سکینہ جگر انگار عباس دلاور نے بچ جنگ کے تھیمار
بھائی کے گلے مل کے جوروئے شہزادار ۸۹ تھرانے لگی زوجہ عباس علمدار
چادر نہ سنبھلتی تھی جگر بینے میں شق تھا
فرزند تو تھا گود میں منہ چاند سافت تھا

حضرت جو کھڑے تھے تو نہ کر سکتی تھی گفتار غم تھا کہ یہ سب میرے رہاپے کے ہیں آثار
حضرت کو کبھی دیکھتی تھی وہ جگر انگار ۹۰ سنتی تھی سکھیوں سے کبھی سوئے علمدار
بے تابی دل سے جو کل پڑتے تھے آنسو
عباس کے بھی آنکھوں سے ڈھل پڑتے تھے آنسو

منھ پھیر کے زوجہ کو یہ کرتے تھے اشارا ۹۰ شد دیکھنہ میں اٹک بھاؤ نہ خدا را
صاحب مری الفت سے مناسب ہے کنارا دیکھو نہ کہیں بگڑے بنا کام ہمارا
ہے بار نہ آقا کی طرف دیکھ کے روؤ
روتی ہو تو کبڑا کی طرف دیکھ کے روؤ

بس دیکھ چکیں ہم کو اب آنسونہ بھاؤ ۹۱ تسلیم و پیش ہو یعنی اب رانڈوں میں جاؤ
اللہ تو ہے ، دھیان تباہی کا نہ لاؤ ۹۲ بچے ہیں بلکہ انہیں چھاتی سے لگاؤ
دنیا سے کئی داغ جگر لے کے چلے ہیں
ہم اپنی نشانی یہ پر دے کے چلے ہیں
چکے سے وہ کہتی تھی نہیں صبر کا یارا ۹۳ بے خبر و شمشیر ہمیں آپ نے مارا
یہ درد وہ ہے درد کہ جس کا نہیں چارا صاحب نہ ہوئے جب تو رہا کون ہمارا
سینوں میں جگر داغ تیزی سے جلیں گے
بچے مرے کم سن ہیں یہ کس طرح پلیں گے

بجاوں کی طرف دیکھ کے بولے شہزادار ۹۴ تم سے بھی نہ رو کے گئے عباسِ علمدار
سرشم سے نہڑا کے یہ بولی وہ دل افگار حضرت ہی رضادینے نہ دینے کے ہیں مقام
مالک مرے اور ان کے شہزاد برسیں ہیں

بانو کی میں لوٹدی یہ غلام شر دیں ہیں
کچھ اپنے رنڈا پے کا مجھے غم نہیں یا شاہ ۹۵ کل سے یہ دعا تھی کہ ملے رخصتِ جنگاہ
ماں کو علیٰ اکبر کی سہاگن رکھے اللہ میری نہ محبت ہے نہ بیٹوں کی انہیں چاہ
جو بھائی ہو کس طرح نہ بھائی پہ فدا ہو
خیر اُس کا جو زہرا کی کمائی پہ فدا ہو

چاروں فرزند جو بی بی کے ہوئے تھے مقتول شدت درد سے بے چین ہوا قلب ملول
 معتبر رادیوں سے ہے یہ روایت م McConnell بن گیا تھا یہی اس زوج علیؑ کا معمول
 گھر کی ویران فضا دل کو جو ترپاتی تھی
 بین کرنے کو بقیعہ میں چلی جاتی تھی
 کچھ بخی خاک پر فرزندوں کی تربت کے نشان عالم درد میں تب کرتی یہ فریاد و فغاں
 سارے لوگوں سے یہی کہتی ہوں میں فوڑ کنائ جو مجھے کہتے تھے ماں اب وہ جگر بند کہاں
 یاد بیٹوں کی دلائے وہ اشارا نہ کریں
 مجھ کو اب بیٹوں کی ماں کہہ کے پکارا نہ کریں
 پھر یہ قبروں کے نشانوں کو مٹا کر کہتی آج دنیا میں اگر ہوتیں جگر بند نہیں
 پہلے جب ماتم شبیرؓ میں روتیں لی لی میں یہی پھرا پنے جگر بندوں کا ماتم کرتی
 مرگ عباسؓ پر زیبا نہیں ماتم مجھ کو
 چاہیئے سبط پیغمبرؓ کا فقط غم مجھ کو
 کیا عجب ہے یہ کسی قبر سے آئی ہو صدا اے مری مرتبہ داں واہ تیرا کیا کہنا
 یوں ترے لال نے اوچا کیا معیار وفا زوج حیدر ترے عباسؓ کی ماں ہے زہرا
 یوں ہوا تیرا جگر بند فدائے شبیرؓ
 تیرے عباسؓ کا ماتم ہے عزاء شبیرؓ
 (گریے فرات۔ پروفیسر سردار تقی)

شادہ نقوی:

حضرت اُمّ الْبَنِينَ

کا سجدہ شکرانہ

یہ تھیں وہ مائیں جن پر تھا زہرؓ کو اعتماد جن کی وفا کو دی گلہ کبریا نے داد
جاری تھا ہر مجاز پر ان ماوں کا جہاد تازہ ہوئی مدینے میں بھی کربلا کی یاد
جب ذکر درد ہوتا تھا اُمّ الْبَنِينَ سے
اثنتی تھی آنچ شہر نبیؐ کی زمین سے
سجاد سے وہ مادر عباسؓ کا سوال کیسا لڑا حسینؑ کی خاطر علیؐ کا لال
عابدؓ کا سر بھکا کے یہ کہنا بعد ملال کیا پچھتی ہیں آپ اسیر وفا کا حال
اذن وغا ملا ہی کہاں اس دلیر کو
زنجیر سے حسینؑ نے جکڑا تھا شیر کو
فطرت کا رخ امام نے تبدیل کر دیا شعلے کو ضبط درد سے شبم بنا دیا
لیکن علیؐ کا لال بہر حال شیر تھا اس قید میں بھی سارے نیتاں پر چھا گیا
ایسا دلیر کون ہے ساری خدائی میں
مر کر بھی شیر گونج رہا ہے تراہی میں

اُمُّ الْبَشِّرِ نے جو سنا قصہ پر بے ساختہ جھکا دیا شکر خدا میں سر
 آئیں کس اعتماد سے زہرا کی قبر پر فرمایا شاہزادی سنی آپ نے خبر
 کہتے ہیں سب ، غلام بڑا کام کر گیا
 بی بی میں سرخو ہوئی عباس مر گیا
 بی بی کیا غلام نے حق وفا ادا شکر خدا مجھے مری محنت کا پھل ملا
 کہہ دیجئے گا آپ سے پوچھیں جو مرتفعی بیٹے نے کر دکھایا جو مٹا تھا باپ کا
 تاکید جس کی تھی وہ عمل عمر بھر رہا
 جب تک جیا حسین کا سینہ پر رہا
 جب تک رگوں میں خون تھا فامیں کی نہ کی بازو کبھی فدا کئے سردے دیا کبھی
 لیکن بشرطی حاصل کی ساعت نہیں کی تا عصر کر سکا نہ حفاظت حسین کی
 آقا کا سر کشنا تو نہ کام آسکا غلام
 بی بی تو جانتی ہیں کہ زندہ نہ تھا غلام



ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

ام البنین

سرگروہ لشکرِ سرود کی ماں اُم البنین
 جس جگہ ہیں فاطمہ زہرا وہاں اُم البنین
 وہ علیٰ کی خواہش عقد اور عقیل حق نگاہ
 آپ پر تھہری نگاہ حق نشاں اُم البنین
 خواب میں آکر یہ زہرآنے کہا تھا آپ سے
 تم مرے عباس بیٹے کی ہو ماں اُم البنین
 آکے گھر میں فاطمہ زہرا کے بچوں سے کہا
 خادمه بن کر اب آتی ہے یہاں اُم البنین
 بس یہ جذبہ دیکھ کر حیدر نے بچوں سے کہا
 آج سے تم سب پکارو ان کو ماں اُم البنین
 نینبُ و کلثوم بھی اور شیر و شبیر بھی
 بعد زہرا آپ کو کہتے تھے ماں اُم البنین

آج بھی جا کر بقیعے میں یہ منظر دیکھ لو
 ہے جہاں دلیل زہرا ہیں وہاں اُم الہینَّ
 اپنا بیٹا فاطمہ نے ان کے بیٹے کو کہا
 ہیں شرف کے آسمان پر صوفشاں اُم الہینَّ
 اک در اُم الہینَّ ہے روضہ عباس میں
 سنتی ہیں بیٹے سے پہلے عرضیاں اُم الہینَّ
 حضرت عباس کے سر پر ہے سایہ آپ کا
 ہیں وفا کے آسمان کا سامباں اُم الہینَّ
 کیسے ازواج نبی سے ان کو میں تشییس دوں
 ہاں کہاں وہ خالی گودیں اور کہاں اُم الہینَّ
 فاطمہ صفری کے غم کو باٹھنا آسمان نہ تھا
 لے رہا تھا وقت کیا امتحان اُم الہینَّ
 نظم پہنچے گی یہ ماجد خدمت عباس میں
 تب یہ پہنچے گی وہاں پر ہیں جہاں اُم الہینَّ

ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

مادرِ عباس پر ہم سب کا سلام

یہ بات ہے جولائی ۲۰۰۲ء کی علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب اور ہم لوگ کر بلہ اور شام کی زیارتیں کرنے گئے تھے روپہ حضرت عباس پر باب اُمّ الْبَنِينَ سلام اللہ علیہما کے سامنے میں، علامہ صاحب، ناصر رضا رضوی صاحب، حسین رضا اور عباس رضا بیٹھے تھے مغرب کا وقت تھا اور وہیں یہ بات ہو رہی تھی کہ اس دروازے سے نیچے سیڑھیاں جاتی ہیں جو اصل قبر حضرت ابوفضل العباس علیہ السلام تک جاتی ہیں۔ گویا حاجتوں کے دروازے (باب الحوانج) تک رسائی کے لیے پہلے اُمّ الْبَنِينَ سلام اللہ علیہما کے دروازے (باب اُمّ الْبَنِينَ) سے گزرنا پڑتا ہے۔ یعنی مادرِ عباس جس سے راضی ہیں اس سے حضرت عباس بھی راضی ہونگے اور کیوں نہ ہو وہ بی بی جس کو بعد فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہما مادرِ حسین و زینب و اُمّ کلثوم کا شرف ملا ہو اور خود فرزندان رسول جس بی بی کو مار کھین تو اس بی بی کے مراتب کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا وہ علیحدہ بات ہے کہ بی بی اُمّ الْبَنِينَ سلام اللہ علیہما نے علیٰ کی پوکھٹ پر قدم رکھتے ہی شاہزادوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں ماں بن کر نہیں بلکہ خادمہ بن کر آتی ہوں اور حضرت عباس کو یہ بات معلوم تھی کہ میری والدہ نے ہمیشہ خود کو کنیزِ سیدہ سمجھا ہے تو مان کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے چھوٹے حضرت نے بھی تازیت اپنے کو حسینؑ کا غلام کہا۔ علامہ ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی پہلے ہی درگاؤں ایں محمدؐ سے ملنے والے بلند مراتب پر فائز ہیں اور اب باب الحوانج کی والدہ کی سوائی لکھ کر ان مراتب میں نہ معلوم کتنا کثیر اضافہ ہوا ہے یہ باب الحوانج جانتے ہیں میں تو اتنا جانتا ہوں کہ علامہ صاحب کے ان مراتب اور فیوض و برکات سے یقیناً مجھے بھی کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہو گا۔